اِنَّ مِنَ الشِّعرِ لَحِکمَۃً وَاِنَّ مِنَ البیانِ لَسِحرا

صنمخانۂ عشق

سنہ ۱۳۰۶ھ

تصنیف لطیف استادالاساتذہ ملک الشعرا مفتی منشی امیر احمد امیر مینائی لکھنوی

استادِ نواب خلد آشیان والیِ ریاستِ رامپور

باہتمام

جناب مولوی محمود احمد صاحب انور مینائی

سنہ ۱۳۳۲ھ

امیر المطابع حیدرآباد دکن مین طبع ہوا

طبع سوم دو ہزار جلد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ آفتاب ہے گرم اُسکی کبریائی کا ۔ کہ ذرّہ ذرہ ہے آئینہ خود نمائی کا
پکارتا ہے یہ انداز و نازِ تو بہ شکن ۔ کہ آئے وہ جسے دعویٰ ہو پارسائی کا
زمانے بھر کے حسین کیوں نہ جان دین اُسپر ۔ چلن اُسی سے تو سیکھا ہی دلربائی کا
دکھا کے تیغ وہ ناآشنا یہ کہتا ہے ۔ یہ گھاٹ ہو مرے دریائی آشنائی کا
دراز عمر ہو مشاطۂ تصور کی ۔ مزہ وصال کا دیتا ہی غم جدائی کا
فقیر اُسکی گلی کا ہون مین عجب کیا ہے ۔ جو تاج شاہ ہو کاسہ مری گدائی کا
پسند ہے اُسے چوکھٹ پر اپنی سجدۂ عجز ۔ ستارہ اوج پہ ہے داغِ جبہ سائی کا
یہ کسکی راہ مین کھوئے گئے کہ ہمسے خضر ۔ طریق پوچھتے ہین آکے رہنمائی کا
حیا تو یہ کہ ہے ستر ہزار پردون مین ۔ مگر ہے شوق اُسے عالم آشنائی کا
سمجھ رہا ہے جسے حشر و نشر تو زاہد ۔ کرشمہ وہ بھی ہے اِک اُسکی خوش ادائی کا
رسائی کچھ نہین دشوار بام تک اُسکے ۔ لگا مین زینہ جو اقرارِ نارسائی کا
چلون جو دیر کو مین توڑ کر بتِ پندار ۔ تو غل بتون مین ہو اللہ کی دُہائی کا

طریقِ عشق مین گم ہو کے پہنچے منزل پر
نبا یہ راستہ سوجھا ہمین رسائی کا

رہِ طلب مین ادب ہی سے سرفرازی ہے
مزہ کلیم سے پوچھو برہنہ پائی کا

خدا خدا جو کرے اور خودی کا دم بھی بھرے
بڑا فریبی ہے جھوٹا ہے وہ خدائی کا

جو بندہ ہے تو مزہ بندگی مین پیدا کر
نہین وہ بندہ جسے ذوق ہو رہائی کا

بشر سے حمدِ الٰہی امیر کیا ممکن
پہاڑ اُٹھائے کہان حوصلہ یہ رائی کا

...ہرا ہیچ جب سے دینِ مصطفےٰ کا ہوگیا
غلغلہ ساری خدائی مین خدا کا ہوگیا

...یا سے دل دیوانہ محبوبِ خدا کا ہوگیا
مصطفےٰ اُسکے ہوے وہ مصطفےٰ کا ہوگیا

...شر مین نیچے لوائے حمد کے پائی جگہ
ظلِ رحمت سایہ اُس زلفِ رسا کا ہوگیا

...رہ سازی درحقیقت کی تو نامِ پاک نے
نام اطبا کا ہوا شہرہ دوا کا ہوگیا

...لِ بعثت مین ختم الانبیا پایا لقب
رتبہ حاصل ابتدا مین انتہا کا ہوگیا

...یا سے گلگشت باغون مین مدینہ کے چلی
پھولون کی ڈالی وہین دامن صبا کا ہوگیا

...لب مین ہجر نے وہی وصل کی لذت مجھے
زہرِ قاتل مین اثر آبِ بقا کا ہوگیا

...م پتھر کو یہ اُس نخرِ سلیمان نے کیا
حلقۂ خاتم نگینِ نقشِ پا کا ہوگیا

...ربتِ دیدار نے اچھی دوا دی وقتِ نزع
خوب بیڑا پار اُس دردآشنا کا ہوگیا

...ق دینِ مصطفےٰ کا جسکی گردن مین پڑا
قید سے آزاد وہ بندہ خدا کا ہوگیا

...ا ایمان کہکے کیا رتبہ بڑہا یا آپ نے
چشمِ حورانِ جنان مین گھر حیا کا ہوگیا

...بالش پر حکومت کی کیا جسدن جلوس
حاکم آب و آتش و خاک و ہوا کا ہوگیا

...ھوین کا چاند دکھلا کر یہ کہتا ہے فلک
دوستِ پیہم پاک کا تیار خا کا ہوگیا

...ت حق کیون نہو نازل محب پر آپ کے
آشنا سے آشنا جو آشنا کا ہوگیا

...ج نے جلوہ جو دیکھا آپ کا قندیلِ عرش
آشیانہ اُس گرفتارِ بلا کا ہوگیا

خاتمہ جب ہوگیا بالخیر تو سمجھا یہ مین — ختم مجھپر لطف ختم الانبیا کا ہوگیا

التجا پر امتِ عاصی کی جب آمین کہی — بول بالا ان غریبون کی دعا کا ہوگیا

دونون رخسارونکی مدحت مین ہوا موزون جو شعر — ترجمہ شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ کا ہوگیا

نعت مین ہمنے جو لکھا ایک پرچہ بھی امیر — ملگئی دولت وہ نسخہ کیمیا کا ہوگیا

حسنِ مطلق کا ازل کے دن سے مین دیوانہ تھا — لامکان کہتے ہین جسکو وہ مرا کاشانہ تھا

دل کا حاکم جان کا مالک غمِ جانانہ تھا — میہمان جسکو مین سمجھا تھا وہ صاحب خانہ تھا

بے تعلق کیا ہمین اُس کے تصور نے کیا — جب جھکایا سر گریبان اپنا خلوت خانہ تھا

باغِ عالم کا تماشا باعثِ غفلت ہوا — دیکھنا آنکھون کا کانون کے لیے افسانہ تھا

شکر صد شکر اُس حسین کے نور سے روشن ہے دل — شمعِ رخ پر جسکے جبریلِ امین پروانہ تھا

اسقدر اُسکے تصور نے ستایا ہے مجھے — شبہ ہوتا ہے کہ ہستی مین کبھی تھا یا نہ تھا

کیا ہوا انکار اگر اصرارِ موسیٰ پر ہوا — یہ کمالِ شوق تھا وہ نازِ معشوقانہ تھا

گُل سراپا گوش بنتے کیون نہ سُننے کے لیے — چہچہے بلبل کے گلشن مین ترا افسانہ تھا

دار پر چڑھ کر انا الحق جو کہا منصور نے — وہ بھی اک تیرِ کرشمہ تہمتِ مردانہ تھا

ہم غلط فہمی سے سمجھے قتل کرنے کو عتاب — اور وہان اک چھیڑ تھی اک نازِ معشوقانہ تھا

سُن لیے دو حرف جسنے ہوگیا مستِ عشق — چشمِ افسون ساز کا افسون مرا افسانہ تھا

وعظ کی مجلس مین بھی آئے تو یون مستانِ عشق — مے کی بوتل تھی بغل مین ہاتھ مین پیمانہ تھا

جمگھٹے لیلیٰ وشون کے دیکھنے سے شہر مین — جا کے جنگل مین بسا مجنون بڑا دیوانہ تھا

وصل ہوتا کسطرح خلوت کہان تھی رات کو — پھول تھے نرگس کے رکھے شمع تھی پروانہ تھا

مزرعِ عالم مین مجھسا سوختہ قسمت کہان — جل گیا قسمت کا میری کھیت مین جو دانہ تھا

دَیر کی تحقیر کر اتنی نہ اے شیخِ حرم — آج کعبہ بنگیا کل تک یہی بتخانہ تھا

آزما دیکھا اُسے سو بار ہمنے اے امیر
آشنا سے آشنا بیگانے سے بیگانہ تھا

میں پڑا نا مست ہوں جنت مرا کاشانہ تھا
حور ساقی چشمۂ کوثر مرا پیمانہ تھا

موسم گل میں چمن کیسا پری خانہ تھا
پھول جو تھا وہ کسی محبوب کا پیمانہ تھا

پھول بھی تھے پھل بھی تھے اس سرزمین پر کیا نہ تھا
آج ہے ویران کبھی آباد وہ ویرانہ تھا

ہائے کیا دن تھے کہ دور بادۂ پیمانہ تھا
بادشاہوں کا جلو خانہ در میخانہ تھا

دیکھئے منصور کو سولی ادب کے ترک پر
تھا انا الحق حق مگر اک حرف گستاخانہ تھا

میں تڑپ کر کیوں لگاتا ناز بردار ہیں داغ
رُک کے خنجر پھیرنا تو ناز معشوقانہ تھا

پھول جس گھر میں چنے جاتے تھے اب ڈھیر ہیں پھول
آج وہ ماتم سرا ہے کل جو عشرت خانہ تھا

یار ادھر بدست میں بیخود تکلف برطرف
ایسی صحبت میں جو آتا ہوش کیا دیوانہ تھا

نیند کے جھونکے چلے آتے تھے کیوں ہنگام ذبح
تیغ قاتل کی زبان پر کون سا افسانہ تھا

حسن خط سبز نے کیسا مجھے دھوکا دیا
میں نہ سمجھا کچھ یہ سبزہ سبزۂ بیگانہ تھا

آج جس دل کا کوئی گاہک نہیں کل تک یہی
حور کا آئینہ تھا زلف پری کا شانہ تھا

بیٹھے بیٹھے حکم دے بیٹھے وہ قتل عام کا
جب کہا یہ کیا تو بولے ناز معشوقانہ تھا

کہتے ہیں فرہاد و شیریں کا سنا کل ہمنے حال
خاک پتھر تھا مزہ پھیکا سا اک افسانہ تھا

گور میں آ کر ہوا کوئی نہ غربت کا شریک
جو یگانہ تھا جھپکتے ہی پلک بیگانہ تھا

پوچھتا پھرتا ہے غم اسکا مرے سینے میں اب
کیا ہوا وہ جو یہاں دل نام اک ویرانہ تھا

حال میرا سنکے وہ بولے کہ جی دکھنے لگا
ہائے کس کمبخت کس بیدرد کا افسانہ تھا

زیب دینے ہی میں شمعیں تیری محفل کی رہیں
گو پروں سے پنکھیا جھلتا ہر اک پروانہ تھا

ان نگاہیں تیز تیز اور یاں تھکیں آہیں در و چیز
وصل کی شب اُس طرف افسون ادھر افسانہ تھا

جام جم کو دیکھتے ہی میں نے پہچانا امیر

میرے ہی میخانے کا چھوٹا سا اک پیمانہ تھا

آنکھون مین نور تیرا دل مین سرور تیرا
دروازے سے ہی گھر تک سارا ظہور تیرا

جنت مین بھی ہے چرچا اے رشکِ حور تیرا
شہرہ ہے ابتدا انتہا تک دور دور تیرا

تو مہر ہے ترے آگے سب قطرہاے شبنم
انکا کہان ٹھکانا جب ہو ظہور تیرا

اے چشمِ شوق وہ تو ہر رنگ مین ہے ظاہر
اب بھی جو تو نہ دیکھے تو ہے قصور تیرا

مین آئنہ ہون تیرا تو آئنہ ہے میرا
تجھ مین ظہور میرا مجھ مین ظہور تیرا

مدہوشِ عشق ہوکر جا بزمِ معرفت مین
پردہ نہ بیچ مین ہو غافل شعور تیرا

ہے بیخودی ہی جس سے ہوتا ہے قرب حاصل
غائب جو آپ سے ہو پایے حضور تیرا

خورشید و ماہ سب مین جلوے ترے ہین لیکن
ایسی کہان ہین آنکھین دیکھین جو نور تیرا

اے دل جو اُسکے غم کو تجھ مین جگہ ملی ہے
رکھا ہے نام ہمنے دار السرور تیرا

نادان امیر ناحق امیدوار ہے تو
دل لیکے پھیر دے گا وہ آپ ضرور تیرا

نہ شوقِ وصل کا موقع نہ ذوقِ آشنائی کا
مین اک ناچیز بندہ اور اُسے دعوی خدائی کا

پڑا صد شکر جو داغ اپنے سینے مین جدائی کا
ستارہ بنگیا آخر وہ صبحِ آشنائی کا

درازی دھیان مین آتی ہے کب روزِ قیامت کی
کہ اک پیوند ہے پیراہنِ روزِ جدائی کا

بنے جو موج اپنے بحرِ خون مین حلقہ اے قاتل
الہی ہو وہ چھلا تیری انگشتِ حنائی کا

نویدِ وصل عاشق کے لیے ہو صدمہ فرقت
ابھرنا بیٹھ جاتا ہے محیطِ آشنائی کا

جلاتا کیون ہے اے دل مجکو شوقِ وصل بھڑکا کر
ارے اس آگ سے تو پھونکدے پردہ جدائی کا

الہی کون سے مجرم کی آمد ہے قیامت مین
ہوا ہے حکمِ رحمت کو یہ کس کی پیشوائی کا

ہدف دل کو بناتے ہین جو کچھ کہیے تو کہتے ہین
سکھاتے ہین چلن تیرونکو اپنے دلربائی کا

پہنچکر یار تک بیخود ہوے پہنچے نہ مطلب کو
رسائی نے دیا کیا داغ ہمکو نارسائی کا

قدم تیرا جہان پڑتا ہے تو مہندی کی آتی ہے
ترے نقش قدم مین رنگ ہے پائے حنائیکا

شب وصلت نزاکت اُنکی شوق وصل سے بولی
ترس کھا مجھپہ ظالم وقت ہے بیدست و پائیکا

وفا منظور اسکو بھی نہین ہے اُسکی فرقت مین
سبق پڑھنے چلی ہے عمر اُس سے بیوفائیکا

تمھین تم آئنہ خانے مین ہو چار و طرف دیکھو
کہو جی اب بھی کچھ ارمان نکلا خودنمائیکا

لپٹ کر سیکڑون کالی بلائین بوسے لیتی ہین
انھین بالون سے منہ کالا ہے شبہائے جدائیکا

سر اُسکے پاؤن پر رکھیے بنائی ہین یہ بت جسنے
مزہ ہے خاک پتھر پاسے بت پر جبہہ سائیکا

بہت ہی بھر گیا ہے عمر کا پیمانہ اب چھلکا
چراغ اک جھلملاتا سا ہے بزم آشنائیکا

قفس مین ہون مگر سارا چمن آنکھون کے آگے ہے
رہائی کے برابر اب تصور ہے رہائیکا

نہین ممکن ہے سونا ہجر مین نیند آ نہین سکتی
طلا یہ پھیر رہا ہے آنکھ مین طوق طلائیکا

امیر خستہ جان آفت مین ہے یا حیدر صفدر
کرو امداد اُسکی وقت ہے مشکلکشائی کا

ترے بندون سے کرتے ہین یہ بت دعوی خدائیکا
تماشا دیکھتا ہون تیری شان کبریائیکا

دکھایا مہر نے جلوہ جو اُنکو خودنمائیکا
تو بولے چور ہے تو بھی مرے رنگ طلائیکا

لچکتی ہے جو شاخ گل مین اس غیرت سے مرتا ہون
کہان دیکھا لچکنا اسنے اُس نازک کلائیکا

نئی دھج اُسنے مقتل مین دکھائی نیمجانون کو
لگایا بانکپن پر اور طرہ کج ادائیکا

نیا افسانہ کہہ واعظ تو شاید گرم ہو مجلس
قیامت تو پرانا حال ہے روز جدائیکا

نہ پہنچے ہائے بے بال و پری سے شاخ گل تک بھی
چمن سے لیچلے ہم پھول داغ نارسائیکا

خدا کی شان ہے ترسا کرین ہم دیکھنے والے
مزہ آئینہ لوٹے یار تیری خودنمائیکا

رُلایا حسرت پابوس مین مجکو لہو برسون
تصور رنگ لایا کیا ترے پائے حنائیکا

نزاکت دیکھنا رنگ حنا سے وہ یہ کہتا ہے
کہ تجھپر خون ہے ظالم مری نازک کلائیکا

کہا جب وصل مین مین نے کہ آنکھون سے لڑین آنکھین
تو بولے ہان ابھی ارمان باقی ہے لڑائیکا

کیا رسوا سے عالم چھپ کے پردے مین مجھی تو نے
تری عصمت کے سر پر خون میری پارسائی کا

کہین کالا تو اخورشید محشر بھی نہو جائے
بہا ہے پھیل کر کاجل مری شام جدائی کا

اسے دیکھا جو آتے نزع مین امید بول اٹھی
کہ دیکھو روکنے والا وہ آیا میری آئی کا

ہزار آئینے آئین روبرو آنکھین نہ کھولین ہم
پسند آتا نہین ہم کو یہ شیوہ خودنمائی کا

کف ہمت ہے مثل مہر دل ہے بادشاہ اپنا
ہلال آسا تہ ناخن نہین کاسہ گدائی کا

یہ کودک طبع کیا جانین کہ مین جور معلم ہون
پڑا ہے چہرۂ نیکی پہ پردہ بدنمائی کا

سیہ بختی نے پہنچایا ہے مجکو اہل بینش تک
گزر آنکھون مین سرمے کی بدولت ہی سلائی کا

ہوا ظاہر یہ ہندو کی جبین پر دیکھکر ٹیکا
کہ ہے کافر کو بھی داغ اسکے در کی جبہ سائی کا

امیر اک بات بھی واعظ نہین کہتا خدا لگتی
خدا جانے بکا کرتا ہے کیا جھوٹا خدائی کا

سپیلے سے ہے آفتاب حشر بھی کاسہ گدائی کا
ستارہ خوب ہی چمکا ترے رنگ طلائی کا

یہ شکوہ بیوفائی کا ہے رونا کج ادائی کا
سزا ہے دل لگانیکی مزہ ہے آشنائی کا

برا ہو یا سے اس عمر رواں کی بیوفائی کا
نہ راتین وصل کی دیکھین نہ دن ہمنے جدائی کا

خدا نے ان بتون کو کچھ نئی طینت عنایت کی
خمیر انکا بنا ہے کھکے جوہر بیوفائی کا

کتروا کر اسی کے تاج بنوائے سلاطین نے
کوئی ٹکڑا جو ہاتھ آیا مرے دلق گدائی کا

ہوا تیغ ادا سے دل دو نیم اپنا تو سمجھے ہم
دو ورقہ ہاتھ آیا یہ کتاب آشنائی کا

کرے کوئی جہان مین مجھسے بڑھکر بندگی تیری
تعجب کیا ہے اسے بت کارخانہ ہے خدائی کا

بخوبی جانچ کر لے جنس کی بازار ہستی مین
فریب ان جو فروشون سے نہ کھا گندم نمائی کا

پھنسا کر حلقۂ گیسو مین میرے دل کو کہتے ہین
اسی زندان مین رہتا ہے گنہگار آشنائی کا

دیا سب مانگنے بوسہ مین نے پھر مانگا تو وہ بولے
نہین چھٹتا ہے پڑ جاتا ہے جب لپکا گدائی کا

اکیلا ہمکو تکیے مین سلا کر چل دیے یارو
بڑا ہمکو بھروسا تھا تمہاری آشنائی کا

ترقی پر کسی کی شوخیان ہین خیر ہو یارب — حیا کی جان کا دشمن ہے لپکا خود نمائی کا

حیا کو چھیڑتی ہین شوخیان چلاتی ہے عصمت — کہ اب اُٹھتا ہے اب اُٹھتا ہے پردہ پارسائی کا

عروسِ مرگ آئی مجھ سے ہم آغوش ہونے کو — ہوا مشاطگی پیشہ مری شامِ جدائی کا

پڑی ہین حسرتین مُردہ جلادے انکو اے عیسیٰ — ذرا ہم بھی تو دیکھین کھیل قدرت آزمائی کا

بہار آئی ہے اب عصمت کا پردہ فاش ہوتا ہے — جنون کا ہاتھ ہے آج اور دامن پارسائی کا

گرے سجدے مین جب چوکھٹ پر اُسکی چوم لی چوکھٹ — بڑھایا لیکے بوسے ہم نے رتبہ جبہہ سائی کا

مجھے لے سیمتن پہ ضعف سے چکر نہین آتا — نگاہین طوف کرتی ہین ترے طوقِ طلائی کا

یہ کس بیدرد نے دستِ نگارین خواب مین چوما — کہ فریادی ہے اب تک نیل اُس نازک کلائی کا

امیر اِس خرقہ و عمامہ کو تم رہنِ مے کردو
ابھی تم پر نہین پھبتا ہے جامہ پارسائی کا

ان شوخ حسینون پہ جو مائل نہین ہوتا — کچھ اور بلا ہوتی ہے وہ دل نہین ہوتا

کچھ وصل کے وعدے سے بھی حاصل نہین ہوتا — خوش اتنا خوشی سے بھی مرا دل نہین ہوتا

گردن تنِ بسمل سے جدا ہوگئی کب کی — گردن سے جدا خنجرِ قاتل نہین ہوتا

دنیا مین پری زاد دیے خلد مین حورین — بندون سے وہ اپنے کبھی غافل نہین ہوتا

بسمل تو ہوے سیکڑون ہی سر و تڑپ کر — ٹھنڈا مرے قاتل کا مگر دل نہین ہوتا

دھبا نہین دیتا ہے لہو حسرت [illegible] دل کا — اس خون سے تر دامنِ قاتل نہین ہوتا

دل مجھ سے لیا ہے تو ذرا بوسے لیجے ہنسیے — چٹکی مین مسلنے کے لیے دل نہین ہوتا

دیوانہ ہے دنیا مین جو دیوانہ نہین ہے — عاقل وہی ہوتا ہے جو عاقل نہین ہوتا

کہتے ہین ہم آئینے مین حُسن اپنا نہ دیکھین — اچھی کہی معشوقون کے کیا دل نہین ہوتا

تمکو تو یہین کہنا نہین کچھ حضرتِ ناصح — پر جسکو ہو لپک ایسی وہ عاقل نہین ہوتا

پہلو مین انھین غیر کے بیچین ہی کردے — اتنا بھی تو تجھ سے تپشِ دل نہین ہوتا

گم گشتگیون نے وہ مزا مجھکو دیا ہے
اب منہ بھی کبھی جانب منزل نہین ہوتا

عاشق سے کہین ہل جانے کو اتنا بھی ہو کافی
غم دل کا تو ہوتا ہے اگر دل نہین ہوتا

کہتے ہین دم ذبح وہ رک رک کوئی پوچھے
اس ناز سے ناراض تو بسمل نہین ہوتا

فریاد کرون دل کے ستانے کی اسی سے
راضی مگر اس سے بھی مرا دل نہین ہوتا

اٹھنے کو کہے کوئی تو بیجا ہی سہے جی پر
اس بزم مین جانا بھی مجھے مشکل نہین ہوتا

فریاد بھی کرتا ہون تو اللہ سے اپنے
اس در کے سوا مین کہین سائل نہین ہوتا

انداز کسی کان کی بجلی کا اڑا لے
یہ حسن تڑپ مین تری اے دل نہین ہوتا

مرنے کی بتون پر یہ ہوئی مشق کہ مرنا
سب کہتے ہین مشکل مجھے مشکل نہین ہوتا

دلدار یونکو آئین حسین چار طرف سے
پر ہائے ستم ایک طرف دل نہین ہوتا

جس بزم مین وہ رخ سے اٹھا دیتے ہین پردہ
پروانہ وہان شمع پہ مائل نہین ہوتا

کہتے ہین کہ دل دیکے تڑپتے ہین جو عاشق
ہوتا ہے کہان درد اگر دل نہین ہوتا

یہ شعر وہ فن ہے کہ امیر اسکو جو برتو
حاصل یہی ہوتا ہے کہ حاصل نہین ہوتا

خضر رہ مقصود اگر دل نہین ہوتا
منزل کا پتا سیکڑون منزل نہین ہوتا

برسون سے تڑپتا ہون مین بسمل نہین ہوتا
اتنا سا مرا کام بھی قاتل نہین ہوتا

جھٹکے دیے موباف کے کوڑے بھی لگائے
گیسو سے کسیطرح جدا دل نہین ہوتا

زخمون کی ہنسی پر بھی نہین آتی ہے غیرت
پورا کوئی وار اے مرے قاتل نہین ہوتا

آتا ہے جو کچھ منہ مین وہ کہہ جاتا ہے واعظ
اور اس پہ یہ طرہ ہے کہ قائل نہین ہوتا

کیا سحر ہے اس بت کی نظر مین بھی الہی
جب تک وہ ادھر آئے یہان دل نہین ہوتا

رک رک کے تو خود پھیرتے ہین حلق پہ خنجر
اور مجھ سے شکایت ہے کہ بسمل نہین ہوتا

آئینے کو بھی روک دیا ہے کہ نہ آئے
اب آپ بھی وہ اپنے مقابل نہین ہوتا

راحت کا نکلتا نہین اسکی کوئی پہلو
مایوس بھی کمبخت مرا دل نہین ہوتا

اُڑتا بھی ہوا سے ہے تو اُڑتا ہی اُدھر ہی
لیلی سے الگ پردۂ محمل نہین ہوتا

دریاے محبت سے جو پار اُترین وہ جانین
ہوتا ہے خدا جانے کہ ساحل نہین ہوتا

پھر اُسنے لگایا وہ پڑا آکے جگر پر
بیچین ہے وہ کیا جانئے وہ قاتل نہین ہوتا

جو لطف ہے آزار محبت مین وہ مجھکو
عیسیٰ بھی کرے پیار تو حاصل نہین ہوتا

بولے یہ خضر پار اُترنے کو جو پوچھا
دریاے محبت کا تو ساحل نہین ہوتا

وہ ہم ہین کہ زندہ ہین اور اس کوچے مین پہنچے
بے موت کوئی خلد مین داخل نہین ہوتا

جب درد محبت مین یہ لذت ہے تو یارب
ہر عضو مین ہر جوڑ مین کیون دل نہین ہوتا

شرم اُسکی مجھے مانع دیدار نہین ہے
نازک سا یہ پردہ ہے کہ حائل نہین ہوتا

ٹکڑے بھی ہے گل خون مین ڈوبا بھی ہے لیکن
اب بھی دل عاشق کے مقابل نہین ہوتا

حسرت سے ادھر اور اُدھر دیکھ رہا ہے
کچھ کا ترسے دیدار کا سائل نہین ہوتا

تم اور کوئی کام امیر اسکو سکھاؤ
تڑپانے تڑپنے کے لیے دل نہین ہوتا

غم نہین جی تن سے نکلا دل گیا
دل گئے تم مجکو سب کچھ مل گیا

بولے وہ سینے پہ میرے رکھکے ہاتھ
کہیے اب تو اضطراب دل گیا

اے نگاہ یاس تیرا ہو بُرا
گھر تک اب روتا ہوا قاتل گیا

تیغ قاتل ہے اسے یاد بہار
جب چلی وہ غنچۂ دل کھل گیا

کوچۂ گیسو نہ ہاتھ آیا مجھے
کالے کوسون سیکڑون منزل گیا

مٹ گیا کاجل کا تل اصلاح مین
مصحف عارض کا نقطہ چھل گیا

آبنی دم پر جہان بگڑے حضور
لب ہلا سے آپنے دل ہل گیا

مرحلے طے کنج عزلت مین کیے
بیٹھے بیٹھے سیکڑون منزل گیا

برہمن کو بت بجھے تو اسے صنم / جسنے جو مانگا خدا سے مل گیا

جمع ہین سینے مین پیکان تیر کے / سیکڑون دل ہین اگر اک دل گیا

حل مرے مشکلکشا نے کی امیر
لیکے کیسی ہی کوئی مشکل گیا

داغ غم روز ازل ہی مل گیا / تن مین جان آنے سے پہلو دل گیا

کوچۂ قاتل مین اپنا دل گیا / خاک مین ملنے کا رستہ مل گیا

خواب مین آنکھین جو تلوون سے ملین / بولے اُف اُف پاؤن میرا چھل گیا

اُٹھکے جا بیٹھا جو اُنکے پاس مین / بولے کچھ مل بیٹھنے سے مل گیا

مسکرانے مین کھلا کیا وہ دہن / غنچۂ تصویر گویا کھل گیا

ہڈیون کی چاٹ پاتے ہی ہما / کیا سگ محبوب سے ہل مل گیا

آئی جب صحرا مین خوش چشمونکی یاد / سامنے نرگس کا تختہ کھل گیا

پھونکدیتی کیون نہ پروانے کو شمع / پیار کرنے کو سر محفل گیا

مانگنے پر بوسے کے کالی زبان / اب دعا دینے سے بھی سائل گیا

اُس کا رُخ پھرتے ہی آنکھین پھر گئین / لو اُدھر قاتل اِدھر بسمل گیا

کیا ملا مجکو ملا کر خاک مین / ہان لقب عاشق کشی کا مل گیا

وائی قسمت غافل آیا مین امیر
عمر بھر غافل رہا غافل گیا

دامنون کا نہ پتا ہے نہ گریبانون کا / حشر کہتے ہین جسے شہر ہے عریانون کا

گھر ہے اللہ کا گھر بے سروسامانون کا / پاسبانون کا یہان کام نہ دربانون کا

خاطر رنج و غم درد سے فرصت ہی نہین / میزبان ہو کے ہوا مین انہین مہمانون کا

کب کسی اور کی جم سکتی ہے اس پر پٹری / توسن ناز ہے خو کردہ ترے رانون کا

گورِ کسریٰ و فریدون پہ جو پہنچون پوچھون
اُنکے حکمون کی ہوئی تعمیل کہان تک مجھ سی
کون گل چہرۂ رنگین کا نہین دیوانہ
قحطِ روزی یہ جہان مین ہے کہ کہتے ہین ہنود
کیا لکھین یار کو نامہ کہ نقاہت سے یہان
دل یہ سمجھا جو ترے بالون کا جوڑا دیکھا
مانع بادہ کشی مجکو ہین ناحق واعظ
سبزۂ خط نے گھٹا دی ترے عارض کی بہار
حشر مین قفل بھی رضوان نے نہ کھولا تھا ابھی
موجین دریا مین جو اُٹھتی ہوئی دیکھین سمجھا
سُننے والون کے نہ کسطرح پھنسین طائرِ دل
عرصۂ ہستی و طولِ شبِ گور و محشر
تیر پر تیر لگاتا ہے کماندارِ فلک
درِ جانان سے نکل کر مین پھنسا زندان مین
عشقِ رخسار مین اقبالِ سکندر پایا
لال موباف صنم گیسوے شبگون مین نہ ڈال
توڑ کر بال و پر اُسکے جو بنایا ہے چنور
بسملونکی دمِ رخصت سے مدارات ضرور
آنکھ قاتل کی نہ کیونکر مرے زخمون پہ ہو تر
آدمی غیرون کی اغوا سے نہ رکھا اُن کو
بیخودی آٹھ پہر گم یہ مجھے رکھتی ہے

تم یہان سوتے ہو کیا حال ہے ایوانون کا
ڈھیر شقّون کا ہے انبار ہے پروانون کا
بارِ غنچہ ہے ترے چاک گریبانون کا
رمضان خوب مہیا ہے مسلمانون کا
فاصلہ خامہ و کاغذ مین ہے میدانون کا
ہے شکنجے مین یہ مجموعہ پریشانون کا
خرچ کیا ہوتا ہے ان حلق کے دربانون کا
تھا جو لالے کا چمن کھیت ہوا اب دھانون کا
جا پڑا خلد مین ڈاکا مرے ارمانون کا
یہ بھی مجمع ہے ترے چاک گریبانون کا
دامِ صیاد کا لچھا ہے تری تانون کا
بُعد ہے بندہ و رب مین ابھی میدانون کا
خانۂ دل مین ہجوم آج ہے مہمانون کا
گرو حلقہ پئے انعام ہے دربانون کا
آئنہ دست نگر ہے ترے حیرانون کا
خون ہو جائے گا دو چار مسلمانون کا
ہے ہوا خواہ ہما تیرے مگس رانون کا
پار بیڑا تری تلوار مین ہو پالون کا
زہرہ پانی ہوا جاتا ہے نمکدانون کا
کھیل سارا ہے بگاڑا انہین شیطانون کا
دن کو شب رات کو ہون خواب نگہبانون کا

میرے اعضا نے پھنسایا ہے تجھے عصبائین
شکوہ آنکھون کا کرون یا مین گلہ کانون کا

قدردان چاہیے دیوان ہمارا ہے امیر
منتخب مصحفی و میر کے دیوانون کا

تابع دین کبھی دولت پہ نہ شیدا ہوگا
پیرو شرع خدا کیا سگ دنیا ہوگا

یہی کاہش ہے تو کیسا تن لاغر کا پتا
آج ہے مو سے کمر کل پر عنقا ہوگا

معرفت کے لیے ہے ترک تعلق لازم
خوب سمجھے گا وہ تنہا کو جو تنہا ہوگا

مرگ کے بعد ہے بیدار دلون کو آرام
نیند بھر کر وہی سوئے گا جو جاگا ہوگا

ٹکڑے ٹکڑے ہی نہین ہو جو مرا دل ساقی
کوئی شیشہ کسی میخانے مین ٹوٹا ہوگا

ہمنے اندیشۂ پیری مین جوانی کاٹی
رات بھر خوف رہا صبح کو اب کیا ہوگا

دل کو آغاز محبت مین نہ سمجھو تھوڑا
بڑھتے بڑھتے یہی قطرہ کبھی دریا ہوگا

بیوفائی سے تمھاری یہی ہر دم ہے خیال
تم جو اپنے نہوے کون کسی کا ہوگا

یہ نہوگا کہ جگہ دوست کی خالی دیکھون
دل بھر آئے گا تہی مے سے جو مینا ہوگا

شہر کو چھوڑ کے کیون دشت مین وحشی جائین
خاک اڑاتے جدھر آجائینگے صحرا ہوگا

کیا ہوا لاش پہ میری جو وہ ہنستا آیا
چھپ کے اغیار سے تنہائی مین رویا ہوگا

عشق مژگان مین کہان صورت آرام امیر
نیند اڑ جائیگی بستر پہ جو کانٹا ہوگا

کی جو کچھ عشق نے تاثیر تماشا ہوگا
تیری صورت پہ مری شکل کا دھوکا ہوگا

یہی ساقی کی کدورت ہے جو میرے دل مین
جام سے مے دُرد سے لبریز یہ مینا ہوگا

جانے دے قتل مجھے کرکے نہ غم کر قاتل
تھا جو ہونا وہ ہوا رونے سے اب کیا ہوگا

تو ہی مجھ گم شدہ سے چھوٹ کے ہوگا نالان
اے جرس قافلے کا قافلہ روتا ہوگا

قیس لیلے کے تصور مین ہے لیلی کبھی
اپنے ہی دل کا سویدا کبھی دیکھا ہوگا

بے سبب زلزلہ عالم میں نہیں آتا ہے
کوئی بیتاب تہِ خاک تڑپتا ہوگا

ہجرِ ساقی میں ہے دل چور کروں کیا گلگشت
سبزہ زیرِ کفِ پا ریزۂ مینا ہوگا

دیکھ اسے درد جدا ہو نہ دلِ محزوں سے
اور اُلجھے گا یہ بیمار جو تنہا ہوگا

جوشِ سودا کے گھٹانے کی نہ کر فکر اے قیس
بڑھکے آخر کو یہی طرۂ لیلےٰ ہوگا

وہ جہاں اوج پہ آیا یہ چمک اُٹھتے ہیں
مہر و ذرّوں کے مقدر کا ستارا ہوگا

گنجِ قاروں بھی ملا مجکو جو اے حرص تو کیا
عمرِ مفلس کی طرح صرفِ تمنا ہوگا

عشق اُسکے لبِ شیریں سے میں رکھتا ہوں امیر
درد بھی ہوگا مرے دل میں تو میٹھا ہوگا

سرد آہیں جب کسی نے کیں وطن یاد آگیا
چار جھونکے جب چلے ٹھنڈے سے چمن یاد آگیا

جس جگہ دو گز زمیں پائی کھدی سمجھا میں گور
جب نئی دو چادریں دیکھیں کفن یاد آگیا

تن سے باہر آکے دھیان آیا عدم کا رنج کو
نیند سے چھٹ کر مسافر کو وطن یاد آگیا

نزع میں سنگیں دلی کا حال شیریں پر کھلا
موت کی سختی اُٹھائی کوہکن یاد آگیا

گور میں بھی ہم نہ بھولے صحبتِ احباب کو
گوشۂ خلوت میں لطفِ انجمن یاد آگیا

کھینچکر چادر جو پھر تربت پہ میری ڈالدی
سچ بتا کیا تجکو اے دزدِ کفن یاد آگیا

جامۂ صد پارۂ گل جب نظر آیا مجھے
سو جگہ سے چاک اپنا پیرہن یاد آگیا

رہ گیا اپنے گلے میں ڈالکر باہیں غریب
عید کے دن جسکو غربت میں وطن یاد آگیا

شاعروں میں تھی سخن سازی بہت پر اے امیر
رہ گئے منہ کھول کر جب وہ دہن یاد آگیا

روبرو آئینے کے تو جو مری جان ہوگا
آئینہ ایک طرف عکس بھی حیران ہوگا

آشنا جام سے جسدن لبِ جاناں ہوگا
ساقیا روح پہ جمشید کی احسان ہوگا

رنگِ اخفائے محبت جو نمایاں ہوگا
درد پہلو کی طرح داغ بھی پنہاں ہوگا

ہون وہ دیوانہ مرے ہاتھ مین روزِ محشر
عوضِ نامۂ اعمال گریبان ہوگا

غنچۂ گل کو تو سو بار شگفتہ دیکھا
غنچۂ دل بھی الٰہی کبھی خندان ہوگا

اے جوانی یہ ترے دم کے ہین سارے جھگڑے
تو نہ ہوگی تو نہ یہ دل نہ یہ ارمان ہوگا

خواہشِ وصل تو کیونکر کہون لیکن ناصح
دیکھ لینے کا تو حضرت کو بھی ارمان ہوگا

اک پری رو نے ہماری یہ بنائی صورت
سیکڑون پریون مین کیا حالِ سلیمان ہوگا

دستِ وحشت تو سلامت ہے رفو ہوئی دو
ایک جھٹکے مین نہ دامن نہ گریبان ہوگا

زلف شانے سے یہ کہتی ہے نہ سر چڑھ اتنا
پیچ کچھ ایسے پڑینگے کہ پریشان ہوگا

آگ دل مین جو لگی تھی وہ بجھائی نہ گئی
اور کیا تجھسے بھلا اے دیدۂ گریان ہوگا

جان دیکر جو ملے بوسہ جانان تو ہے مفت
دل نہین ہے کسی عاشق کا جو ارزان ہوگا

اے اجل دوڑ کہ غربت مین پڑا ہون تنہا
اس طرح کا ہمکو خالی کبھی میدان ہوگا

میرے اور غیر کے مقتل مین کھلینگے جوہر
امتحانِ عشق و ہوس کا سرِ میدان ہوگا

رات دن گیسوئے محبوب کا رہتا ہے خیال
خواب آنکھون مین مری آکے پریشان ہوگا

ہین وہ ہم ذبح جو انداز یہ جلادی کے
ملک الموت کو بھی موت کا ارمان ہوگا

اور بڑھ جائے گا دیدار سے شوقِ دیدار
یہ وہ لذت ہے کہ سیر اس سے نہ مہمان ہوگا

اپنے مرنے کا تو کچھ غم نہین یہ غم ہے امیر
چارہ گر مفت مین بیچارہ پشیمان ہوگا

مرے بس مین یا تو یارب وہ ستم شعار ہوتا
یہ نہ تھا تو کاش دل پر مجھے اختیار ہوتا

پسِ مرگ کاش یون ہی مجھے وصلِ یار ہوتا
وہ سرِ مزار ہوتا مین تہِ مزار ہوتا

ترا میکدہ سلامت ترے خم کی خیر ساقی
مرا نشہ کیون اترتا مجھے کیون خمار ہوتا

مرے اتقا کا باعث تو ہے میری ناتوانی
جو مین توبہ توڑ سکتا تو شراب خوار ہوتا

مین ہون نامراد ایسا کہ بلک کے یاس روئی
کہین پا کے آسرا کچھ جو امیدوار ہوتا

نہیں پوچھتا ہے مجکو کوئی پھول اس چمن مین
دل داغدار ہوتا تو گلے کا ہار ہوتا

وہ مزہ دیا تڑپ نے کہ یہ آرزو ہے یارب
مرے دونون پہلوؤن مین دل بیقرار ہوتا

دم نزع بھی جو وہ بت مجھے آکے منہ دکھاتا
تو خدا کے منہ سے اتنا نہ مین شرمسار ہوتا

نہ ملک سوال کرتے نہ لحد فشار دیتی
سر راہ کوے قاتل جو مرا مزار ہوتا

جو نگاہ کی تھی ظالم تو پھر آنکھ کیون چرائی
وہی تیر کیون نہ مارا جو جگر کے پار ہوتا

مین زبان سے تمکو سچا کہو لاکھ بار کہدون
اسے کیا کرون کہ دل کو نہیں اعتبار ہوتا

مری خاک بھی لحد مین نہ رہی امیر باقی
انہیں مرنے ہی کا اب تک نہیں اعتبار ہوتا

نہی چوٹین چلتین قاتل جو کبھی دوچار ہوتا
کہ ادھر سے وار ہوتا تو ادھر سے پیار ہوتا

ترے عکس کا جو قاتل کبھی تجھپہ وار ہوتا
تو نثار ہونے والا یہی جان نثار ہوتا

رہی آرزو کہ دو دو ترے تیر ساتھ چلتے
کوئی دل کو پیار کرتا کوئی دل کے پار ہوتا

اثر اس قدر تو ہوتا مرے اوٹھنے کا اُن پر
کہ وہ کروٹین ہی لیتے جو مین بیقرار ہوتا

ترے ناوک ادا سے کبھی ہارتا نہ ہمت
جگر اس سے آگے ہوتا جو جگر کے پار ہوتا

مرے دل کو یون مٹایا کہ نشان تک نہ رکھا
مین لپٹ کے رو تو لیتا جو کہین مزار ہوتا

ترے تیر کی خطا کیا مری حسرتون نے روکا
نہ لپٹتین یہ بلائین تو وہ دل کے پار ہوتا

مین جیون تو کسکا ہوکر نہیں کوئی دوست میرا
یہ جو دل ہے دشمن جان یہی دوستدار ہوتا

مرے پھولون مین جو آتے تو نئے وہ گل کھلاتے
کہ کلائیون مین گجرے تو گلے مین ہار ہوتا

ترے غنچے دل کو کیونکر مرے جیبان مین دکھاتا
وہ دھڑکنے کیا نہ لگتا جو مین بیقرار ہوتا

مرا دل جگر جو دیکھا تو ادا سے ناز بولا
یہ ترا شکار ہوتا وہ مرا شکار ہوتا

سر قبر آتے ہو تم جو بڑہا کے اپنا گہنا
کوئی پھول چھین لیتا جو گلے مین ہار ہوتا

دم رخصت انکا کہنا کہ یہ کاہے کا ہے رونا
تمھین میری قسمتون کا کبھی نہین اعتبار ہوتا

میں نثار تجھ پہ ہوتا تو رقیب جان کھوتا
میں ترا شکار ہوتا وہ مرا شکار ہوتا

شب وصل تو جو بیخود ہوا امیر چوکا
ترے آنے کا کبھی تو اسے انتظار ہوتا

موباف کھل گیا ہے کسی گلعذار کا
آنچل لٹک رہا ہے عروس بہار کا

کچھ تو سبب ہے گردش لیل و نہار کا
اس پہ پڑا ہے صبر کسی بیقرار کا

کیا دل جلا رہا ہے پس مرگ ہے دعا
ٹھنڈا رہے چراغ الٰہی مزار کا

جنکو ملا کے خاک میں خوش ہو رہے ہو تم
آنکھوں میں دیکھو رقص بھی انکے غبار کا

گرد نظر سے ہو نہ مکدر الٹ نقاب
غافل غبار ہے یہ رہ انتظار کا

پھولوں کا قافلہ ہے کہ اتری ہے یہ برات
ہر شاخ گل ہے پاؤں عروس بہار کا

آئیں وہ یا نہ آئیں ترس کھائیں یا نہ کھائیں
کیا اختیار گریہ بے اختیار کا

پھر بیٹھے بیٹھے وعدہ وصل اسنے کر لیا
پھر اٹھ کھڑا ہوا وہی روگ انتظار کا

دلسوز بیکسی سا نہیں کوئی بعد مرگ
پروانہ ہو گئی مرے شمع مزار کا

روؤں تو انکو آتی ہے بیساختہ ہنسی
اچھا ہے جوڑ گریہ بے اختیار کا

ایسا مزہ ملا ہے تڑپ میں کہ ہے دعا
بڑھ جائے اور طول شب انتظار کا

بیرنگ ہو گئے چمن کے تم آئے جو سیر کو
کیا اڑ چلا ہے رنگ عروس بہار کا

وہ شوخ اپنی راہ ہے یہ اپنی راہ سے
قابو کا دلربا ہے نہ دل اختیار کا

ساقی کے ہاتھ سے جو گرا جام کہہ اٹھا
ٹوٹا وہ دل کہیں کسی امیدوار کا

ہمراہ ہے جو حسرت و ارمان کی بھیڑ بھاڑ
تابوت اٹھا امیر غریب الدیار کا

جھونکا ادھر نہ آئے نسیم بہار کا
نازک بہت ہے پھول چراغ مزار کا

عالم وہی ہے تن سے اتر کر بھی یار کا
جوبن خزاں نے چھین لیا ہے بہار کا

یارب مٹے نہ دل سے کبھی داغ آرزو
ٹھنڈا نہو چراغ شبِ انتظار کا

شاخون سے برگ گل نہین جھڑتی ہین باغ مین
زیور اُتر رہا ہے عروسِ بہار کا

شیشون نے ہچکیون کی بتھائی ہے ڈاک کیون
میخانے کو ارادہ ہے کس بادہ خوار کا

میری لگی بجھانے کو آتا ہے بار بار
ممنون ہون مین گریۂ بے اختیار کا

ہر گل سے لالہ زار مین یہ پوچھتا ہون مین
تو ہی پتا بتا دے دلِ داغدار کا

اس پیار سے فشار دیا گورِ تنگ نے
یاد آگیا مزہ مجھے آغوشِ یار کا

آنسو ادھر روان ہین اُدھر ٹھنک رہا ہے دل
نالہ مرا دھوان ہے سمندر کے پار کا

گردون نے لیکے اُسکو ستارون مین رکھ لیا
اونچا ہوا جو ذرہ ہمارے غبار کا

ہلتی نہین ہوا سے چمن مین یہ ڈالیان
منہ چومتے ہین پھول عروسِ بہار کا

پھولون سے فرشِ خاک پہ ساری چھٹک گئی
دھاگا کبھی جو ٹوٹ گیا اُنکے ہار کا

آئینہ دیکھتے ہی وہ خود لوٹ ہو گئے
آخر پڑا ہی صبرِ دلِ بیقرار کا

لپٹا مین خواب مین بھی تو بولا الگ الگ
مرجھا نہ جاے پھول کوئی میرے ہار کا

اُٹھتا ہے نزع مین وہ سرہانے سے ای امیر
مٹتا ہے آسرا دلِ امیدوار کا

جمالِ یار کو کہتے ہو تم کہ ہان دیکھا
کلیم ہوش مین آؤ ابھی کہان دیکھا

وہی چراغ وہی گل وہی قمر وہی برق
نئے لباس مین دیکھا اُسے جہان دیکھا

دکھائی آئینے نے اُنکو عکس کی تصویر
تو ہنسکے بولے کہ تو نے مجھے کہان دیکھا

نہین ہے دخترِ رز سا بھی کوئی حسن پرست
ٹپک پڑی یہ جہان کوئی نوجوان دیکھا

کہین تو دیکھ چکے ہین یقین ہے دل کو
اگر یہ یاد نہین ہے تمھین کہان دیکھا

فنا ہے حسن کو دولت کو زندگانی کو
جہان مین نہ کوئی باغ بے خزان دیکھا

پھنسی جو دام مین بلبل تو کن نگاہون سے
کبھی چمن کو کبھی سوے آشیان دیکھا

شبِ وصال وہ سامان وہ روشنی وہ نشاط
ہوئی جو صبح تو اُجڑا ہوا مکان دیکھا

بہار میں جو نکالا ہمیں تو کیا پایا
خزاں میں حالِ چمن تو نے باغبان دیکھا

ترے وصال کی فرقت میں ہمکو یاد آئی
لُٹا ہوا جو کہیں کوئی کاروان دیکھا

کہیں لگے وقتِ ملاقات اُن سے اپنی بات
جو کچھ سنا تھا وہ آنکھوں سے مہربان دیکھا

دکھائی ترکِ تعلق نے شان بے رنگی
بڑھے مکان سے آگے تو لامکان دیکھا

نکیلی چتونیں آنکھوں میں کیا جگر میں چُبھیں
امیر آج عجب نوک کا جوان دیکھا

وہ پاؤں تھے جو شاہدِ آغوشِ نقشِ پا
افسوس آپ ہیں خوابِ فراموشِ نقشِ پا

مرکے وہ پاؤں ہو گئے جو ہمدوشِ نقشِ پا
فریاد کر اُٹھے لبِ خاموشِ نقشِ پا

کیا جانے آئی شہرِ خموشاں سے کیا خبر
اب تک اُسی طرف ہیں لگے گوشِ نقشِ پا

بیدرد جانے والو ٹھہر جاؤ دم تو لو
کچھ تم سے کہتے ہیں لبِ خاموشِ نقشِ پا

حیرت کی ہے نگاہ نہ سنتا نہ بولتا
آنکھیں کھلی ہیں بند لب و گوشِ نقشِ پا

ہم بے زبان خاک نشینوں کا عیش کیا
تھا اک تبسم لبِ خاموشِ نقشِ پا

کیا راہ چلنے والوں کا غربت میں آسرا
جب نقشِ پا کو چھوڑ گئے ہوشِ نقشِ پا

اے دل چل اُسکے ساتھ دبے پاؤں اسطرح
آوازِ پا ذرا نہ سنے گوشِ نقشِ پا

ڈرتے ہیں پاؤں رکھتے کہ ایسا ہو کہیں
چھپکے سے چوم لیں لبِ خاموشِ نقشِ پا

نازک بہت ہیں پاؤں نہ رکھو اسطرح قدم
چھالے نہ ڈالے گرمیِ آغوشِ نقشِ پا

کیا چین سے ہیں خواب میں آسودگانِ خاک
سیتے ہیں بیخبر لبِ خاموشِ نقشِ پا

اُس گرم رو کی شوخیِ رفتار سے امیر
اُڑتے ہیں رنگِ رخ کی طرح ہوشِ نقشِ پا

کیونکہ یہ ہے نہ زارتن و توشۂ نقشِ پا
جز خاک کچھ نہیں ہے خور و نوشِ نقشِ پا

وحشت جنون میں اب وہ کہاں جوش نقش پا
سوتے ہیں دونوں پاؤں ہم آغوش نقش پا

وہ تیز رو ہے زار تن و توش نقش پا
ڈر ہے کہ پس نہ جائے کہیں دوش نقش پا

رکھدیں وہ آکے پاؤں سر دوش نقش پا
اس شوق میں کشادہ ہے آغوش نقش پا

نسبت ہی راہ عشق سے راہ حرم کو کیا
یاں کثرت سجود وہاں جوش نقش پا

اے مست ناز دیکھکے رکھ راہ میں قدم
چھلکے کہیں نہ بادہ سر جوش نقش پا

رفعت سے تیرے خاک نشینوں کو کام کیا
افسر طلب نہیں سر مدہوش نقش پا

بیٹھا ہے راستے میں ہدایت کیواسطے
کیا رہنما ہے پیر صفا کوش نقش پا

دور خرام ناز ہے کس مست حسن کا
ساغر بکف ہے دست قدح نوش نقش پا

یہ تو کہاں نصیب کہ ہاتھ آئیں وہ قدم
آغوش حور ہے مجھے آغوش نقش پا

وحدت کی جلوہ گاہ ہے یہ مشت خاک امیر
ہیں ایک چشم و گوش و بر و دوش نقش پا

پہلو سے تو اٹھا تھا کہ میں سرد ہو گیا
بیدرد مری جان کو تو درد ہو گیا

ہنگامہ مرا جھانے فلک گرد ہو گیا
نالے جو گرم میں نے کیے سرد ہو گیا

کترا جو اپنے دست نگاریں سے یار نے
کیا غنچہ کا پھول برگ گل زرد ہو گیا

ہنگام سیر باغ جو وہ شوخ ہنس پڑا
اتنا سا ہو کے غنچہ کا منھ زرد ہو گیا

دل کو ہمارے اب کسی پہلو نہیں قرار
یہ درد آشنا ہمہ تن درد ہو گیا

سر سے اٹھا کے ہاتھ ہوا سرفراز میں
دنیا پہ لات مار کے پامرد ہو گیا

یکتائی جمال کا لکھا جو بیت فی وصف
دیوان کا ہر ایک ورق فرد ہو گیا

سمجھا کہاں ہے کوئی زمانے میں خاکسار
رخ سے مرے جو رنگ اڑا گرد ہو گیا

عالم کی سیر آٹھ پہر ہے نصیب امیر
خلوت میں بیٹھکر میں جہان گرد ہو گیا

آنکھ اُسنے نہ کھولی جسے سفاک ذی تا کا
منہ دیکھکے اُٹھتی تھی قضا کسکی ادا کا

ناداں ہو دھوکا ہے تمھیں زلفِ رسا کا
سایہ ہے بتو سر پہ تمہارے یہ خدا کا

غازہ ہی نہیں لوٹ ہے گالونپہ تمہارے
ہاتھوں پہ بھی لوٹا ہوا ہے رنگ حنا کا

مجھ مست کو گلشن کی ہوا راس نہ آئی
آنکھیں نکل آئیں کوئی انگور جو تا کا

ایسا تری رحمت پہ بھروسا ہے کہ مجھسے
احسان اُٹھایا نہیں جاتا ہے دعا کا

اللہ رے شبِ غم کی سیاہی کہ سحر بھی
پڑھتی ہوئی آتی ہے عمل ردِّ بلا کا

کیا جانیے کیا ہے ترے بیمار کی حالت
عیسیٰ بھی یہ کہتے ہیں کہ ہے وقت دعا کا

گلزار میں پھولو نہ بہت لالہ و گل یہ
مرغانِ چمن یہ کوئی جھونکا ہے ہوا کا

کیا خوف ہے آندھی کی طرح آے جو دولت
رویاں بھی نہ میلا ہو گلیم فقرا کا

وعدہ جو کیا وصل کا آئے وہ پئے قتل
ہے حسن کے مشرب میں وفا نام جفا کا

کی آڑ سے مژگاں کی نگہ خیر ہو یا رب
غمزے نے جھروکے سے مجھے جھانک کے تاکا

دم توڑ رہا ہے ترا بیمارِ محبت
یہ کوسنے کا وقت ہے ظالم کہ دعا کا

ماتم میں جو کھلجاتا ہے اُس شوخ کا جوڑا
اُڑ جاتا ہے رنگ اور مری بزمِ عزا کا

پرسش کو نکیرین کی جا آئینگی حوریں
کشتہ ہوں میں اک صاحبِ عصمت کی حیا کا

خوش ہوں کہ ترے کوچے کی میں خاک ہوا ہوں
بے مانگے ملا کرتا ہے بوسہ کفِ پا کا

کیا کیا ہے شبِ وصل نگہبانیِ عصمت
چوکی ہے نزاکت کی تو پہرا ہے حیا کا

دل چھلنی کیے دیتے ہیں موے مژۂ یار
ان ننھے سے تیروں میں بھی ہو توڑ بلا کا

کچھ نیند نے کچھ نشئے نے شوخی کی کمک کی
مشکل سے شبِ وصل اُٹھا پردہ حیا کا

رونے دے تڑپنے دے مجھے بیخودیِ شوق
کیوں ساتھ چھڑاتی ہے قدیمی رُفقا کا

اللہ رے اُس گل کی کلائی کی نزاکت
بل کھا گئی جب بوجھ پڑا رنگِ حنا کا

مشتاقوں سے اپنے جو کیا کرتی ہو غمزے
کیا سیکھی ہے انداز قضا تیری ادا کا

کیا جانیے آجائے گا کس روز وہ جلاد — انسان کو معلوم نہیں وقت قضا کا
بازو پہ ہیں لپٹے دل بیمار کے باندھوں — تعویذ جو ہاتھ آئے مزار شہدا کا
اللہ ہی اس ابرو و مژگاں سے بچائے — یہ قہر کی تلوار وہ ناوک ہے بلا کا

مشتاق امیر اٹھ گئے دنیا سے ہزاروں
پردہ رخ محبوب سے اٹھا نہ حیا کا

ایک دل ہمدم مرے پہلو سے کیا جاتا رہا — سب تڑپنے تلملانے کا مزا جاتا رہا
سب کرشمے تھے جوانی کے جوانی کیا گئی — وہ امنگیں مٹ گئیں وہ ولولا جاتا رہا
درد باقی غم سلامت ہے مگر اب دل کہاں — ہائے وہ غم دوست وہ درد آشنا جاتا رہا
آنے والا جانے والا بیکسی میں کون تھا — ہاں مگر اک دم غریب آتا رہا جاتا رہا
ہائے کیا ہے موہنی ہے سحر ہے اعجاز ہے — اک نگاہ لطف میں سارا گلا جاتا رہا
مرگیا میں جب تو ظالم نے کہا افسوس آج — ہائے ظالم ہائے ظالم کا مزا جاتا رہا
درد باقی داغ باقی دل ہی پہلو میں نہیں — رہ گئے نا آشنا سب آشنا جاتا رہا
جھوٹے وعدوں سے وہ راحت کا سہارا بھی گیا — وائے قسمت یاس کا بھی آسرا جاتا رہا
بے تکلف شوخیوں نے تو انکو کر دیا — پر وہ شرمیلی نگاہوں کا مزا جاتا رہا
شربت دیدار سے تسکین سی کچھ ہو گئی — دیکھ لینے سے دوا کے درد کیا جاتا رہا
آیت لاتقنطوا اتری تو عاصی بول اٹھے — آج سے اندیشۂ روز جزا جاتا رہا
مجکو گالیوں میں جو دیکھا چھیڑ کر کہنے لگے — کیوں میاں کیا ڈھونڈتے پھرتے ہو کیا جاتا رہا
نیند بھی فرقت میں کہاں بیٹھی ہے آنکی قسم — خواب میں بھی دیکھنے کا آسرا جاتا رہا
جب تلک تم سے تھے کشیدہ دل تھا شکووں سے بھرا — تم گلے سے لگ گئے سارا گلا جاتا رہا
مرگ دشمن پر کف افسوس تم ملتے تو ہو — پھر ملوگے ہاتھ اور رنگ حنا جاتا رہا
شیخ جی ہیں اور شب بھر دخت رز سے اختلاط — وہ تقدس ہو چکا وہ اتقا جاتا رہا

شوخیان رگ رگ مین ہین چھپتا وہان کسکا ہے رنگ
آتے آتے ہاتھ مین رنگِ حنا جاتا رہا

ہاے وہ صبحِ شبِ وصل انکا کہنا شرم سے
اَب تو میری بیوفائی کا گلا جاتا رہا

بیخودی کا ہو برا محروم رکھا وصل سے
آپ جب آئے تو دل سے مدعا جاتا رہا

دل وہی آنکھیں وہی لیکن جوانی وہ کہان
ہاے اَب وہ تاکنا وہ جھانکنا جاتا رہا

ہیر سے دشمن سوگ دشمن کا کرین جانے بھی دے
بوالہوس بدنام کن اچھا ہوا جاتا رہا

مین نے چھاتی سے لگا کر جسکو رکھا عمر بھر
ہاے وہ نازون کا پالا دل مرا جاتا رہا

گھورتے دیکھا جو ہمچشمون مین جھنجلا کر کہا
کیا لحاظ آنکھون کا بھی او بیحیا جاتا رہا

کیا بری شئے ہے جوانی راتدن ہے تاک جھانک
ڈر بتون کا اک طرف خوفِ خدا جاتا رہا

کھو گیا دل کھو گیا رہتا تو کیا ہوتا امیر
جانے دو اک بیوفا جاتا رہا جاتا رہا

غنی ساتھ دنیا سے کیا لے گیا
مگر جو کسیکو دیا لے گیا

بڑی پیچ در پیچ تھی راہِ دیر
خدا ہمکو لایا خدا لے گیا

تری آنکھ کا تل وہ بادی ہے چور
اشارون مین دل کو اڑا لے گیا

عجب ترکِ غمزہ بھی چالاک تھا
لگاوٹ سے ہمکو لگا لے گیا

کیا غم نے تاراج جب صبر کو
کہا دل نے وہ لیگیا لے گیا

گیا سامنے یار کے مین تو یون
کہ ہاتھون سے دل کو سنبھالے گیا

گیا دل تو طاقت بھی جاتی رہی
تڑپنے کا بھی وہ مزا لے گیا

بظاہر رہا مجھ سے غافل مگر
کنکھیون سے وہ دیکھے بھالے گیا

بہت تھے اسیرانِ زندانِ ہوش
جنون آکے سبکو چھڑا لے گیا

وہ جب تک رہا مجھپہ برسا کیا
بخار اپنے دل کا نکالے گیا

سگِ یار تھا مستحق لے امیر

مرے استخوان کیون ہما لے گیا

پرسش کو مری کون مرے گھر نہین آتا — تیور نہین آتے ہین کہ چکر نہین آتا

تم لاکھ قسم کھاتے ہو ملنے کی عدو سے — ایمان سے کہدون مجھے باور نہین آتا

قاتل ہی کے کھنچنے کی شکایت نہین ہمدم — خنجر بھی تو پہلو سے کسے برابر نہین آتا

مین واسطے دیتا ہون وہ خط لے نہین جاتا — قاصد کو ذرا خوف پیمبر نہین آتا

ڈرتا ہے کہین آپ نہ پڑجاے بلا مین — کوچے مین ترے فتنۂ محشر نہین آتا

غیرون نے برا مجھکو کہا ہو تو کہا ہو — باور انہین آیا ہو یہ باور نہین آتا

ناوک کی خطا ہے نہ کماندار کی تقصیر — اے طائر دل وقت برابر نہین آتا

جو مجھپہ گزرتی ہے کبھی دیکھ لے ظالم — پھر دیکھون کہ رونا تجھے کیونکر نہین آتا

پھول اُسنے کھلائے کہ بتو یہ نہ کہو تم — اللہ کے گھر سے ہمین زیور نہین آتا

دو دانون پر اشکون ہی کے دون فاتحۂ دل — افسوس ہے اتنا بھی میسر نہین آتا

کہتے ہین یہ اچھی ہے تڑپ دل کی تمہارے — سینے سے تڑپکر کبھی باہر نہین آتا

بنجاتی ہین چلمن رخ روشن کی شعاعین — آتا بھی ہے باہر تو وہ باہر نہین آتا

سلجھاتے ہین جب زلف تو الجھاتی ہین اک دل — فرق اس مین کبھی بال برابر نہین آتا

چوٹ اُس نگہ ناز کی کھاتا نہین ناصح — یہ صید کبھی تیر کی زد پر نہین آتا

دشمن کو بھی ہوتی ہے مرے حال پہ رقت — پر دل یہ ترا ہے کہ کبھی بھر نہین آتا

غیرون سے اشارے مرے آگے سر محفل — پھر آپ کہین گے کہ مجھے شر نہین آتا

کب آنکھ اٹھاتا ہون کہ آتے نہین تیور — کب بیٹھکے اٹھتا ہون کہ چکر نہین آتا

غربتکدۂ دہر مین صدمے سے ہین صدمے — اسپر بھی کبھی یاد ہمین گھر نہین آتا

ہم جسکی ہوس مین ہین امیر آپ سے باہر
وہ پردہ نشین گھر سے بھی باہر نہین آتا

کچھ ٹھکانا ہے ناتوانی کا
نہ اُٹھا بوجھ زندگانی کا

داغ دل مین جو ہے جوانی کا
گُل ہے یہ شمع زندگانی کا

جانتا ہون کہ خودنما ہو تم
پردہ کب تک یہ لن ترانی کا

اور اے پیر چرخ کیا کوسون
صبر تجھ پر مری جوانی کا

راہ مین وہ جب مجھے ملے تو ہوا
سامنا مرگ ناگہانی کا

حلقۂ چشم وقت نزع نہین
ہے یہ چھلا تری نشانی کا

جوش فصل بہار مین اے گُل
رنگ ہے تیری نوجوانی کا

ناز اُنکے بھی اُٹھ نہین سکتے
زور ہے اب یہ ناتوانی کا

اسطرف بھی نگاہ لطف کبھی
صدقہ اے نوجوان جوانی کا

مرگ جسکو جہان مین کہتے ہین
نام ہے میری زندگانی کا

مثل شبنم ہماری قسمت مین
ایک دانہ ہے وہ بھی پانی کا

رُخ ترا کس طرح مین دیکھ سکون
زلف ہے لام لن ترانی کا

اے غم یار مین نہین مٹتا
نام مٹتا ہے ناتوانی کا

چکر آیا مجھے تو یہ سمجھا
اُسنے چھلا دیا نشانی کا

بہر نام سکندر آئینہ
چشمہ ہے آب زندگانی کا

پر چکین مانگین کو دیتا ہے
جوبن اُبھرا ہوا جوانی کا

گُل کے سمجھا یہ مین کہ دیدۂ تر
چور ہے شمع زندگانی کا

چودھوین کا بھی چاند صدقے تھا
ہائے عالم تری جوانی کا

نہ اُٹھا مفلسی مین دست سوال
ہے یہ احسان ناتوانی کا

پورا پورا شبیہ یوسف مین
رنگ ہے تیری نوجوانی کا

کیون نہ پیری مین داغ دل ہو عزیز
پھول ہے باغ نوجوانی کا

دل بتون سے اُٹھا نہین سکتا
شکر کرتا ہون ناتوانی کا

منتظر حشر مین ہے دامن تر
مہرِ محشر کی مہربانی کا

رنگ کیا ہے فراق مین مجھکو
آسرا مرگِ ناگہانی کا

دل تو مین نذر کر چکا اے جان
اب سبب کیا ہے مہربانی کا

زیست کا اعتبار کیا ہے امیر
آدمی بُلبُلا ہے پانی کا

گھر بن تمہارے عنبر سے جایا نہ جائیگا
آغوشِ نور مین کبھی سمایا نہ جائیگا

دل گیسوؤن مین ہم سے پھنسایا نہ جائیگا
اِس چاند کو یہ داغ لگایا نہ جائیگا

بیخود نہ کر وصال مین اے جلوۂ صنم
ہون ناتوان پھر آپ مین آیا نہ جائیگا

کہتا ہے دل چھپاؤن گا مین خوبانِ عشق
آنکھین یہ کہتی ہین کہ چھپایا نہ جائیگا

تلوار اُن سے کھینچ نہین سکتی نہ کھینچ سکے
کیا سُرمہ آنکھ مین بھی لگایا نہ جائیگا

جب دیکھ لوگے یاس بھری میری شکل تم
پھر تم سے میرے دلکو دکھایا نہ جائیگا

لاکھون کو خاک مین تو ملا دیگا آسمان
ظالم سے دو دلون کو ملایا نہ جائیگا

چہرہ چھپالین آنکھ چُرالین حیا سے وہ
جوبن اُبھار پر ہے چھپایا نہ جائیگا

لاؤن مین اُن سے دل مین کدورت مجال ہے
یہ لعل خاک مین تو ملایا نہ جائیگا

پہنا سکے جنکو پھولونکے ہار اُنسے بعدِ مرگ
دو پھولون سے کفن بھی بسایا نہ جائیگا

ترکِ ادب ہے دل سے مٹاؤن جو داغِ عشق
مسجد کا ہے چراغ بجھایا نہ جائیگا

وہ غنچہ اس چمن مین مرا دل ہے اے امیر
بادِ بہار سے بھی کھلایا نہ جائیگا

دل مین خیال اُن آنکھون کا لایا نہ جائیگا
میخانہ گھر خدا کا بنایا نہ جائیگا

آہون سے سوزِ عشق مٹایا نہ جائیگا
آندھی سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

یہ تیرہ شامِ غم ہے کہ کہتا ہے سایہ بھی
اب مجھ سے پاس آپکے آیا نہ جائیگا

گر ہین یہی جفائین تو ظالم جزا کے دن
آڑے مری وفا سے بھی آیا نہ جائیگا

کیون یاس توڑتی ہے مرے دل کا آسرا
یہ گھر اُجڑ گیا تو بسایا نہ جائیگا

وحشت مین تھک کے مجھ سے یہ ہمزاد نے کہا
مجھ سے تو ساتھ آپ کے آیا نہ جائیگا

چُلّو ہی سے پلا دے مجھے ساقیا اتر آ
ہون ناتوان جام اُٹھایا نہ جائیگا

دکھلا کے سبکو دستِ حنائی وہ کہتے ہین
عاشق کا یہ لہو ہے چھپایا نہ جائیگا

روؤن گا دردِ دل سے کبھی مین جو باغ مین
پھولونکو پھر صبا سے ہنسایا نہ جائیگا

دوزخ نے مجکو دیکھ کے مالک سے یہ کہا
مجھسے تو یہ غریب جلایا نہ جائیگا

سَو غمگسار لاکھ ہون غمخوار آس پاس
دل مین جو درد ہی وہ بٹایا نہ جائیگا

مجھ رُوسیہ کو قبر مین رہنے دے اے کریم
یہ مُنہ کسیکو مجھ سے دکھایا نہ جائیگا

تیرے ہزار غمزے مین قاتل اُٹھاؤنگا
خنجر کا تیرے ناز اُٹھایا نہ جائیگا

دیدارِ یار کا نہ اُٹھیگا مزہ امیر
جب تک دوئی کا پردہ اُٹھایا نہ جائیگا

کھولے ہوئے جُوڑا تجھے ایجان نہین دیکھا
اس باغ مین سنبل کو پریشان نہین دیکھا

وہ خار ہون جسنے کبھی دامان نہین دیکھا
وہ پھول ہون مین جس نے گریبان نہین دیکھا

کیا کہتے ہو بس دیکھ لیا حال تمہارا
دیکھو گے ابھی تم نے مری جان نہین دیکھا

ہان دستِ جنون دیکھین تو ہم نے کبھی ابتک
آغوش مین دامن کے گریبان نہین دیکھا

بیفائدہ تم کھینچتے ہو تیر کو دل سے
اس گھر سے نکلتے ہوے مہمان نہین دیکھا

برباد کیا مجکو ہوا آپ بھی برباد
نادان کوئی تجھسا دلِ نادان نہین دیکھا

کیا شوق ہے دکھلا کے وہ رُخ پوچھین جو مجھسے
اب بھی نہین دیکھا تو کہون ہان نہین دیکھا

دل لینے مین ہر طفلِ حسین ہوتا ہے اُستاد
اس فن مین تو نادان کو بھی نادان نہین دیکھا

تیغ نگہِ یار نے بھی رُخ نہ کیا ہائے
اُجڑے ہوئے دل کا کوئی خواہان نہین دیکھا

وہ دل تھا ہمارا کہ تری تیغ نظر نے
تلوار کے مُنہ پر بھی ہراسان نہین دیکھا

ہے محفلِ دنیا بھی عجب درد کی محفل
وہ آنکھ نہ دیکھی جسے گریان نہین دیکھا

دیکھا تو مرے حال کو سَو مرتبہ تم نے
پر دیکھنے کی طرح مریجان نہین دیکھا

جان آنکھون سے دم تن سے نکلتے ہوئے دیکھے
پر دل سے نکلتے ہوئے ارمان نہین دیکھا

آنکھون نے جو دیکھا اُسے تو دل یہ پکارا
مین نے ابھی اسے جلوۂ جانان نہین دیکھا

افسردہ امیر اپنی تباہی سے ہے توکیون
کیا حوصلۂ کلبِ علی خان نہین دیکھا

مین کبھی وقت پہ مقتل سے نہ ٹل جاؤنگا
کچھ زمانہ نہین کروٹ جو بدل جاؤنگا

لاکھ دنیا مین پھنسون چال وہ چل جاؤنگا
کہ مین اس بھول بھلیان سے نکل جاؤنگا

اس سرا مین مین مسافر نہین رہنے آیا
رہ گیا تھک کے اگر آج تو کل جاؤنگا

خبر آئی کہ وہ آتا ہے عیادت کے لیے
اب کچھ اُمید پڑی ہے کہ سنبھل جاؤنگا

سوچتا ہے مری تپ دیکھکے فرقت مین طبیب
نبض کو ہاتھ لگاؤنگا تو جل جاؤنگا

ہون سبک رُوح کرے گا مجھے کیا قید کوئی
مثلِ آوازِ سلاسل سے نکل جاؤنگا

مستی اُن آنکھون مین آئی ہے تو کہتا ہے حجاب
دیکھ تو آئی تو مین گھر سے نکل جاؤنگا

باغِ عالم مین ہون گویا شجرِ آتشباز
اور بھی پھولون پھلون گا جو مین جل جاؤنگا

سامنے سے جو وہ سرکین گے تو ہوگی یہ تڑپ
عکسِ آئینہ صفت گھر سے نکل جاؤنگا

دیکھنے دے مجھے رخسار ترا حرج ہے کیا
دو گھڑی دیکھکے پھولون کو بہل جاؤنگا

مرکے بھی دل سے مٹے گا نہ حسینونکا خیال
ساتھ لیکر مین یہی حسنِ عمل جاؤنگا

جوشِ وحشت مین مجھے قیدیِ زندان نکرو
سیل ہون توڑ کے دیوار نکل جاؤنگا

آتشِ عشق مجھے ہوگئی گلزارِ خلیل
دل مین سمجھا تھا وہ کافر کہ مین جل جاؤنگا

قدردان مصحفی و حضرت سودا تھے امیر
لیکے تربت پہ انہین کی یہ غزل جاؤنگا

چال وحشت کی کسی روز جو چل جاؤنگا
دو قدم مین مین دو عالم سے نکل جاؤنگا

جوہری ہو کہ نہو کوئی سخن کا پس مرگ
تھوک کر مین تو لہو لعل اُگل جاؤنگا

اب مین گریان ترے کوچے مین جو آیا آیا
کوئی چھالا ہون برس کر جو نکل جاؤنگا

کوسے جانان مین یہ کہتا ہے مرا دل مجھسے
تو اُٹھاتا ہے مجھے مین گر کے مچل جاؤنگا

مجھسے کہتا ہے شب وصل یہ جوبن اُنکا
تیرے آغوش کے سانچے مین مین ڈھل جاؤنگا

پھونکنے آئی ہے کیون آتش فرقت مجکو
مین پتنگے کی طرح وصل مین جل جاؤنگا

غش سنبھلنے نہین دیتا مجھے لے شوق وصال
ہان اگر تو نے سنبھالا تو سنبھل جاؤنگا

پھونک دیگی جو مجھے آگ مین قسمت میری
مین سیہ بخت دھوان بن کے نکل جاؤنگا

آج بوسہ تجھے دیتے ہی بنیگا ایجان
کچھ ترا وعدہ نہین ہون کہ مین ٹل جاؤنگا

نور شمع تہ فانوس ہون مین زیر فلک
بھید رہنے کا نہین صاف نکل جاؤنگا

چکنی چکنی تری باتین نہین سنتا ناصح
ڈر رہا ہے کہ پھسلاؤن گا پھسل جاؤنگا

وعدہ وصل پہ چاہی جو قسم ہنس کے کہا
رنگ اُترا مین نہین تیرا کہ بدل جاؤنگا

وصل مین اُس سے مرا حوصلہ کہتا ہے امیر
کیا مین ارمان عدو ہون کہ نکل جاؤنگا

حریم کوچہ قاتل کی راہ گر لینا
سمند عمر سے اے شہسوار اُتر لینا

جگر سے اُٹھتے ہین شعلے کہ لو سوا ہمدم
کدھر یہ آگ لگی ہے ذرا خبر لینا

یہ مجکو دیکھ کے پلکون کو حکم ابرو ہے
بچے جو تیغ سے تم برچھیون پہ دھر لینا

پڑا ہے دیر سے مٹی خراب ہوتی ہے
لگا دو ہاتھ غبار سے کو [illegible] لینا

لٹک کے کہتی ہے وہ زلف لاکھ پیچ پڑین
بلا ہین اُسکی مجھے سر سے تا کمر لینا

مزے اُڑا کہ دیر تو یہ باز ہے زاہد
حسین شراب جو دین پیکے توبہ کر لینا

وہ مسکرا کے مرے چھیڑنے کو کہتے ہین
کہان چمک کے یہ بجلی گری خبر لینا

کباب سیخ کی گردش سے کم نہین آے دل
شب فراق مین کروٹ ادھر اُدھر لینا

شہید ناز کا تابوت اُٹھا تو فرمایا
برات جاتی ہے کس کی ذرا خبر لینا

امیر جاتے ہو بتخانے کی زیارت کو
پڑے گا راہ مین کعبہ سلام کر لینا

دم اخیر ہے لازم نظارہ کر لینا
خدا سے کام پڑا ہے بتو خبر لینا

چلا تو ہے طرف کعبہ دیکھ لے حاجی
جو دَیر راہ مین آئے طواف کر لینا

پکارتے ہین یہ کشتے تمہارے مقتل مین
رہے ہین کھیت ہمارے ذرا خبر لینا

مریض غم کی عیادت کو جب ہوے وہ سوا
کہا قضا سے کہ بڑھکر ذرا خبر لینا

یہ تیر غمزہ سے کہتی ہے تیغ ناز اُسکی
جو دل پہ قبضہ مرا ہو تو تو جگر لینا

ہجوم ہوگا بہت جلوہ گاہ حشر مین یار
اگر پہنچ نہ سکون مین مری خبر لینا

نہ توڑ شام سے اے دل شب فراق مین دم
ابھی تو رات ہی ساری پڑی ہے مر لینا

گلے سے قتل کے دن عضو عضو کہتا ہے
مری طرف سے بھی خنجر کو پیار کر لینا

چمک کے ابر سے عالم پہ گر پڑی بجلی
یہ کس نے پردے سے ہے جھانکا ذرا خبر لینا

تڑپ کے منہ سے کلیجا نکل پڑے نہ امیر
بہت جو درد اُٹھے دل پہ ہاتھ دھر لینا

ناوک ناز سے مشکل ہے بچانا دل کا
درد اُٹھ اُٹھکے بتاتا ہے ٹھکانا دل کا

لوٹ جاتے تھے حسین دیکھ کے آنا دلکا
کیا موافق تھا جوانی مین زمانا دل کا

کہتے ہین کیا ہین کرین ہم کو فسانا دل کا
وہی جھگڑا وہی دکھڑا ہے پرانا دل کا

آفرین کہنے سے رک جاتا ہے قاتل میرا
لذت قتل گھٹاتا ہے بڑھانا دل کا

اسنے دیکھا اسے اور اسنے اسے دیکھ لیا
ابتو دشوار ہے پہلو مین چھپانا دل کا

آج اس شوخ سے پیکان مری دل مین آیا
آگیا یاد کسی شوخ پہ آنا دل کا

ہائے وہ پہلی ملاقات مین میرا رکنا
اور اُس کا وہ لگاوٹ سے بڑھانا دل کا

عشق مین پھر کہان ضبط کہان تاب کہان
جان جانا نہین ہمدم یہ ہے جانا دل کا

نچلے بیٹھے رہو قدمون پہ پڑا رہنے دو
دیکھو اچھا نہین ایسا ہان اُٹھانا دل کا

قیس کم ظرف تھا فرہاد تنک حوصلہ تھا
دل لگی ہمتو سمجھتے ہین لگانا دل کا

سینہ چھلنی کیسے دیتی ہین نگاہین اُنکی
ڈھونڈتے پھرتے ہین یہ تیر ٹھکانا دل کا

یون نہ ہاتھ آئیگا یہ مال کبھی دزدِ حنا
سیکھ دزدیدہ نگاہی سے چُرانا دل کا

مستقل آہ کی پہلو سے صدا آتی ہے
اب وہ ہے درد کا گھر تھا جو ٹھکانا دل کا

نگہ ناز سے کہتے ہین اُڑا دے اسکو
سامنے آ ہی گیا ابتو ستانا دل کا

جی لگے آپ کا ایسا کہ کبھی جی نہ بھرے
دل لگا کر جو سنین آپ فسانا دل کا

حسرت و درد کا اللہ رے فرقت مین ہجوم
کہ نہین اب کسی گوشے مین ٹھکانا دل کا

دل مرا لیکے دکھا دی مجھے مٹھی خالی
پھر کہا دیکھ لیا ہاتھ سے جانا دل کا

ہائے وہ دیکھ کے اُبھرا ہوا جوبن اُن کا
دونون ہاتھون سے مرا اسکو دبانا دل کا

مشربِ عشق مین کیسی ہین یہ اُلٹی باتین
وہ لگے جانے کو یہ کیون کہتے ہین آنا دل کا

تیر پہ تیر لگا کر وہ کہا کرتے ہین
کیون جی تم کھیل سمجھتے تھے لگانا دل کا

دل جو دین اُن سے تو ای جان یہ گھبرا پردہ
اور روا رکھتے ہو پردے مین بھی آنا دل کا

کسی پہلو پہ وہ آئین مگر آئین تو سہی
نہ سُنین بات مری سن لین فسانا دل کا

گریہان کرنے کا ہے خوب سلیقہ اُنکو
سیکھو آنکھون کی شرارت سے جلانا دل کا

پھیر کر منہ مجھے ترپاتے ہین اور کہتے ہین
رُخ بدلکر ہم اُڑاتے ہین نشانا دل کا

جتنے ارمان تھے جی بھر کے نکالے یہان
وصل مین لوٹ لیا تمنے خزانا دل کا

نگہِ ناز سے غمزے نے کہا تڑپا کر
یون اُڑا دیتے ہین اُستاد نشانا دل کا

ہر نگہ وصل مین اُس شوخ کی کہتی ہے امیر
ہو جسے حکم اُڑا دے وہ نشانا دل کا

کیا تین اسے پردہ نشین قتل کا خواہان ہوتا
شرم آتی تجھے خنجر بھی جو عریان ہوتا

رونے والا کوئی ہوتا تو کچھ آنسو پچھتے
ابر ہی آکے مری خاک پہ گریان ہوتا

داغ ہی دینے کو لیتا کوئی لینا تو سہی
کوئی بے رحم ہی دل کا مرے خواہان ہوتا

درد ہی تھا دلِ بیمار کا غمخوارِ قدیم
اب یہ صورت ہے کہ وہ بھی نہین پرسان ہوتا

حلقۂ زلف مین وہ رُخ جو جھلک دکھلاتا
جلوہ گر کفر کی آغوش مین ایمان ہوتا

لطف تھا دست درازی کا جب اے وحشتِ دل
بڑھ کے دامن سے ہم آغوش گریبان ہوتا

دیکھتے چاہ سے تم پیار سے ہم تو شبِ وصل
دل مین جو کچھ تھا سب آنکھون سے نمایان ہوتا

پیکے واعظ مے گلگون مرے دشمن پچتائین
تیرے کہنے سے نہ پیتا تو پشیمان ہوتا

بوسہ کیا مجکو دیا ہے کہ خریدا ہے غلام
اس سے احسان نہ کرتے وہ تو احسان ہوتا

ہلکے زخمون نے مزہ کچھ نہ دیا خوب ہوا
مفت ان اوچھون کا شرمندۂ احسان ہوتا

ایسے ہنگامے بہت دیکھے ہین اُس کوچے مین
حشر کیا فتنہ ہے جس سے مین پریشان ہوتا

جب وہی حور نہین خلد مین تو وا اورِ حشر
جھونک دیتا مجھے دوزخ مین تو احسان ہوتا

ایک ارمان نکلتا ہے تو سو آتے ہین
دل عجب گھر ہے کہ ہرگز نہین ویران ہوتا

پھوٹ پڑتی نہ اگر شیخ و برہمن مین یہان
تو نہ کافر کوئی ہوتا نہ مسلمان ہوتا

کہہ اٹھا اِس لیے منصور انا الحق کہ وہ شوخ
خونِ ناحق سے پسِ قتل پشیمان ہوتا

کیا مزہ دیتی ہے رہ رہ کے کھٹک اسکی امیر
دل کے بدلے بھی مرے سینے مین پیکان ہوتا

ہمسے دل دردِ محبت کا دُکھایا نہ گیا
زخم کھایا کیے ٹانکا کبھی کھایا نہ گیا

نبض کی چال سکھائی تپشِ دل نے مجھے
عمر چلتے ہوئے گزری کہیں آیا نہ گیا

کتنا نازک تھا دلِ زار کہ پژمردہ رہا
رنگ کا بوجھ بھی اِس گل سے اُٹھایا نہ گیا

کبھی کاجل کبھی آنکھوں میں لگایا سرمہ
رات تھا کونسا جادو کہ جگایا نہ گیا

یہ مرادِل ہے کہ ہو آئین نہان الفتِ زلف
دیکھو آئینے سے اک بال چھپایا نہ گیا

کبک و طاؤس نے ہر گام پہ کھائی ٹھوکر
تیری رفتار کا انداز اُڑایا نہ گیا

دخترِ رز شوخ تھی مستوں ہی کی صحبت میں رہی
چار دن پردے میں ساقی سے بٹھایا نہ گیا

قیس کی خاک اُڑانے کو ہوا آندھی تھی
پردۂ محملِ لیلیٰ کو اُٹھایا نہ گیا

جامِ مے فرقتِ جانان میں پلانا کیسا
قدحِ زہر بھی ساقی سے پلایا نہ گیا

لاش بے گور و کفن وادیِ غربت میں رہی
مر کے بھی غیر کا احسان اُٹھایا نہ گیا

بزمِ غم میں مجھے قسمت نے بنایا ہے چراغ
کس کا مہمان ہوا میں کہ جلایا نہ گیا

چرخِ ممسک نے مٹانے میں بہت کوشش کی
نامِ حاتم تھا مگر میں کہ مٹایا نہ گیا

تیغِ قاتل بھی ہے کیا چشمۂ بے فیض امیر
کوئی قطرہ کسی پیاسے کو پلایا نہ گیا

دردِ الفت نے وہاں سے بھی نکالا ہوتا
قید اگر عرش کی زنجیر میں نالا ہوتا

کان میں بجلیوں سے حسن دوبالا ہوتا
اشہبِ ناز کو چمکا کے نکالا ہوتا

طور پر ہم سا اگر دیکھنے والا ہوتا
دیکھتے برقِ تجلی کو سنبھالا ہوتا

جب میں کہتا ہوں نہ جھگڑا سرِ گردن کا مٹا
تیغ کہتی ہے مجھے بیچ میں ڈالا ہوتا

اور سامانِ جنون میں ہمیں درکار نہیں
کوئی نشتر کوئی کانٹا کوئی چھالا ہوتا

ناتوانوں کو گرایا تو فلک کیا پایا
کسی گرتے ہوئے بیکس کو سنبھالا ہوتا

منحصر ساغرِ جم ہی پہ نہیں بادہ کشی
ٹوٹا پھوٹا کوئی مٹی کا پیالا ہوتا

مجھ پر آنکھیں جو نکالیں تو ہوا کیا حاصل
کوئی ارمان مرے دل کا نکالا ہوتا

شوق ہوتا مرے قاتل کو جو گلبازی سے
مین نے سر کاٹ کے مقتل مین اُچھالا ہوتا

ہاتھ سے یار کے مے پیتے تو ہوتا نہ گناہ
کوثر سے بچ جاتے اچھوتا جو پیالا ہوتا

حسن بے پردہ سرِ طور پکارا آکر
چھپتے جب ہم کہ کوئی دیکھنے والا ہوتا

دلِ بیتاب پہ بجلی کی طرح گرتی تھی
شرم نے وصل مین شوخی کو سنبھالا ہوتا

فکرین دوڑین مجھے کھانے مین عدم کو کھاتا
لاکھ مُنہ ایک مین کس کس کا نوالا ہوتا

پھول ہنس ہنس کے مرے زخمِ جگر بنجاتے
کوئی خوش ہو کے اگر دیکھنے والا ہوتا

وادیِ گرمِ محبت مین ہین کانٹے پیاسے
کاش اک چھوٹی سی چھاگل لیے چھالا ہوتا

او بتِ اللہ تو ہے آپ رگِ گردن مین
ہاتھ ہی تو نے گلے مین مرے ڈالا ہوتا

رگِ جان آپ ہی گر ڈوب کے اُچھلی تو کیا
اُس کے ڈوبے ہوے نشتر کو اُچھالا ہوتا

پیاس سے حلق مین بسمل کے پڑی ہین کانٹے
چھیڑتے خنجرِ قاتل مین جو چھالا ہوتا

کیا بلا جھوم کے گھنگھور گھٹا آئی ہے
ہائے اِسوقت مرا گیسوؤن والا ہوتا

لذتِ داغِ محبت سے جو ہوتا آگاہ
ہوتی ہر پھول کو حسرت کہ مین لالا ہوتا

لطف حسرت کی نگاہونکا تو جب تھا کہ امیر
ان نگاہون کا کوئی دیکھنے والا ہوتا

اُٹھکے اُس محفل سے گھبراہٹ کا احسان رہگیا
زانوِ جانان کے نیچے دب کے دامان رہگیا

قافلہ منزل پہ پہنچا ہائے لٹے واماندگی
مین پریشان صورتِ گردِ بیابان رہگیا

یون تو رکھا سیکڑون نے تیرے مقتل مین قدم
رہگیا جو کھیت اُسکے ہاتھ میدان رہگیا

بوسے کی لذت مین بھولے شکوۂ دشنامِ یار
عیبِ منعم پردۂ ہمت مین پنہان رہگیا

جانتے ہین گل اُسکو ہم اسیرانِ قفس
دلمین جو داغِ تماشاے گلستان رہگیا

قالبِ بے روح کی کیا خاک ہو عالم مین قدر
کوچ یوسف نے کیا خالی یہ زندان رہگیا

دیدۂ بسمل پہ حیرانی نے پٹی باندھ دی
مرتے دم نظارۂ قاتل کا ارمان رہگیا

پردہ پوشی تو بہت کی زخم دامن دار نے
خنجر قاتل مگر عریان کا عریان رہگیا

پردہ اُلٹا رُخ سے اُسنے سبکو دکھلایا جمال
رہ گیا تو اک مری آنکھون سی پنہان رہگیا

شکر کی جا ہے پڑی سینہ شگافی کی اُمید
جذبِ دل سے ٹوٹ کر قاتل کا پیکان رہگیا

وا ے حسرت مار ڈالا مجکو شوقِ قتل نے
ذبح کرنے کا مرے قاتل کو ارمان رہگیا

پردۂ وحشت ہوا فرطِ نقاہت سے نہ فاش
ہاتھ دامن سے جو پہنچا تا گریبان رہگیا

ساتھ ہی گیسو کے آیا مصحفِ رُخ کا خیال
خیر گزری جا چکا تھا آج ایمان رہگیا

دل جو میرا بہ گیا ہو کر لہو تو بہ گیا
شکر ہے اُسکی جگہ پہلو مین پیکان رہگیا

کوچ ہے درپیش سبکو ہو گدا یا بادشاہ
آگیا اس گھر مین جو دو روز مہمان رہگیا

آئے بیٹھے اُٹھ گئے کتنے حسین لیکن امیر
شکلِ آئینہ مین اُس محفل مین حیران رہگیا

تصور مین زلفون کے رویا کیا
مین بالون مین موتی پرویا کیا

وہ ہنس ہنس کے نشتر چبھویا کیا
مین رو رو کے دامن بھگویا کیا

دہان و کمر کو دکھا کر وہ بت
مجھے دونون عالم سے کھویا کیا

عجب قدرتِ حق کے اے بت ہین کھیل
کہ مٹی کے پتلے کو گویا کیا

بُرا خوابِ غفلت کا ہو وقت کوچ
گئے میرے ساتھی مین سویا کیا

ہوا جب سے وہ گُل طرفدارِ غیر
مرے حق مین کانٹے ہی بویا کیا

تصور مژہ کا تری رات بھر
رگِ جان مین نشتر چبھویا کیا

تڑپنے کی بسمل کے دیکھی نہ سیر
لہو سے وہ تلوار دھویا کیا

رہا خواب مین اُن سے شب بھر وصال
مرے بخت جاگے مین سویا کیا

خطِ سبز کے غم نے غوطے دیے
خضر میری کشتی ڈبویا کیا

جوانی مین بھی یان نہ آئی ہنسی
مین اپنے لڑکپن کو رویا کیا

مزہ وصل کی شب کا یون بڑھ گیا | کہ کچھ دن چڑھے تک وہ سویا کیا

پسِ مرگ مٹی بھی اُس نے نہ دی
امیر آبرو مفت کھویا کیا

ہر جام مین ہے جلوۂ مستانہ کسی کا | میخانہ ہمارا ہے جلوخانہ کسی کا
جس آنکھ کو دیکھا ہے جلوخانہ کسی کا | جس دل پہ نظر کی وہ ہے کاشانہ کسی کا
جب دیکھتے ہین ابرِ سیہ کہتے ہین ہم مست | جاتا ہے یہ اُڑتا ہوا میخانہ کسی کا
بو زُلف کی لائی جو صبا مین نے یہ جانا | دل لینے کو آیا ہے یہ بیعانہ کسی کا
بدلی ہے کہ میخانہ ہے بجلی ہے کہ مے ہے | یہ رعد ہے یا نعرۂ مستانہ کسی کا
پیچل ہے مجھے اُس قاتلِ عالم کی گلی مین | کچھ کام کرے ہمتِ مردانہ کسی کا
ساقی نہ دکھا پھر خدا ساغرِ خالی | لبریز ہوا جاتا ہے پیمانہ کسی کا
یہ حُسن کے بازار مین کیا لوٹ پڑی ہے | سَو دیتے ہین پھرتا نہین بیعانہ کسی کا
اے طالعِ بیدار مین سوتا ہون خبردار | پہلو سے مرے ہو نہ جُدا شانہ کسی کا
کیا تم سے کہون دل کی خرابی کا مین احوال | برباد ہوا اللہ گھر ایسا نہ کسی کا
ساقی ہے حیا موجۂ مے ہے نگہِ شرم | وہ جھپی ہوئی آنکھ ہے پیمانہ کسی کا
فرہاد پہ کیا گزری جو مجھ پر نہین گزری | مین اپنے سوا کیون کہون افسانہ کسی کا
کچھ اور بڑھا دیتی ہے اُس حُسن کی مستی | یہ آرسی چھوٹا سا ہے پیمانہ کسی کا
آوازِ پری صُور کی آواز کو سمجھا | محشر مین ہے مست اور بھی دیوانہ کسی کا
نادان سمجھتے ہین کہ بڑ مار رہا ہے | کیا جانیے کس دُھن مین ہے دیوانہ کسی کا
مستون مین کسی کے دلِ بدمست کو ڈھونڈو | ہوگا انہین دیوانون مین دیوانہ کسی کا
ہوئی ہے جگہ گنج کی ویرانہ ہمیشہ | جو دل ہے شکستہ وہ ہے کاشانہ کسی کا
نکلا ہے کسی شمعِ جہان سوز کی دُھن مین | خورشیدِ قیامت بھی ہے پروانہ کسی کا

کیونکر نہ سنین شوق سے گل کان لگاکر
مرغان چمن کہتے ہین افسانہ کسی کا

وہ حسن ہے اللہ کی قدرت کا تماشا
رنگ اور بتون سے ہی جدا گانہ کسی کا

بیکار امیر اپنے دل و دیدہ نہین ہین
آئینہ کسی کا ہے یہ وہ شانہ کسی کا

حیا بولی ابھرا جو جوبن کسی کا
مٹا دونگی ہین چلبلا پن کسی کا

کہا مین نے حاضر ہے دل تو وہ بولے
کہ احسان لین میرے دشمن کسی کا

خرامان ہوے وہ تو بولی نزاکت
کہ مجھ سے نہ سنبھلے گا دامن کسی کا

مہ چاردہ ہو کہ خورشید محشر
کسی سے دبے گا نہ جوبن کسی کا

رقیبون سے وہ خوش رقیب ان راضی
برا کہکے مین کیون ہون دشمن کسی کا

چمکتی نہین ابر سے برق تابان
لٹکتا ہے پردے سے دامن کسی کا

نہین پہلوِ گل مین دل تنگ غنچہ
جوانی سے روٹھا ہے جوبن کسی کا

اِدھر بھی کرم اے نسیم بہاری
ترستا ہے پھولو نکو مدفن کسی کا

نظر جاتے ڈرتی ہے چین جبین سے
یہ چلمن چھپائے ہے جو بن کسی کا

نہ کر خشک اے سوزِ غم خون امیر
مجھے اِس سے رنگنا ہے دامن کسی کا

وہ کیا جانے ہوتی ہے کیسی جوانی
ابھی کھیلتا ہے لڑکپن کسی کا

کچھ اس درد سے عشق مین کوئی رویا
اثر چیخ اٹھا سن کے شیون کسی کا

جوانی کی آمد ہے ہوتا ہے رخصت
وہ نازون کا پالا لڑکپن کسی کا

شباب آچکا اب کسے دیکھتا ہے
امیر اٹھ گئے ہر بار جوبن کسی کا

تابِ گویائی نہین رکھتا دہن تصویر کا
ر
خامشی کہتے ہین جسکو ہی سخن تصویر کا

ساتھ جائیگا عدم تک پیرہن تصویر کا
یگا
پیرہن تصویر کا ہو گا کفن تصویر کا

صدمۂ فرقت نے یہ صورت بدلدی ہے مری
بھیجدون تو تسکین اہلِ وطن تصویر کا

حسن کھلتا ہے حسینون کا جسے جبتی نگاہ
جسقدر دیکھو ابھرتا ہے بدن تصویر کا

فکرِ رنگین کب ہوا کرتی ہے پیری مین ضعیف
خشک ہوتا ہے کہین نخلِ کہن تصویر کا

دیکھ جو کچھ سامنے آجاے منہ سے کچھ نہ بول
آنکھ آئینے کی پیدا کر دہن تصویر کا

اور سب حسن ان گلون مین ہین وفا لیکن نہین
رنگ لاکھون بو نہین رکھتا چمن تصویر کا

صانعِ قدرت کی ہی عالم مین صنعت سے نمود
بانکپن نقاش کا ہے بانکپن تصویر کا

غیر ممکن ہے کہ فیضِ اصل آئے نقل مین
نافہ کرتا ہے کہان پیدا ہرن تصویر کا

کم نگاہی سے وہ دیکھے جس پری کی شبیہ ہے
ایک کاغذ بھر اُتر جائے بدن تصویر کا

جلوہ گاہِ یار مین ہر اک ہی حیرت سے دوچار
کرتی ہے نظارہ ساری انجمن تصویر کا

کشتۂ حیرت ہون مجھ مین دم نہین ای تیغِ ناز
زخم کھاکر کیا لہو دے گا بدن تصویر کا

جب سے پھولا ایک بھی گل اسکا مرجھایا نہین
کیا دلِ پُر داغ میرا ہے چمن تصویر کا

ہون وہ وحشی کھینچتا ہے جب مرا نقشہ امیر
چاک کر دیتا ہے مانی پیرہن تصویر کا

شوقِ خلوت مین بھی ہی انجمن آرائی کا
آئینہ خانہ ہی گوشہ مری تنہائی کا

پاؤن پر تیرے جو سر ہے ترے شیدائی کا
بوسہ مقصود ہے پردہ ہے جبین سائی کا

پاؤن صحرا مین ٹکا کب ترے سودائی کا
دل مین لالے کے رہا داغ ہی تنہائی کا

خاک پر خون جو ٹپکا ترے سودائی کا
داغ اچھلکر وہ ہوا لالۂ صحرائی کا

ہم ترے حسن کے بازار سے پھر جائین کہان
طور ٹھیکا ہو جو موسیٰ سے تماشائی کا

بے تماشائی چمن حیرتِ نرگس سے کھلی
ملگیا کور سے سرمہ ہمین بینائی کا

شفقِ شام نہین ہے یہ مرے ماتم مین
منہ کو آیا ہے کلیجا شبِ تنہائی کا

لامکان پر طلبِ احمدؐ کو خدا نے بھی کیا
متحمل ہو بشر کیا غمِ تنہائی کا

رو سفیدی مجھے حاصل ہے سیہ کاری مین
مین بھی کیا خط عمل ہون کسی سودائی کا

شوق دیدار مین اٹھتی ہے جو ہر وقت نگاہ
ناتوان مین انہین سمجھے ہے توانائی کا

دل کفار اسی سے کیے اللہ نے خلق
بچ رہا کچھہ جو اندھیرا شب تنہائی کا

اس رخ صاف کو دیکھین تو بڑہے اور فروغ
سرمہ ہو گرد نظر آنکھہ کی بینائی کا

ٹال جاتے ہین مجھے دیکھہ کے وہ خلق کہان
رنگ ہے مفلس و منعم کی شناسائی کا

دست گستاخ سے گر دامن یوسف کو نہ چاک
اے زلیخا ہے یہ کوچہ تری رسوائی کا

کوئی آتا نہین مجھ تک جو بجز یاد خدا
لامکان گوشہ ہے شاید مری تنہائی کا

تیغ مژگان کا غضب ہاتھ لگایا تمنے
کٹ گیا پاسے نگہ چشم تماشائی کا

عین سجدے مین میسر ہے نظارہ اسکا
چشم بینا ہے کہ داغ اپنی جبین سائی کا

صحبت مردم بیحس مین بہلتا نہین دل
لاکھہ تصویرین ہون پر رنج ہے تنہائی کا

شوق سے تیغ لگاؤ مجھے لیکن ہے یہ ڈر
خندۂ زخم ڈھنڈورا نہ ہو رسوائی کا

پیاس اس کی جو بجھے گی تو مے کوثر سے
ظرف عالی ہے امیر احمد مینائی کا

داغ دیگا تجھے یہ شوق خود آرائی کا
دیکھہ آئینہ ہے دشمن تری یکتائی کا

جسنے دیکھا ہے تجھے دیکھتے ہین سب اسکو
خلق ہے محو تماشا ہے تماشائی کا

آئنہ دیکھکے آئے ہین مرے ہین ایسے
خود وہ منہ چومتے ہین اپنے تماشائی کا

راستی قد ہم الفت مین رہی ہمکو پسند
جب کیا قصد کیا تیر کی ہمرائی کا

جور پھولون کے اٹھا جی نہ چرا اے بلبل
گھر مین صیاد کے ہے محکمہ گیرائی کا

تو بھی آئے تو نہ وہ آنکھہ اٹھا کر دیکھے
اور ہی رنگ ہے اب تیرے تماشائی کا

چیخ اٹھا لوٹ گیا تونے اٹھا دی جو نقاب
آج جی چھوٹ گیا تیرے تماشائی کا

اے اجل جلد خبر لے کہ ڈراتا ہے مجھے
دیو بن بن کے اندھیرا شب تنہائی کا

دل مرا سینے میں کیا اب تو دو عالم میں نہیں
جلد پا بنکے خیال اُس بتِ ہرجائی کا

تجکو بھی جلوہ گہِ ناز میں روکا تھا ما
حوصلہ دیکھ لیا اپنے تماشائی کا

پھرتی ہے حسرتِ پابوس دو عالم میں تباہ
اک جگہ پاؤں ٹھہرتا نہیں ہرجائی کا

اپنے جلوے کو وہ خود دیکھکے کہہ اٹھتے ہیں
واہ کیا آنکھ ہے کیا دل ہی تماشائی کا

دشت میں لالہ ہے گلزار میں گل بزم میں شمع
ہر جگہ رنگ نیا ہی مرے ہرجائی کا

دوڑکر برقِ تجلی نے سنبھالا اُسکو
لڑکھڑایا جو قدم تیرے تماشائی کا

سر شب و روز جو وحشت سے ہے چکر میں امیر
یہ بھی شاید ہے قدم اُس بتِ ہرجائی کا

موقوف بیخودی پہ ہے جلوہ حبیب کا
اپنی خودی پہ ہے مجھے دھوکا رقیب کا

صیاد کچھ تو پاس ہے لازم غریب کا
لٹکا دے شاخِ گل سے قفس عندلیب کا

اللہ رے پاس عشق میں مجکو حبیب کا
آنسو ٹپک پڑے جو دُکھا دل رقیب کا

ہوں وہ مریضِ غم کہ بدلتا ہے روز رنگ
ٹھہرا مزاج بھی نسخہ طبیب کا

عشاق کی خزاں سے ہی معشوق کی بہار
غازہ ہے روئے گل کو لہو عندلیب کا

کسنے دہن یہ غنچے کو یارب دکھا دیا
اِتنا سا ہو گیا ہے جو منہ اس غریب کا

سمجھے جسے تجلیِ نورِ خدا کلیم
در پردہ تھا جمال خدا کے حبیب کا

ہر سرو پر نثار ہوں ہر گل پہ سینہ چاک
قمری کا دل ملا ہے جگر عندلیب کا

مارے خوشی کے جامے سے باہر ہے آئنہ
منہ دیکھ کر اُٹھا تھا یہ کس خوش نصیب کا

تار ایک ہی ہے سبحہ و زنار کا امیر
اسلام و کفر میں بھی ہے رشتہ قریب کا

شبنم و گل کو جو ہمنے ترے ہوتے دیکھا
تو اسے چاک گریباں اُسے روتے دیکھا

کبھی موتی نہوے یار کے دانتوں سے سفید
آبرو صدف میں جھوٹوں کو ڈبوتے دیکھا

گھر مرا گورِ غریبان سے بھی بڑھکر ہی خراب
گل کو ہنستے نہ یہان شمع کو روتے دیکھا

بن پڑی کیسی کہ غفلت مین لیا بوسۂ رخ
جاگ اُٹھے بخت مرے اُسکو جو سوتے دیکھا

عیش مین سوختہ بختون کو ہے اندوہ نصیب
شمع کو محفلِ شادی مین بھی روتے دیکھا

دل ترے عاشقِ حیران کا شگفتہ کیا ہو
کسنے گل غنچۂ تصویر کو ہوتے دیکھا

ہون وہ عاشق کہ جلا وہمِ رقابت سے جگر
شمع کو اشک سے دامن جو بھگوتے دیکھا

فتنہ ہے سارے زمانے کا ترا دانۂ خال
سیکڑون محفلون مین بیج اِسے بوتے دیکھا

کیا برا عشق کا کوچہ ہے کہ اس مین سبکو
جان کو مال کو ایمان کو کھوتے دیکھا

ہے مرض تمکو تو رونے کا ہمیشہ سے امیر
یون ہی رومال پہ رومال بھگوتے دیکھا

تھا دھیان مین نقشہ جو تری جلوہ گری کا
منہ پھیر لیا دیکھکے رخ ہم نے پری کا

آخر ہون مین عالم ہے چراغِ سحری کا
لو جلد خبر وقت نہین بے خبری کا

ہر صبح کو یہ شور ہے مرغِ سحری کا
چونکو کہ زمانہ نہ رہا بے خبری کا

وقفہ نہین اب بزم سے ہوتا ہے یہ رخصت
منہ دیکھ رہا ہون مین چراغِ سحری کا

دیتا ہے خبر یہ خبر احباب کا اُٹھنا
پردہ نہین اُٹھتا ہے مگر بیخبری کا

مستی مین کہین دیکھ لی اُس ماہ کی رفتار
بہکا ہوا پڑتا ہے قدم کبکِ دری کا

اللہ کی قدرت کا تماشا وہ صنم ہے
چہرہ ہے اگر حور کا جوبن ہے پری کا

میخانے مین دورِ مئے گلرنگ نہین ہے
اندر کے اکھاڑے مین ہے یہ رقص پری کا

یاد آتا ہے گلزار مین اُس گل کا وہ سونا
آنا وہ دبے پاؤن نسیمِ سحری کا

ڈر ہے یہ خبر اُڑکے نہ صیاد کو پہنچے
اچھا نہین چرچا مری بے بال و پری کا

کچھ روز ابھی صبر کر اے پنجۂ وحشت
ہے موسمِ گل لطف نہین جامہ دری کا

احباب دمِ نزع مجھے دیکھ رہے ہین
منہ تکتے ہین پروانے چراغِ سحری کا

گھبرا کے چلے آئے مرے گھر وہ امیر آج
احسان ہوا مجھپہ مری بےخبری کا

عمر برق و شرار ہے دنیا
کتنی بے اعتبار ہے دنیا

داغ سے کوئی دل نہین خالی
کیا کوئی لالہ زار ہے دنیا

ہر جگہ جنگ ہر جگہ ہے نزاع
عرصۂ کارزار ہے دنیا

نشۂ عیش یان نصیب کسے
کہ سراپا خمار ہے دنیا

یارباشی کا شوق ہے اسکو
یار لوگون کی یار ہے دنیا

اہلِ رغبت سے کرتی ہے نفرت
بڑی پرہیزگار ہے دنیا

آنے جانے پہ سانس کے ہے مدار
سخت ناپائدار ہے دنیا

اپنے مستون سے بھاگتی ہے مدام
کس قدر ہوشیار ہے دنیا

ایک جھونکے مین ہے اِدھر سے اُدھر
چار دن کی بہار ہے دنیا

کوئی کافر کوئی مسلمان ہے
مجمعِ نور و نار ہے دنیا

بدتر اسکو سمجھ خزان سے امیر
دیکھنے کو بہار ہے دنیا

جی ہی لے گا غمِ جانان میرا
مجھکو کھا جائیگا مہمان میرا

ملک الموت جسے کہتے ہین
زندگی بھر ہے نگہبان میرا

تجھسے دامن ہے ترا چین بجبین
تنگ ہے مجھسے گریبان میرا

شرم کی بات ہے لے دزدِ کفن
گور دیکھے تنِ عریان میرا

چھیڑتے ہے یہ کبھی پریزادون کی
نام رکھا ہے سلیمان میرا

ہون وہ تخم دستِ جلون مین بو آگ
سبجن کے دانہ ہو جو خندان میرا

رنگ لائی ہے یہ خونباری چشم
دامنِ گل ہے گریبان میرا

دفترِ دہر پریشان ہو ابھی
دل جو ہو جائے پریشان میرا

بیتِ ابرو کے لکھے ہین مضمون
دفترِ حسن ہے دیوان میرا

چار آنسو جو ندامت سے بہے
دھو گیا نامۂ عصیان میرا

پھر کہان مین غمِ محبوب کہان
اور دو دن ہے یہ مہمان میرا

ضعف سے ہون صفتِ تارِ نظر
کیا کرے گی صفتِ مژگان میرا

رحم کر رحم کر اے دستِ جنون
پاؤن پڑتا ہے گریبان میرا

کیون اٹھا درد مرے پہلو سے
کیون خفا مجھ سے ہے مہمان میرا

کیا دورنگی ہے زمانے کی امیر
مین حزین زخم ہے خندان میرا

میرے دل مین اگر آپ آئیے گا
درد کی طرح چمک جائیے گا

میری تربت پہ اگر آئیے گا
عمرِ رفتہ کو بھی بلوائیے گا

سب کی نظرون پہ نہ چڑھیے اتنا
دیکھیے دل سے اتر جائیے گا

آپ کے در سے مین اٹھنے کا نہین
کیا جنازہ ہے جو اٹھوائیے گا؟

دیر کو چلیے ابھی حضرتِ دل
کبھی کعبے کو بھی ہو آئیے گا

مین تو ہون حضرتِ ناصح مدہوش
کون سمجھے گا جو سمجھائیے گا

زندگی مین تو نہ آئے اک دن
آپ مرقد پہ ضرور آئیے گا

شیخ مانگین تو کہے دخترِ رز
کیا مین شربت ہون جو پی جائیے گا

اس قدر کیون ہے دلِ زار سے ناز
بوجھ بیمار سے اٹھوائیے گا؟

حکم ہے شمع بجھا دو شبِ وصل
کیا اندھیرے مین نہ گھبرائیے گا؟

آئیے نزع مین بالین پہ مری
کوئی دم بیٹھ کے اٹھ جائیے گا

وصل مین بوسۂ لب دیکے کہا
منہ سے کچھ اور نہ فرمائیے گا

زرق برق آپ کی ہو جہ نہین
درد دل کو مرے چمکائیے گا

ہاتھہ مین نے جو بڑہایا تو کہا
بس بہت پاؤن نہ پھیلائیے گا

زہر کہانے کو کہا تو بولے
ہم جلا لین گے جو مر جائیے گا

حسرتین نزع مین بولین مجھہ سے
چھوڑ کر ہم کو کہان جائیے گا

رنگِ گل ہو کے چمن مین رہیے
بوے گل ہو کے نہ اڑ جائیے گا

دل مرا لے تو چکے ہین سرکار
کہین ناز اس سے نہ اٹھوائیے گا

آپ سنیے تو کہانی دل کی
نیند آجائے گی سو جائیے گا

آنکھہ مین پھیل نہ جائے کاجل
دیکھیے بن کے بگڑ جائیے گا

اسطرح عمر گزرتی ہے امیر
آپ بھی یون ہی گزر جائیے گا

ہو چکا وعدہ کہ کل آئیے گا
دیکھیے اب نہ بدل جائیے گا

آئینہ دیکھہ کے پچتائیے گا
دیکھیے دیکھیے شرمائیے گا

رنگ اسے حضرتِ دل لائیے گا
کسی مہندی مین جو پس جائیے گا

وعدہ آنے کا جو فرمائیے گا
جیسے آج آئے تھے کل آئیے گا

دل کو قابو مین اگر لائیے گا
شوخ ہے خواب سے تڑپائیے گا

اتنی گھر جانے کی جلدی کیا ہے
بیٹھیے جائیے گا جائیے گا

داغ پر داغ وہ دے کر بولے
دل کو ان پھولون سے بہلائیے گا

وا اورِ حشر سے مین ڈرتا ہون
وہ زبردست ہے چھین جائیے گا

کہتے ہین کہہ تو دیا آئین گے
اب یہ کیا چڑ ہے کہ کب آئیے گا

ڈبڈبائے مرے آنسو تو کہا
روئیے گا تو ہنسے جائیے گا

ہاے کیا دیکھہ کے دل دے کوئی
آنکھہ کی طرح بدل جائیے گا

لاکھ پردون مین وہ ہین حضرتِ دل / کہین دھوکا نہ کوئی کھا جائیے گا

ہے شبِ وصل حیا شام سے کیون / جانِ من صبح کو شرما جائیے گا

گھر سے چلیے مرے تابوت کو ساتھ / کہین کترا کے نکل جائیے گا

بولے وہ آئنہ دکھلانے پر / کیا کسی سے مجھے لڑوائیے گا

بیخودی کہتی ہے عشق مین مجھ سے / آپ مین آپ نہ کبھی آئیے گا

رات اپنی ہے ٹھہرئیے تو ذرا / آئیے بیٹھیے گھر جائیے گا

کہتے ہین ہجر کا رونا کیا ہے / مین نہ آؤن گا تو آپ آئیے گا

گرمیان دیکھیے کہتی ہے وہ تیغ / ٹھنڈے ہو لیجیے پھر جائیے گا

گرمیِ شوق یہی ہے تو اسیر / آپ اسی آگ مین جل جائیے گا

کہا حزہ نے ہوا جب مقابلہ دل کا / کہ اتنے نشتر اور ایک آبلہ دل کا

اٹھو گلے سے لگا لو مٹے گلہ دل کا / ذرا سی بات مین ہوتا ہے فیصلہ دل کا

دم آکے آنکھون مین اٹکے تو کچھ نہین کھٹکا / اٹک نہ جائے الٰہی معاملہ دل کا

مری بغل مین وہ بیٹھا تو غیر کو لیکر / دبا کے توڑ دیا اس نے آبلہ دل کا

کڑی نگاہ کی او سنگدل اٹھیگی نہ چوٹ / کہ شیشے سے کہین نازک ہے آبلہ دل کا

تمہارے غمزون نے کھو دی ہین ہوش و صبر و قرار / انھین لٹیرون نے لوٹا ہے قافلہ دل کا

خدا ہی ہے جو کڑی چتونون سے جان بچے / ہے آج دلشکنون سے مقابلہ دل کا

تم اپنی اٹھتی جوانی کی شوخیان دیکھو / ابھر ابھر کے بڑا ہی بنے ولولہ دل کا

لپٹ گئے مرے سینے سے اٹھکے وصل کی شب / انھین بھی آج مزہ دے گیا گلہ دل کا

بدل کے یار نے چتون ہٹا دیے جھگڑے / نہین رہا نہ رہا دل نہ وہ گلہ دل کا

ہوئی رسائی تو ظالم نے کھول دی چوٹی / کہان پہنچکے ہوا منقطع سلسلہ دل کا

تڑپ ہے اُسکو جو ناوک کی اسکو چپکا نکی
وہ مشغلہ ہے جگر کا یہ مشغلہ دل کا

پڑی نگاہ جو دلبر پہ تو حسرتون نے کہا
کہ تیر بھر کا ہے دلبر سے فاصلہ دل کا

جرس پکار رہا ہے کہ خیر ہو یارب
چلا ہے راہِ محبت مین قافلہ دل کا

مین کاروان مین لڑاؤنگا تمکو یوسف سے
جرس سے نالون مین ہوگا مقابلہ دل کا

وہ دن کہان ہین جو رہتا تھا دلسے شکوۂ یار
اب اُس سے جا کے ہین کرتے گلہ دل کا

لگا کے یار کی تصویر اپنے سینے سے
نکال لیتے ہین فرقت مین حوصلہ دل کا

عجب بہار جنون خیز ہے کہ غنچے بھی
چٹک چٹک کے دکھاتے ہین ولولہ دل کا

نہ سیرِ عرش ہے مشکل نہ قطعِ راہِ حرم
خدا کرے کہین طے ہو یہ مرحلہ دل کا

تجلّیان دلِ سوزان کی عشق مین دیکھو
بنا ہے عرش کی قندیل آبلہ دل کا

یہ جھمک کی کہتی ہین کانون مین بجلیان اُنکی
تڑپ مین ہوگا نہ ہمسے مقابلہ دل کا

امیر بھول بھلیان ہے کوچۂ گیسو
تباہ کیون نہ پھرے اس مین قافلہ دل کا

پرتو نہین کب اسمین کسی خوش جمال کا
بزمِ پری ہے آئنہ اپنے خیال کا

ہر ذرہ آفتاب سے کرتا ہے ہمسری
اللہ رے دماغ ترے پایمال کا

سمجھے ہین جسکو اہلِ زمین چرخِ آبگون
اک شیشہ ہے مرے عرقِ انفعال کا

روشن دلون کا عیب بھی ذی شبہہ ہے ہنر
کیونکر نہ بڑھکے بدر ہو ناخن ہلال کا

اے چشمِ یار بھاگ نہ مجھ تیرہ بخت سے
ہمراہ ہے غزال کے سایہ غزال کا

تیرِ نگہ جب اُسکا چلا ہے سوے فلک
چلّہ اُڑا دیا ہے کمانِ ہلال کا

کس زلفِ مشکفام کا عکس اسمین پڑ گیا
عالم ہے آرسی مین جو نافِ غزال کا

ہل ہل کے اپنی دامنِ گیسو نے دی ہوا
شعلہ بھڑک گیا ترے حُسن و جمال کا

کیا کام آئیگی تری گردش پھر اے افلاک
فرقت کی شب سے روز بدلدے تو حال کا

مجھ تک کب آسکیگی سپاہِ سزاے جرم
دریا ہے بیچ مین عرقِ انفعال کا

احمدؐ جو تھے رجیم نہ تھا سایہ اسلیے
دل پس نہ جاے زیرِ قدم پائمال کا

شوقِ جوابِ خط ہے دمِ نزع بھی امیر
ہون منتظر مین قاصدِ فرخندہ فال کا

گو رہین تم نے جو لاشے کو اُتارا ہوتا
اے بتو خاتمہ بالخیر ہمارا ہوتا

رُخ جانان کا میسّر جو نظارا ہوتا
مہرِ تابان مری قسمت کا ستارا ہوتا

دیکھتے چہرے کو اپنے اگر آئینے مین
حال جو کچھ ہے ہمارا وہ تمھارا ہوتا

دل کو اُس زلف کا لازم تھا تصور اِتنا
کہ دھوان آہ کا بھی عنبر سارا ہوتا

ہم وہ میکش ہین کہ ہو اپنی نگاہ ہونین اثر
سر کے بل دوڑتے شیشے جو اشارا ہوتا

وعدۂ قتل مین منظور تھا ایسا جو خلاف
ہاتھ پر ہاتھ نہ جلاد نے مارا ہوتا

چاہی فرعون نے موسیٰ سے مدد چوک گیا
غرق ہوتا نہ اگر تمکو پکارا ہوتا

کیا نگہ بھی نہین اُٹھ سکتی تھی خنجر کیطرح
تاک کر تم نے کوئی تیر ہی مارا ہوتا

نزع کے وقت چھپائی تھین تمکو پلکین
ڈوبتے وقت تو تنکے کا سہارا ہوتا

خط ذرا لیکے کبوتر جو پہنچتا اُس تک
سرِ طائر مرے طالع کا ستارا ہوتا

غیر کے ساتھ پلاتے تو نہ پیتا مین شراب
تلخ کیونکر یہ مرے دل کو گوارا ہوتا

برخلاف ایسی ہوا باغِ جہان کی ہے امیر
پھول کو ہاتھ لگاتا تو شرارا ہوتا

میری طرح نہ اک دن ابرِ بہار رویا
وہ ایک بار رویا مین لاکھ بار رویا

مجنون ہی مین نے پوچھا کل حال بیخودی کا
کچھ کہہ سکا نہ منہ سے پر زار زار رویا

کیا بیکسی کا عالم میرے مزار پر ہے
جو آگیا وہ بنکر شمعِ مزار رویا

آواز دے رہی ہین مقتل مین زخمِ بسمل
خندان ہوا جو پہلے انجامِ کار رویا

پوچھی امیر سے کل مین نے جو دل کی حالت
سینے پہ ہاتھ رکھکر بے اختیار رویا

یہ گرم اپنا داغِ جگر ہو گیا
پسینے مین خورشید تر ہو گیا

سفر میرے حق مین حضر ہو گیا
جہان تھک کے بیٹھا مین گھر ہو گیا

غضب اشکباری سے عقدے پڑے
کہ کوتاہ تارِ نظر ہو گیا

دکھائی مری عشق نے شانِ حسن
تنِ زار موئے کمر ہو گیا

غضب ہین تری چٹکیان اے فلک
کلیجا گلِ نیلوفر ہو گیا

دیا مژدۂ آبرو اشک کو
جو پانی کا قطرہ گہر ہو گیا

گیا اُڑ کے اُس شوخ کے ہاتھ تک
مرا نامہ خود نامہ بر ہو گیا

ملے ہین شرر کے مجھے بال و پر
اُڑا اور بے بال و پر ہو گیا

کہان ہم کہان در ترا شاہِ حسن
فقیرانہ یان بھی گزر ہو گیا

وہان پرزے پرزے ہوا خط امیر
یہان چاک میرا جگر ہو گیا

موقوف جرم ہی پہ کرم کا ظہور تھا
بندے اگر قصور نہ کرتے قصور تھا

میرے سیاہ خانے مین تجکو وہ جور تھا
پتلی کی طرح پردۂ ظلمت مین نور تھا

اے برقِ حسنِ یار یہ اچھا ظہور تھا
دیدار کو کلیم تھے جلنے کو طور تھا

واعظ وہی زبان سے کرتا تھا ذکرِ حور
اتنا لحاظ دخترِ رز کا ضرور تھا

بانٹا تمام خلق کو اللہ نے وہی
جو کچھ بچا ہوا تری خلقت سے نور تھا

اے شورِ حشر قہر کیا کیون جگا دیا
گوشہ مزار کا مجھے آغوشِ حور تھا

ہم کیا کہ میکدے مین تری جامِ چشم سے
جو شیشہ تھا وہ نشۂ مستی سے چور تھا

آیا بڑا مزہ مجھے مجلس مین وعظ کی
واعظ تھا مست ذکرِ شرابِ طہور تھا

آجائے بس مین وہ تو کہون مین شب وصال
وہ شوخیان کہان گئین جن پہ غرور تھا

عجز و نیاز ادھر تو اُدھر تھا غرور و ناز
جتنے تھے ہم قریب وہ اُتنا ہی دور تھا

میرے عمل تو قابل دوزخ ہی تھے مگر
کرتا جو وہ نہ رحم تو رحمت سے دُور تھا

لپٹا مین بوسہ لیکے تو بولے کہ دیکھئے
یہ دوسری خطا ہے وہ پہلا قصور تھا

کس کس کو روکتا شب فرقت مین تو ہی ایک
اور جان بیقرار تھی دل نا صبور تھا

تھا اُنکی شوخیون سے مقابل جگر بھی چھپا
پورا مگر جواب دل ناصبور تھا

نیچی رقیب سے ہوئی آنکھ عمر بھر
جھکتا مین کیا نظر مین تمہارا غرور تھا

فرقت مین کیون نہ تھا کسی کروٹ مجھے قرار
کیا دونون پہلوؤن مین دل ناصبور تھا

کیا بات اے امیر جوش نشاط شباب کی
غم آتے آتے دل مین ہمارے سرور تھا

اُستاد میل جو دل مین اُس کا ظہور تھا
پریون مین تھا پری تو وہ حورون مین حور تھا

جب تک کہ چشم شوق مین وحدت کا نور تھا
جس بام پر نگاہ پڑی کوہ طور تھا

ہم سے گنہگار جو محروم رہ گئے
ساقی مگر یہ جام شراب طہور تھا

صورت تری دکھا کے کہونگا یہ روز حشر
آنکھون کا کچھ گناہ نہ دل کا قصور تھا

قاتل نہ چھوڑتا تھا غریبون کو نیمجان
ایک آدھ ہاتھ اور لگانا ضرور تھا

وہ لطف انتظار وہ سامان وصل ہائے
دل کو غم فراق مین بھی کیا سرور تھا

مہمان ایک آن کی تھی آن حسن کی
اتنی سی بات پر تمھین اتنا غرور تھا

پیتے تھے ہم ادب سے وضو کرکے جس وقت
ہر ایک جام جام شراب طہور تھا

اس شان سے وہ آئے کہ ہم کر سکے نہ بات
آنکھین تھین مست ناز نظر مین غرور تھا

دشمن مرے برائی کرین اور تم سنو
اُن سے نہ تھا بعید مگر تم سے دور تھا

تڑپا جو وقت ذبح تو میری تھی یہ خطا
خنجر کیا نہ تیز یہ کس کا قصور تھا

آغازِ عشق ہی سے سب آثار تھے بُرے
پہلے ہی تجھ سے صبرِ دلِ ناصبور تھا

شکوہ کسی سے دل شکنی کا کرون مین کیا
یہ شیشہ چوٹ کہائے سے پہلے ہی چور تھا

اُس حور نے نقاب اُلٹ کر دکھا دیا
ستر ہزار پردون مین پنہان جو نور تھا

وہ شوخ آنکھ شوخ نگہ شوخ تھی مگر
سب کا جواب ایک دلِ ناصبور تھا

ہمزاد کا پتا تو کہان دشتِ عشق مین
سایہ بھی میرا مجھ سے بہت دور دور تھا

اک نیمجان کا کام نہ پورا ہوا اُسے
قاتل کو تیغِ ناز پہ ناحق غرور تھا

پہلو مین میرے بیٹھ کے بھی مجھ سے دور تھا
تصویر کی طرح وہ سراپا غرور تھا

وہ جنت تھا جسم روح مین انداز حور تھا
سمجھے نہ ہم یہ فہم کا اپنے قصور تھا

اُس حور نے جو ہاتھ سے اپنے پلا دیا
پانی مین بھی سرورِ شرابِ طہور تھا

جتنی تھی عاجزی وہ مجھی کو عطا ہوئی
بخشا خدا نے آپکو جتنا غرور تھا

ہو حق تمام وعظ کی مجلس مین مچ گئی
چوکھی شراب ذکرِ شرابِ طہور تھا

سمجھے تھے جسکو مردمکِ چشمِ یار ہم
دستِ پری مین دامنِ گیسوی حور تھا

شاہون سے پوچھتی ہے تہِ خاک عاجزی
کیسی یہ تمکنت تھی یہ کیسا غرور تھا

وحدت مین قرب و بُعد کی گنجائشین کہان
کیون کر کہون قریب کہ وہ مجھ سے دور تھا

صبحِ شبِ وصال وہ بولے کہ واہ واہ
کیا سستے چھوٹے کہکے کہ میرا قصور تھا

جب تک وہ آئین آئین تڑپ کر یہ چل دیا
کیا جلد باز ہائے دلِ ناصبور تھا

اُسکی کڑی نظر کی اُٹھائی گئی نہ چوٹ
لگتے ہی ٹھیس شیشۂ دل چور چور تھا

کیا کہیے تھا وصال مین کس کس کو اضطراب
رگ رگ مین میری رنگِ دلِ ناصبور تھا

تھے خال رُخ پہ رُخ تھا تہِ گیسوی سیاہ
ظلمت وہ نور مین تھی یہ ظلمت مین نور تھا

پہلو مین وہ جو آئے تو کیسا ٹھہر گیا
بگڑا ہوا مجھی سے دلِ ناصبور تھا

آئی جو شامِ وعدہ تو منہہ سی طلب ہوئی
مطلب کے وقت دیکھیے کیسا شعور تھا

بجلی چمک گئی تو یہ عشاق سے کہا
تم مین سے یہ کسی کا دلِ نا صبور تھا

سو شعر ایک جلسے مین کہتے تھے ہم امیر
جب تک نہ شعر کہنے مین ہمکو شعور تھا

غیر تو زندہ ہے پھر غم ہے مریجان کس کا
سوگ رکھے ہوے ہے زلف پریشان کسکا

عمر گزری مجھے اس بزم مین لیکن نہ کھلا
میزبان کون ہے میرا مین ہون مہمان کسکا

وصل مین بھی جو نکلتا نہین دل سے باہر
منہ چھپائے ہوی بیٹھا ہے یہ ارمان کسکا

دیکھ کر مجھکو وہ انداز و ادا سے بولے
کہ اسے کسنے بُلایا یہ ہے مہمان کسکا

منہ ترا چومتی ہے روز شکایت کسکی
ذکر رہتا ہے بدی سے یہ مریجان کسکا

مین بھی ہون تم بھی ہو آئینہ بھی ہو محفل مین
دیکھو پھر حال زیادہ ہے پریشان کسکا

رو رہا ہون مین یہ کس پردہ نشین کی غم مین
ڈھونڈنے نکلے ہین آنسو مرے دامان کسکا

یان تو ہے دل مین کھٹک اور وہ فرماتے ہین
سچ کہو تم یہ چرا لائے ہو پیکان کسکا

خون مین بھر کے جو نکلا مرے دل سی تو کہا
لپٹ آیا یہ مرے تیر سے ار مان کسکا

جب کہا رو نمک زخم پہ چھڑکے کوئی
بولے وہ ملنت کا ایسا ہے نمکدان کسکا

بوسہ جوڑے کو دیا مین نے تو ہنسکر بولے
آگیا کفر کی مٹھی مین یہ ایمان کسکا

لُٹ گیا وصل مین جوبن تو یہ غمزے سے کہا
ہٹ مرے پاس سے اب تو ہے نگہبان کسکا

سوچ تو کسکے نکلنے کی یہ حسرت ہے امیر
پھر وہ یہ ترے دل مین ہے ارمان کسکا

پردہ اُس چہرے سے جُدا نہوا
ہاے دم بھی مرا ہوا نہوا

جب ہوا وعدہ اور وفا نہوا
ہوگیا ایک سب ہوا نہوا

کام جان حسب مدعا نہوا
دلِ پیا تو مگر صفا نہوا

ہاے بیدرد کیا مزہ ہوتا / تیرے پہلو مین دل مرا نہوا
یار ثابت قدم تھا شوقِ وصال / کہ شبِ ہجر بھی جُدا نہوا
وہم تھی اُن کی لن ترانی کی / کیا کہین ہم سے سامنا نہوا
ہاے رے شرم اُس پریرو کی / آئنہ صورت آشنا نہوا
خامشی مین بھی کیا حلاوت ہے / کہ کبھی لب سے لب جُدا نہوا
تین دن سے پلائی ساقی نے / ایک روزہ مرا قضا نہوا
فتنے کہتے ہین اُن نگاہون سے / چشمِ بد دُور تم سے کیا نہوا
کیون نہ منصور دار پر کھچتا / رازداری کا حق ادا نہوا
داغ دلسوز تو ہوا اے درد / تو کسی درد کی دوا نہوا
آئنہ دل کا بے مثال رہا / کسی صورت سے آشنا نہوا
شکر کراس نمک فشانی کا / منہ تو زخمون کا بے مزا نہوا
کھیت لاکھون رہے مگر قاتل / سبزہ شمشیر کا ہرا نہوا
پتُلیان بھی بدل گئین دمِ نزع / وقت پر کوئی آشنا نہوا
شرمِ عصیان سے جو بہا آنسو / اُسکی رحمت کو اک بہانہ ہوا
مجکو درد آشنا کیا لیکن / درد خود درد آشنا نہوا
اِسنے سَو سَو طرح گلا گھونٹا / خوف سے دم مرا خفا نہوا
دل ہوا خون پر وفا ہے وہی / رنگ اس پھول سے جُدا نہوا
بیوفائی کو تیری لگتا داغ / وعدہ اچھا ہوا وفا نہوا
کہتے ہین اب تو رٹ ہے شکوون کی / چپ ہماری ہوئی گلا نہوا
کوی دم رکھدے ہاتھ سے خودبین / آرسی ٹھہری آئنا نہوا
کنگھی کیسی جو پھول کنگھی کا / چھو لیا اُس نے دردِ شانہ ہوا

صورتِ لالہ اس چمن مین امیر
داغ دل سے مرے جدا نہوا

اے فلک یہ رُت یہ متوالی گھٹا
اب تو راتین ہجر کی کالی گھٹا

لائے ساقی کو بھی متوالی گھٹا
کچھ مزہ دیتی نہین خالی گھٹا

تم بھی جوڑا کھولدو وہ آگئی
بال کھولے گیسوون والی گھٹا

گل نہین پھولے چمن مین لائی ہے
میکشون کی نذر کو ڈالی گھٹا

پھونک دینگی اسکی ٹھنڈی گرمیان
جیت لیگی برق سے پالی گھٹا

پان کی لالی پہ ہے بجلی نثار
مسّی پر قربان ہے کالی گھٹا

جان پر توبہ کی ٹوٹین بجلیان
خوب برسی بجلیون والی گھٹا

حلقۂ گیسو نہین پھرتی ہے گرد
دیکھکر اُس کان کی بالی گھٹا

پھول چلکر باغ مین مستو ہو
آئی ہے لینے کو متوالی گھٹا

رنگ پھیکا آسے بجلی کا نظر
دیکھ لے اُس لب کی گرلالی گھٹا

ہے سیہ مستون سے ایسا میل جول
رعد انہین گھڑکی تو دیگا لی گھٹا

کچھ تو ہولے چرخ برسے یا کھُلے
کیسی ہے اسال جنجالی گھٹا

کیا گلے ملتی ہے متوالون سی آج
کھول کر آغوش متوالی گھٹا

ہجر ساقی مین برستی یہ نہین
کرتی ہے رو رو کے دل خالی گھٹا

ساقیا مے چھان کر اس مین پلا
چھاننے کو لائی ہے جالی گھٹا

گورے گورے گال تیری بجلیان
کالی کالی کاکلین کالی گھٹا

لوٹتے ہین سانپ سینے پر امیر
دیکھکر فرقت کی شب کالی گھٹا

دیکھے ان کانون کی گربالی گھٹا
اپنی بجلی پھینکدے کالی گھٹا

دختِ رز کو لاتی ہے مستونکے پاس
کرتی ہے در پردہ دلاّلی گھٹا

رات دن لُٹتے ہین موتی ہر طرف
کیا تری سرکار ہے عالی گھٹا

ایسی ہے سرکار ساقی کی بلند
رعد ہے گھڑیال گھڑیالی گھٹا

مست تجکو دیکھ کر پیتے ہین مے
ہے بڑی تیری خوش اقبالی گھٹا

جان کو مستون کی بخشی توبہ عذاب
یہ بڑی تو نے بلا ٹالی گھٹا

دل پہ غم چھایا ہے بدلی کی طرح
اے مرے مولیٰ مری والی گھٹا

آگئین پھر واعظون کی شامتین
آج پھر آئی وہ کل والی گھٹا

ساقیا کرتی ہے مستون کو نہال
تیری پھلواری کی ہو مالی گھٹا

تاک مین تیری ہوا میخوار مست
کس سے ہوگی تیری رکھوالی گھٹا

آپ اچھے وقت پر آئے امیر
خوب میخانے پہ جب چھالی گھٹا

ہنسا کرتی ہے چاند سا منہ کسی کا
ستارہ ہے چمکا ہوا آرسی کا

ہنسی آنے ہین کیون لجائیں نہ آنکھین
تبسم یہ منہ چومتا ہے کسی کا

لڑاتی ہے آنکھ اُس سے ڈرتی نہین ہے
ذرا دیدہ دیکھے کوئی آرسی کا

یہ کیا ہے کہ جب مانگیے اُن سے بوسہ
تو منہ دیکھنے لگتے ہین آرسی کا

دبائیے تو لاکھا ہی شاید دبائے
بہت شوخ ہے رنگ اُن کی مسی کا

چڑھاتی ہے منہ جب وہ ملتے ہین مسّی
مین پاؤن تو منہ توڑ دون آرسی کا

دمِ رقص ہاتھون کو اتنا نہ پیسو
کہین یار دل پس نہ جائے کسی کا

ہنسا عکس ہنسنے پر اُنکے تو بولے
کہ میرے ترے واسطہ کیا ہنسی کا

نہ غیرون کی حسرت برآئی نہ میری
کبھی کام تم سے نہ نکلا کسی کا

جھلک اُسکے ہونٹون پہ دکھلا کے چلدی
لجانا ذرا کوئی دیکھے ہنسی کا

قضا نے کچھ اس ناز سے جان مانگی
کہ یاد آ گیا مجھکو غمزہ کسی کا

کبھی اسکے لب پر کبھی اُسکے لب پر
ٹھہرتا نہین پاؤن چنچل ہنسی کا

کیا دل نے یہ کہکے سینے کو خالی
کہ ارمان اَب اس مین رہیگا کسی کا

یہ اوچھا پن لے زخم اچھا نہین ہے
کہ رونا ہے انجام ایسی ہنسی کا

مجھے موت آئی تو حسرت پکاری
کہ دنیا سے وارث اُٹھا بیکسی کا

یہی ہے نزاکت جو اُنکی تو اے دل
کبھی وقت آجائیگا بے بسی کا

یہ گورِ غریبان مین کہتی ہے حسرت
کہ اصلی وطن ہے یہی بیکسی کا

کوئی اُنکو چھیڑے زہے بدگمانی
وہ کہتے ہین یہ کام تو ہے اُسی کا

مرے ساتھ تربت مین حسرت تو آئی
ہوا حال کیا جانے کیا بیکسی کا

نہالِ محبت مرا رنگ لایا
وہ پھولون مین آئے یہ پھل ہے اُسی کا

کوئی بوسہ مانگے کوئی وصل چاہے
وہ کہتے ہین لو ہو گیا مین اسی کا

نہ پلٹا کبوتر نہ قاصد ہی آیا
وہان جو گیا ہو رہا وہ اُسی کا

امیر اک مرقع ہے یہ دارِ فانی
غم و کلفت و حسرت و بیکسی کا

مرے پھولون مین کیا ہو موقع ہنسی کا
نہ اتنا بھی بے درد ہو دل کسی کا

اُٹھانے کو رکھا ہے لاشہ کسی کا
یہ کیا وقت ہے آئنہ آرسی کا

نہین وصل و ہجر اک مرقع کھچا ہے
تری بے بسی کا مری بیکسی کا

دکھاتی ہے ہر صبح اُنکو وہ عالم
کہ منہ چوم لیتے ہین وہ آرسی کا

وہ کہتے ہین ہونٹون کا بوسہ نہ دونگا
اُتر جائیگا رنگ میری مسی کا

مری چشمِ حیران مین دیکھ اپنا جلوہ
ترے پاس کیا کام ہے آرسی کا

بہم ملتی جلتی ہے دونون کی رنگت
سلامت رہے جوڑ مہرے مسی کا

نہ مہندی ملیں وہ نہ لاکھا جمائیں
وہاں رنگ جمتا نہیں ہے کسی کا

ترے لب جو نازک ہیں ڈرتی ہے آتے
جھجکتی ہے پڑتا نہیں منہ ہنسی کا

گھٹا کالی کالی جو آئی میں سمجھا
کھلا ہوگا اسوقت جوڑا کسی کا

تبسم ہے غنچون میں پھولون میں خندہ
چمن میں کوئی رنگ دیکھے ہنسی کا

مناسب ہے ارمان دل سے نہ نکلے
اکیلے میں گھبراے گا غم کسی کا

لب زخم مقتل میں کیسا تبسم
بھلا یہ بھی موقع ہے کوئی ہنسی کا

یہ بے چھیڑے ہی روئے دیتی ہے ساقی
مزہ دختر رز سے کیا ہے ہنسی کا

ترس کھاکے کی اسنے بیکس نوازی
مرے سر پہ احسان ہے بیکسی کا

بندھی ہے حنا ہاتھون پاؤن میں انکے
ابھی چھیڑلون وقت ہے دلبسی کا

شب غم اجل کو بلایا تو بولی
مجھے دل دکھانا نہیں بیکسی کا

بناوٹ سمجھتے ہو رونے کو میرے
مجھے تو ہے ایجان رونا اسی کا

شب غم کبھو درد اٹھے آہ نکلے
مزہ آج جی بھرکے ہو بیکسی کا

وہ کہتے ہیں دو اور مجھکو دعائیں
یہ سب گالیاں ہیں نتیجہ اسی کا

دکھا کر اسے روز محشر کہونگا
کہ سرکار میں نالشی ہون اسی کا

نہ بھولونگا جب تک مرے دم میں دم ہے
دم نزع بھی دم بھرونگا اسی کا

غنی ہے مرا دل یہ کیا کم ہے دولت
گلہ میرے دشمن کریں مفلسی کا

نگہ برچھیاں غمزہ چھریاں لگاتے
مرا ایک دل ہوگیا دو اسی کا

شب غم نہ دیگا کوئی ساتھ میرا
امیر آسرا ہے تو کچھ بیکسی کا

دھیان آیا جو دل میں اس کی ہنسی کا
غنچہ کو موقع ملا خوشی کا

ان ہونٹون پہ کھیلنا ہنسی کا
کھلنا وہ کھلا گیا کلی کا

گھورا جو اُنہین بہت تو بولے
کچھ تو حق چھوڑ دو آرسی کا

کین دست دراز یان صبا نے
اُٹھا جو بن کلی کلی کا

مرنے نہین دیتی مجکو یہ کوفت
وارث نہین کوئی بیکسی کا

ڈورے نشتے کے دخترِ رز سے
در پردہ ہین رشتہ دل لگی کا

جان بخش لبو پہ ان بتون کے
مرنے مین مزہ ہے زندگی کا

تھا عکس حریف کیون نہ روکا
کیا منہ توڑتا تھا آرسی کا

ہے تازہ طلسم رُخ پہ وہ زلف
اک حور پہ سایہ ہے پری کا

گلگیر ہون مین وہ شمعِ محفل
رہتا ہے مزہ جلی کٹی کا

بجلی کی پڑے نقاب اُس پر
نقشہ جو کھینچے تری ہنسی کا

کاجل یہ نہین ہے انکھڑیون مین
اُٹھتا ہے دھوان تری مسی کا

ہنس ہنس کے چمن مین میری گل نے
عقدہ کھولا کلی کلی کا

بجلی چمکی تو مین یہ سمجھا
آنچل لٹکا کسی پری کا

بجلی شبِ مہ مین ہین وہ آنکھین
جل جاے نہ کھیت چاندنی کا

انکھیون مین مٹی ہوئی بھی قبرین
دیتی ہین پتا کسی کسی کا

آجاے ادھر بھی دور کرتا
ساغر کسی چشمِ نرگسی کا

آتی ہے صدا یے درد چھن کر
سینہ چھلنی ہے بانسلی کا

کیا سا نہ دیا امیر میرا
قائل ہون مین وضعِ بیکسی کا

ردیفِ بای موحدہ

پوری مراد دل ہو کہ پھوٹے مرا نصیب
چلتا ہون اہو کو چہ قاتل کو یا نصیب

اُس رشکِ مہر کو ہے خود آرائیون کا شوق
ان روزون آئینے کا ہی چمکا ہوا نصیب

وہ دل مجھے خدا نے دیا ہے کہ عشق مین
آیا یہان جو غم تو پکارا خوشا نصیب

چاہِ ذقن سے چھُٹ کے پھنسا گیسوؤن مین دل
دیکھے نہین زمانے مین ایسے بلا نصیب

دیکھا نہ ایک رنگ جہانِ دورنگ مین
اچھا کسی کا ہے تو کسی کا بُرا نصیب

مقتل مین دیکھ کر مجھے بیکس ہوا وہ نرم
اُس جنگجو سے صلح ہوئی لڑ گیا نصیب

وہ داغ ہون نہین ہے جو مرہم سے آشنا
وہ درد ہون مین جسکو نہین ہے دوا نصیب

جا ہی چکا تھا گھر مین مین دیوار پھاند کر
دربانِ یار جاگ اُٹھا سو گیا نصیب

ساقی نے دے کے جام کفِ رعشہ دار مین
مجھ سے کہا کہ لے مگر آگے ترا نصیب

گزرا مہِ صیام دہی پھر ہے میکشی
دروازے میکدون کے کھلے کھل گیا نصیب

پہنچے ہین محلتون سے درِ یار تک امیر
دیکھین اب آگے ہمکو دکھاتا ہے کیا نصیب

حالِ فنا سے دہر سے غافل نہین حباب
ہر دم کو جانتا ہے دمِ واپسین حباب

اعلیٰ پہ اسفلون کو ہے بحرِ جہان مین فوق
دریا مین موتیون سے ہے بالانشین حباب

دیتا ہے بے ثباتیِ افلاک کی خبر
جامِ جہان نما سے ہے کم نہین حباب

تقلید مہر سے دیدۂ تر کی اگر کرے
کر لے تمام بحر کو زیرِ نگین حباب

پہچانتے ہین خوب جو ہین معنی آشنا
دیتا ہے نقشِ آب سپہرِ برین حباب

ساحل پہ بہرِ غسل اُتارو نہ پیرہن
دیکھے نہ تمکو آنکھ بچا کر کہین حباب

دروازہ رُو سے خلق پہ گھر کا کیا ہے بند
رکھتا ہے طرفہ دیدۂ انجام بین حباب

چشمِ غضب سے تم کبھی دیکھو تو کیا عجب
گھبرا کے پائے موج پہ رکھدے جبین حباب

ہے پانی پانی آنکھ اُٹھاتا نہین امیر
کیا میری چشمِ تر سے ہوا شرمگین حباب

عشقِ بت سے بھی تھا خدا مطلب
اور واللہ کچھ نہ تھا مطلب

ایک دیدار ہے مرا مطلب
دوسرا ہے نہ تیسرا مطلب

ماننے کو تو مین نہین کہتا
جانِ من سن تو لو ذرا مطلب

خط مرا کچھ ادھر اُدھر سے پڑھا
بیچ سے وہ اُڑا گیا مطلب

وصل کے نام پر کہا کیا خوب
جو مری چڑھ وہ آپ کا مطلب

اُس سے آنکھون مین ہوگئین باتین
بے عبارت ادا ہوا مطلب

ایک جان اور حسرتین لاکھون
ایک دل اور ہزارہا مطلب

منھ لگے کون روز ناصح کے
بات سمجھے نہ بات کا مطلب

کیون ملائین وہ آنکھ اب ہم سے
لے چکے دل نکل گیا مطلب

یہ ادب کا لحاظ تھا شبِ وصل
دل سے لب تک نہ آسکا مطلب

عیش ہو اور امیر کا آقا
ہے یہ بندے کا یا خدا مطلب

ردیفِ باے فارسی

کہتا ہون بہین سو رہو دیکھو ہے بڑی دھوپ
اِسوقت کہان جاؤگے پڑتی ہو کڑی دھوپ

ہوجائے گا اے شیخ مرا دامنِ تر خشک
میدانِ قیامت مین پڑیگی جو کڑی دھوپ

دونون کو بڑا عشق ہے اُس گیسو و رخ کا
آپس مین رقابت ہوئی سائے سے لڑی دھوپ

اے دل نہ شبِ وصل کی آمد مین ہو بیتاب
ہے شام قریب اور ہے دو چار گھڑی دھوپ

موقوف کرو قصدِ سفر آنے دو جاڑے
گرمی کا یہ موسم ہے بڑے دن مین بڑی دھوپ

اے ابرِ کرم باغ مین ہو سایہ فگن جلد
نرگس نہ کہین غش ہو کہ کھاتی ہے کھڑی دھوپ

اللہ بچائے جو حلیم آئے غضب مین
ظاہر ہے کہ برسات مین ہوتی ہے کڑی دھوپ

نالون سے ہوا گرم یہ گلشن جو ہے بے نخل
شبنم کے عوض رات کو پتون سے جھڑی دھوپ

سختی سے دن اُس گُل کی جدائی مین ہوا ختم
کانٹے کی طرح آبلۂ دل مین گڑی دھوپ

کیا نور ہے فراش نے اُس مہر کے گھر مین
جب فرش کو جھاڑا عوض گرد جھڑی دھوپ

برسات مین دکھلاؤ کبھی رُخ کبھی گیسو
دو چار گھڑی سایہ ہو دو چار گھڑی دھوپ

اُس گھر مین امیر آئی ہے لیکر یہ مجھے تقدیر
ہے شب کو جہان اوس پڑے دن کو کڑی دھوپ

میری تربت پہ گُھلے بالون اگر آئین گے آپ
حشر تک خواب پریشان مجکو دکھلائین گے آپ

چین کے افشان چاند سا چہرہ جو دکھلائین گے آپ
چاندنی چھٹکے گی خود تارے نکل آئین گے آپ

کہہ دو رضوان سے یہی پھل پھول سبزہ وان بھی ہے
اور کیا جنت مین رکھا ہے جو دکھلائین گے آپ

دیکھکر زلف اُن سے کہتے ہین ہوا خواہانِ عشق
کیا اسی دامن سے دل کی آگ بھڑکائین گے آپ

وصل مین جب رنگ چہرے کا ہو زرد آنکھین ہین سرخ
حضرتِ دل ہجر مین کیا رنگ دکھلائین گے آپ

کیا ندامت کی ہے حاجت مین ہون مجرم تو کریم
دیکھکر دریا تری رحمت کے لہرائین گے آپ

مجھ سے ہمچشمون مین تو سرکار کا یہ حال ہے
جب نہ ہوگا کوئی تو کس طرح پیش آئین گے آپ

حضرتِ غم دل مرا گھر آپ کا ہے آیئے
پر مین بے سامان بہت ہون آکے کیا پائین گے آپ

کوئی ایذا آج ہی چھوڑی نہین بہرِ امیر
کل جو وہ آئے گا تو کسطرح تڑپائین گے آپ

مجکو کیا جسکو جب ملین گے آپ
وہ یہ پوچھے گا کب ملین گے آپ

آنے پائے جو بزمِ عیش مین ہم
مثلِ سازِ طرب ملین گے آپ

ہاتھ پھیلا کے لی جو انگڑائی
مین یہ سمجھا کہ اب ملین گے آپ

ہوش عاشق کے کھوکے وصل کی شب
مثلِ بنت العنب ملین گے آپ

خاک مین بھی ملا چکے ہم کو
نہ ملے اب تو کب ملین گے آپ

حرفِ مدغم کی طرح وصل کی شب
نہ جدا ہونگے جب ملین گے آپ

ہے تعلی مزاجِ عالی میں ق
اور خوبوں میں کب ملیں گے آپ

رفتہ رفتہ جنابِ یوسف سے
جا کے مثلِ نسب ملیں گے آپ

خاصہ آپ میں ہے دولت کا
بخت چمکیں گے جب ملیں گے آپ

جان دینے کا تب ملے گا مزہ
دل کے مانند جب ملیں گے آپ

آئیے دونوں وقت ملتے ہیں
رک رہے اب تو کب ملیں گے آپ

ہجر ہے کون آپ میں آئے
مل رہوں گا میں جب ملیں گے آپ

آنکھ سے آنکھ دل سے دل ملجائے
کہیے اس طرح کب ملیں گے آپ

تپشِ دل کا میری ہوگا علاج
نبض کی طرح جب ملیں گے آپ

ڈھونڈھتا ہے عبث امیر سبب
ایک دن بے سبب ملیں گے آپ

ردیفِ تاے قرشت

ہیں ترے عارض و گیسو سے منور دن رات
پھر یہ حیرت ہے کہ یکجا ہوے کیونکر دن رات

تیری شمشیرِ ادا سے ہے زمانہ بھی دو نیم
ہیں اسی وجہ سے دو ٹکڑے برابر دن رات

یہ بھی شاہد تری بیداد کے فریادی ہیں
ماہ و خورشید جو پھرتے ہیں کھلے سر دن رات

میری آہوں کے دھوئیں سے یہ زمانہ ہے سیاہ
کہ نظر آتے ہیں اب چرخ پہ اختر دن رات

منزلِ کوچۂ جانان کی ہے کیا انکو تلاش
ہے فلک پر جو مہ و مہر کو چکر دن رات

یون مرے دل کو ہے عشقِ رخ و گیسو یکسان
جیسے نوروز میں ہوتے ہیں برابر دن رات

اک زمانہ انہیں کرتا ہے رقم نامۂ شوق
بیٹھے رہتے ہیں لبِ بام کبوتر دن رات

کیا سپید و سیہِ دہر سے ہے کام انہیں
ہیں مے عشق سے بیخود جو قلندر دن رات

کم نہیں صورِ سرافیل سے نالے میرے
اُنکے کوچے میں ہے ہنگامۂ محشر دن رات

سوتے ہیں دن کو عوض شب کی ملاقات کہاں
رات دن ہے انہیں لے دے کے مقرر دن رات

مہربان یار ہے اب ہجر کا کیا ذکر امیر

شکر صد شکر کہ ہے وصل میسر دن رات

اُسے میرے گھر تک نہ لائے گی رات
قیامت تک آئیگی جائے گی رات

بلا ہجر جانان مین لائے گی رات
سیاہی کی صورت و بائی گی رات

سپیدی ہے انجام موے سیاہ
سحر ایک دن ہوگی جائے گی رات

یقین ہے وہ چھپ کر چلے آئینگے
مرے کام بگڑے بنائے گی رات

کمان کہکشان تیر تیرِ شہاب
یہ کسکو نشانہ بنائے گی رات

چلو مل کے بیٹھو غنیمت ہے وصل
نہ دن ہوگا ایسا نہ آئے گی رات

تڑپتے تڑپتے ہوا دن تمام
خدا جانے اب کیا دکھائے گی رات

نہ آئین گے فرقت مین تارے نظر
غریبون سے آنکھین چُرائی گی رات

مداوا ے غم ہوگا فرقت مین غم
اُڑا دین گے نالے جو آئے گی رات

جو فرقت مین ہے تیرہ روزی یہی
تو دن کو بھی گھر سے نجائی گی رات

رُلاتی ہے ہمکو سر شام ہجر
جو بھیگی تو طوفان لائے گی رات

وہ گیسو جو افشان کے طالب ہوئے
ستارے ابھی توڑ لائے گی رات

ازل سے ہے یان تیرہ بختی امیر
بھلا ہم کو کیا آزمائے گی رات

خدا دکھائے کسی گلعذار کی صورت
شگفتہ دل ہو گلِ نوبہار کی صورت

کہان ہے دارِ فنا مین قرار کی صورت
نمودِ عمر ہے برق و شرار کی صورت

برنگ سرو ہین آزاد باغ عالم مین
ہے ایک اپنی خزان و بہار کی صورت

ہزار حیف کہ منزل پہ قافلہ پہنچا
مین پھر رہا ہون پریشان غبار کی صورت

شریکِ درد نہ کوئی تمام عمر ہوا
جلا کیا ہین چراغِ مزار کی صورت

کیا نحیف یہ غم نے مجھے کہ ایک ہوئی
تری کمر کی مرے جسمِ زار کی صورت

ہماری آنکھ سے یارب کہ چشم قربانی
مرے پہ بھی ہے وہی انتظار کی صورت

نہ راستی کا نشان سرو مین نہ گل مین ہے بو
بدل گئی چمنِ روزگار کی صورت

اس اشتیاق مین ہاتھو نپہ ہم نکھاے ہین گل
پڑین کسی کے گلے مین یہ ہار کی صورت

فراقِ یار نے مردہ بنا دیا ایسا
مکان بھی نظر آیا مزار کی صورت

نہ چھیڑ اسے دل انھین گالیان ہین منہ پہ دھری
برس پڑین گے وہ ابرِ بہار کی صورت

شگفتہ کیون نہ ہون بارش کا تار دیکھکے مست
پھندی بھی تو ہے بطِ مے کے شکار کی صورت

خوشا امیر وہ منعم کہ ہو کے دولتمند
جھکائے سر شجرِ میوہ دار کی صورت

ردیف تاے ثقیلہ

ہے میل جو آغاز مین کب سے یہ نئی چوٹ
سہتے ہو تو کھلاڑی تری مدت کی بندھی چوٹ

چین اب کسی پہلو کسی کروٹ نہین آتا
سچ ہے کہ لگی دل کی بھی ہوتی ہے بری چوٹ

کیا اُس نگہِ ناز کی چوٹون مین مزہ تھا
دیکھا کیے آنکھون سے بچائی نہ گئی چوٹ

اللہ ری محبت مین نزاکت مرے دل کی
دیکھا جو کڑی آنکھ سے اُسنے تو پڑی چوٹ

تم ناز سے چلتے ہو چمن مین مجھے ڈر ہے
کھا جاے نہ ٹھوکر سے کہین کبکِ دری چوٹ

آیا یہ کس ابھرے ہوے جوبن کا تصور
گھونسا مری چھاتی پہ لگا دل پہ لگی چوٹ

آسان نہین صدمۂ اُلفت کا تحمل
دل تھا یہ ہمارا ہی کہ ہمنے یہ سہی چوٹ

اللہ ہمارے دلِ نازک کو بچا لے
آتی ہے لگانے کو تری عشوہ گری چوٹ

مرکر بھی محبت کی کسک دل سے نہ نکلی
بیٹھے مرے پہلو مین تو کیا خوب جمی چوٹ

کیا دردِ محبت کا مزہ تجھکو بتاؤن
کھائی نہین بیدرد ترے دل نے کبھی چوٹ

مجروح ہوا جلوۂ دیدار سے عاشق
مارا نگہِ ناز نے چتون سے بھی کی چوٹ

نکلی نہ مرے پر بھی گئی قبر مین ہمراہ
پڑ کر دلِ عاشق پہ مصیبت مین پڑی چوٹ

کہتی ہے امیر اُسکی ادا تیغ قضا سے
دعوی ہے پھکیتی کا تو لے روک ہی چوٹ

لچک گئی کمر اُسکی تو دل نے کھائی چوٹ
دوتا جو زلف ہوئی چوٹ پر لگائی چوٹ

کمر کے عشق مین ہم نے جگر پہ کھائی چوٹ
یہی سبب ہے جو دیتی نہین دکھائی چوٹ

مقابل آئنہ آیا تو منہ کو پھیر لیا
کڑی نگاہ جو دیکھی تو کیا بچائی چوٹ

بڑھا کے رتبہ گھٹایا غضب کیا قاتل
چُھدکا کے سر کو کمر کی عبث لگائی چوٹ

فسردہ دل ہون مگر فصلِ گُل تو آنے دو
اُبھر ہی آئیگی پچھلی دبی دبائی چوٹ

اُمید کیا ہو کسی سے کہ اس زمانے مین
ملاپ جوڑ ہے یارونکی آشنائی چوٹ

نشانِ زخم ہوا بوجھ ناتوانی سے
زمین سے اُٹھ نہ سکے ہم اگر اُٹھائی چوٹ

جو وقتِ قتل اُٹھا ہاتھ کھل گئی وہ گات
اُبھر کے غنچے کے مانند مُسکرائی چوٹ

امیر دردِ دلِ سنگ کوہکن سمجھا
لگا کے سر پہ جو تیشے کی آزمائی چوٹ

کسی پہ زخم پڑا یان جگر پہ آئی چوٹ
بھلا ہو رسم کا اپنی ہوئی پرائی چوٹ

رقیب پر اگر اُس ترک نے لگائی چوٹ
ہوا یہ رشک مجھے پہلے مین نے کھائی چوٹ

پڑا ہون رنج مین مین اپنے رحم کے ہاتھون
چپیٹ دیتی ہے دلکو مرے پرائی چوٹ

یہ مجھ سے کہتی ہے غیرت کہ ہاے مر نہ گیا
خفیف اُسکو کیا تو نے کیون بچائی چوٹ

مصیبتین تہِ خنجر ہزار ہا جھیلین
نہ کی زبان سے اُف دل نے لاکھ کھائی چوٹ

ضرور کیا تھا کسی سنگدل کو دل دینا
جگر پہ بیٹھے بٹھائے عبث اُٹھائی چوٹ

جو پھول پھینک کے اُس نے رقیب کو مارا
ہوا یہ صدمہ کہ پتھر کی ہمنے کھائی چوٹ

مٹا نہ وید کا لیکا نہ تاک جھانک گئی
ہزار بار اُٹھائی زک اور کھائی چوٹ

عیان ہو زخم جو گل کیطرح ہے دل مجبور
سمٹ کے غنچے کی صورت بہت چھپائی چوٹ

جہان مین کوئی نہین اُس صنم سا سنگین دل ۔ کہ دل لگانے کے بدلے کڑی لگائی چوٹ

یہ کسکے سامنے فریاد کر رہا ہے امیر
کسکے دل کو لگی ہے کہین پرائی چوٹ

ردیف ثائے مثلثہ

ہجر مین ہے فضا عبث ابر عبث ہوا عبث ۔ بادۂ جانفزا عبث نغمۂ دلکشا عبث

پوچھو نہ لاغری کی حد لقمۂ مور ہے جسد ۔ کھولے ہوئے ہے منہ لحد صورت اژدہا عبث

قافلہ سب رہ پیش و پس پہ نہین کوئی ہمنفس ۔ کون بڑا ہے دادرس چیخ نہ اے درا عبث

آئی نہ اپنے کام عمر غم مین کٹی مدام عمر ۔ تنکے چنے تمام عمر صورت کہربا عبث

دل بھی خدا کا ہے مکان کیون نہین آتی ہو یہان ۔ ہوتی ہے عرش کو روان روز مری دعا عبث

ہوتے ہین لاکھ ہم ملول کب ہے دہان دعا قبول ۔ گریۂ بے اثر فضول نالۂ نارسا عبث

منزل سیل ہے جہان ہو گئے کتنے بے نشان ۔ بیٹھے ہین جم کے ہم یہان صورت نقش پا عبث

ہوتی ہین حاجتین روا کس سے کریم کے سوا ۔ کرتے ہین حرص آشنا غیر سے التجا عبث

طرفہ امیر غم ہوئے پھر نہ کبھی بہم ہوئے
اُس گل تر سے ہم ہوئے صورت بو جدا عبث

سبزہ مرے مزار پر بعد فنا اگا عبث ۔ عمر کی جب خزان ہوئی باغ مین ہو فضا عبث

ہنستے ہین میرے چارہ ساز فکر مین مبتلا عبث ۔ مجکو مزہ ہے درد کا کرتے ہین یہ دوا عبث

زار ہوا ہون اس قدر جسم نہان ہے مثل جان ۔ آتی ہے روز ڈھونڈتے مجکو مری قضا عبث

عیش کا دہر مین نشان دیکھا کبھی نہ آسمان ۔ گرگ سے ماہ مصر کا پوچھتے ہو پتا عبث

دولت دہر کی نہین زخمیون کو کچھ آرزو ۔ صرف کیے ہین تیر مین تم نے پر ہما عبث

قوت فہم اگر نہین علم پہ تکیہ ہے فضول ۔ منزل ہین جو پاس سے راہرو نابینا کو ہے عصا عبث

گوش کریم تک کبھی چاہیے سمت کو جاے ۔ پھیل رہی ہے شہر مین سائلون کی صدا عبث

سرمے سے کام اب نہیں چشم سیاہ یار کو
پیسکے ہمارے استخوان ہوگئے سرمہ سا عبث

عقدۂ دل مرا کھلے اسکی امید ہی نہیں
ناخن سعی خلق ہیچ فکر گرہ کشا عبث

مال تلف ہوا ہوا تم نہ بہاؤ اشک امیر
خاک مین اپنے ملاتے ہو گوہر بے بہا عبث

ردیف جیم تازی

اس شان سے وہ برق وش آتا ہے ادھر آج
گلنار دوپٹے سے بھی اڑتے ہین شرر آج

ہوتا ہی تو ہے فیصلۂ گردن و سر آج
وہ قتل پہ ہین مرگ پہ باندھے ہون کمر آج

غیرون سے کبھی ہے کبھی مجھ سے ہے لگاوٹ
بہکی ہوئی پھرتی ہے محبت کی نظر آج

گو جاتے ہین آہستہ نزاکت سے وہ لیکن
دوڑی ہوئی جاتی ہے خوشی غیر کے گھر آج

گلزار مین میکش ہوے سب شیخ بہشتی
بیعت انہین ساقی سے ہوئی زیر شجر آج

ڈر ڈر کے ملک بھی ہوے کاندھون سے گریزان
اب ہجر مین کوئی نہ ادھر ہے نہ ادھر آج

غربت مین مین آیا تو اڑی خاک وطن مین
اڑتی ہوئی دی ہے یہ بگولون نے خبر آج

باران نہین پتھر ہی گرا کشت پہ میری
لے ابر کرم خواہ غضب کچھ تو ادھر آج

گزرے گی شب ہجر نہ تا روز قیامت
بے پر کی اڑاتا ہے عبث مرغ سحر آج

جنت مین کریمون سے کہین گے یہ فرشتے
بوئے تھے جو کل نخل سو لے ان کے ثمر آج

کس شان سے بیٹھے ہین سر بزم وہ آکر
ذرون مین ہین خورشید چکورون مین قمر آج

شیشے کیطرح جوش مے عشق سے ہے دل مین
ہو مہر دہن منہ کو کہین آکے جگر آج

عالم مین رواج اب یہ ہوا بے ہنری کا
ہم عیب کے مانند چھپاتے ہین ہنر آج

بیگانے ہوے نزع مین جتنے تھے یگانے
آنکھین جو پھرین پھر گئی عالم کی نظر آج

شاید کسی دلبر پہ امیر آ ہی گیا دل
کیون ہاتھون سے تھامے ہوے پھرتے ہو جگر آج

پردے سے جو اُس حور نے دیکھا ہے ادھر آج
آنکھوں تلک مری پہونچتی ہے میری نظر آج

شوخی سے ہے بے چین وہ بجلی سی نظر آج
کہتی ہے حیا دیکھیو گرتی ہے کدھر آج

اللہ رے حیا وصل میں اُٹھتی ہی نہیں آنکھ
کیا شکلے دُلہن بیٹھی ہے پردے میں نظر آج

اُس ماہ سے ہے وصل تو اندھیر ہے دیکھو
شام آئی ہے لیتی ہوئی ساتھ اپنے سحر آج

کس لطف سے جھنجلا کے وہ کہتے ہیں شبِ وصل
ظالم تری آنکھوں سے گئی نیند کدھر آج

دیدار طلب تو بھی ہے اور میں بھی ہوں زاہد
لیکن ترے گھر کل ہے وہ دن اور مرے گھر آج

سب اچھے بُرے حشر میں ہیں حاضرِ دربار
دیکھیں نظرِ لطف و عنایت ہو کدھر آج

یاد آتی ہے رہ رہ کے یہ کسکی مرے دل میں
اُٹھ اُٹھ کے بٹھاتا ہے کیسے دردِ جگر آج

قاصد کمرِ یار کے مضمون ہیں خط میں
ڈرتا ہوں کہ تیری بھی نہ غائب ہو کمر آج

آنکھیں مری نشے سے نہیں سرخ ہیں زاہد
کچھ کچھ چھلک آیا ہے ادھر خونِ جگر آج

اے طولِ جدائی یہ بنا ہے ترا اندھیر
دن سارے زمانے میں ہے اور شب مرے گھر آج

دوزخ کے بھی جنت کے بھی دروازے کھلے ہیں
اے شانِ کرم تجکو ہے کیا مدِ نظر آج

کہتی ہے قضا طولِ امل دیکھ کے مجھ سے
سامانِ توکل زادِ سفر کا ہے سفر آج

اک عمر ہوئی ہم ہیں تری یاد سے بیہوش
اے بیخبری تجکو ہوئی ہے یہ خبر آج

مانگی ہے دعا کس نے الٰہی کہ کھلا ہے
آغوشِ تمنا کی طرح بابِ اثر آج

پریاں بھی ہیں دیوانی اُسی رشکِ پری کی
آئی ہے پرستان سے اُڑ کر یہ خبر آج

کل کوچ ہے کچھ لیتے ہوئے بن نہ پڑیگی
لینا ہے مسافر کو تو لے زادِ سفر آج

تھی یاس جن اُمیدوں سے بر آنے لگی ہیں
ٹوٹی ہوئی شاخیں مجھے دیتی ہیں ثمر آج

رہ رہ کے دکھاتے ہیں وہ شمشیرِ نگہِ ناز
ڈرتا ہوں کہ سینہ سے نکل آئے نہ جگر آج

خورشیدِ قیامت کا بہت گرم ہے بازار
دے اُسکو بھی چھینٹا کوئی اے دامنِ تر آج

ہوتے ہیں وہ رخصت میں یہاں رک کے گردن کیا
ساتھ اپنے لیے چل مجھے اے شمعِ سحر آج

کچھ کچھ جو شریک آنسوؤن مین خونِ جگر ہے / یاقوت سے رنگت مین نکلتے ہین گہر آج
کس غیرتِ خورشید سے ہوتی ہے جدائی / اوڑھے ہوئے کیون شام کی کملی ہے سحر آج

بیٹھا ہے امیر اسکی بغل مین مرا دشمن
رہ رہ کے جو اُٹھتا ہے مرا دردِ جگر آج

جو تجھ سے رُخ ملائین چاند سورج / ابھی تو منہ کی کھائین چاند سورج
سحر کو شام کو بھی یاد رکھین / نہ اتنا سر اُٹھائین چاند سورج
ترے رخسارون مین ایسی چمک ہے / کہ لیتے ہین بلائین چاند سورج
گزر ان کا جو تیری راہ مین ہو / ابھی آنکھین بچھائین چاند سورج
ترے نقشِ قدم کا پائین رتبہ / یہ کرتے ہین دعائین چاند سورج
فروغ اپنا جو اس سے بڑھکے چاہین / تری چوٹی مین آئین چاند سورج
ترے چہرے سے اُٹھ جائے جو گیسو / گہن مین منہ چھپائین چاند سورج
وہ غازہ ملتے ہین اب منہ پہ کہدو / کہ خیر اپنی منائین چاند سورج
سپید و زرد ہین اُس رخ کے آگے / ذرا آنکھین ملائین چاند سورج
خدا کے نور ہین سبطین احمدؐ / کہان یہ نور پائین چاند سورج

امیر اُس عارضِ روشن کے آگے
بگڑ کر کیا بنائین چاند سورج

ردیف جیم فارسی

عاشقِ ابرو کی یون تصویر کھینچ / اے مصور حلق پر شمشیر کھینچ
اُس کمر سے موقلم مانی بنا / ناتوان ہون یون مری تصویر کھینچ
مدعا اے دل ہے ترکِ مدعا / جتنی آہین کھینچ بے تاثیر کھینچ
مین کہان عشق اسکی مژگان کا کہان / دیکھ کانٹون مین نہ اے تقدیر کھینچ

قید میں اے دل کہاں تک ضبطِ غم
تو بھی نالے صورتِ زنجیر کھینچ

اس عرق آلودہ رخ کے لکھ صفات
اے قلم عطرِ گلِ تصویر کھینچ

بڑھ کے آئے ہاتھ میں اے دل وہ زلف
ایک ایسا نالۂ شبگیر کھینچ

اس دہانِ تنگ پر عاشق نہ کر
یوں شکنجے میں نہ اے تقدیر کھینچ

جلوہ گر مانی ہو رنگِ اتحاد
میری اسکی ایک جا تصویر کھینچ

عاشقِ احباب ہوں ہمراز ہیں
رنگِ صحبت سے مری تصویر کھینچ

راہ پا کر زخم سے نکلے نہ چور
پھر تک قاتل جو دل سے تیر کھینچ

اے مصور جب وہ دیکھے آئنہ
پا کے موقع عکس کی تصویر کھینچ

قتل کی حسرت ہے تو اے دستِ شوق
اک ذرا بڑھ دامنِ شمشیر کھینچ

اے مصور ہے ترقی پردہ حسن
کھینچی ذلت جو ہو تصویر کھینچ

کیا حیا ہے کہتے ہیں مانی سے وہ
کھینچ پردہ رخ پہ جب تصویر کھینچ

دولتِ عقبیٰ اگر چاہے اسیر
دستِ دل سے دامنِ شبیر کھینچ

منتِ قاتل نہ احسانِ کمان و تیر کھینچ
ہاتھ سے اپنے گلے پر آپ ہی شمشیر کھینچ

تیر کھا کر شکر کرنا لے نہ او نخچیر کھینچ
سر جھکا کر ناز قاتل کے تہِ شمشیر کھینچ

مجھکو ہو تیرا تصور تجھکو ہو میرا خیال
میں تری تصویر کھینچوں تو مری تصویر کھینچ

جان نثاروں میں ہے سچا کون جھوٹا کون ہے
یار ابھی کھل جائیں گے جوہر ذرا شمشیر کھینچ

سامنا بیدرد سے ہے دیکھنا خفت نہو
اے دلِ پر درد جب کھینچ آہ پرتاثیر کھینچ

ہو کے پابندِ محبت بندِ غم سے چھوٹ جا
ہاتھ دنیا سے پہنکر پاؤں میں زنجیر کھینچ

قتل گہ میں کچھ مرے قاتل سی بن پڑتا نہیں
روکتی ہے شرم کہتی ہے ادا شمشیر کھینچ

چارہ گر تدبیرِ دردِ عشق پیچھے سوچنا
خطِ رد تو پہلے بالائے خطِ تقدیر کھینچ

ایک دن تیری بھی یون ہی کھال کھینچی جائیگی
پوست آہو کا نہ اے صیادِ آہو گیر کھینچ

ہاتھ مین اس مست کے تلوار سے پھر سپر دیکھ
چشمِ میگون مین ذرا سُرمے کی بھی تحریر کھینچ

سبزۂ خط اُسکا دکھلا کر نہ دیوانہ بنا
بیگنہ ہون مجکو کانٹون مین نہ اے تقدیر کھینچ

بادہ خوارون پر عنایت چاہیے پیرِ مغان
اِن مریدون کو بھی اپنے رنگ مین اے پیر کھینچ

بندگی مولیٰ کی یکسو ہو کے کرنا چاہیے
اے مصلّی ہاتھ دنیا سے دمِ تکبیر کھینچ

تا گیسو کی درازی کا ٹھکانا ہے کہین
اس کشش سے اپنا ہاتھ اے کاتبِ تقدیر کھینچ

جھیل کڑیان سلسلۂ گیسو سے رکھنا ہے اگر
قیدِ زندان سے نہ گھبرا صدمۂ زنجیر کھینچ

تیر پڑتے ہین جگر پر برچھیان دل پر مرے
بار بار آہین نہ اے قاصد دمِ تقریر کھینچ

کشتۂ مژگان ہون مانی ہاتھ سے رکھدے قلم
کھنچ سکے تو نوکِ خنجر سے مری تصویر کھینچ

ساتھ پیکان کے لپٹ کر دل نہ کھنچ آئے کہین
دیکھ او ظالم ذرا آہستگی سے تیر کھینچ

روے اپنے حال پر جاتی جوانی مین امیر
رات تھوڑی رہگئی ہے نالۂ شبگیر کھینچ

ردیفِ حاے حطی

چلتے ہی گذری ہین دم کی طرح
ٹھہرے کہان نقشِ قدم کی طرح

حفظِ لسان سے ہون مین مشہورِ خلق
نطق خموشی ہے قلم کی طرح

مقصدِ سفر اُن کا ہوا مجکو مرگ
گھر سے وہ نکلے مرے دم کی طرح

زار ہے اے ترک ہون مین سخت جان
خون نکلتا نہین دم کی طرح

دیکھیے جب میکدے مین ہے بلند
دستِ سبو دستِ کرم کی طرح

عشق مین مر کر مری ہوگی نمود
نام نکل جاے گا دم کی طرح

سر ہی غمِ عشق مین پیٹا کیے
ہاتھ رہا سر پہ علم کی طرح

ہون وہ سیہ روز چلون جسطرف
شام ہے ساتھ قلم کی طرح

ضعف ہے ایسا کہ زمین گیر ہے
سایہ مرا نقشِ قدم کی طرح

دیر مین ٹھہرو تم اگر دم کے دم
صاحبِ حرمت ہو حرم کی طرح

پان بھی بھیجے ہین تو غیرونکے ہاتھ
لطف وہ کرتے ہین ستم کی طرح

ہون مین وہ غم دوست ہے جسکو عزیز
برقِ غضب ابرِ کرم کی طرح

راہ ہے کعبے کی رہِ کوے یار
سجدہ کنان چلیے قدم کی طرح

حیف کہ رستے مین مجھے ہم سفر
چھوڑ گئے نقشِ قدم کی طرح

زندہ محبت سے ہون مین ناتوان
ہے یہ ہوا سینے مین دم کی طرح

بیٹھے اسیر اسکی گلی مین جو ہم
مِٹ کے اُٹھے نقشِ قدم کی طرح

مژہ بھی کرتی ہے بل ابروِ بتان کیطرح
ستم ہے تیر بھی کھینچنے لگے کمان کی طرح

مزہ یہ ذوقِ شہادت کا ہے کہ اے قاتل
زبانِ تیغ کو چوسون ترے زبانکی طرح

یہ لطف مقتلِ الفت مین ہے شہادت کا
تڑپ بھی ساتھ چلے عمرِ جاودانکی طرح

نویدِ وصل مٹاتی ہے دل کے داغونکو
بہار لوٹتی ہے باغ کو خزانکی طرح

یہ میکدہ ہے کہ کوئی طلسم ہے ساقی
جو آئے پیر کی صورت گئے جوانکی طرح

فراقِ یار مین رویا جو مین تو غم اس کا
لپٹ گیا وہین معشوقِ مہربانکی طرح

بل ابروون پہ ہے اللہ آبرو رکھ لے
کھنچے ہین جو بھی وہ شمشیرِ امتحانکی طرح

جو تیز رو تھے مسافر وہ پہنچے منزل پر
مین اُٹھکے بیٹھ گیا گردِ کاروانکی طرح

گلا یہ ضبط نے گھونٹا کہ تنگ آکے اسیر
نکل گیا مرے سینے سے دم فغان کی طرح

ہے دل مین ٹھنی اب کہ اگر آئے گا ناصح
سمجھاؤن گا ایسا کہ سمجھ جائے گا ناصح

مین اُسکی نہ مانون گا تو نقصان مرا کیا
میری جو نہ مانے گا تو پچھتائے گا ناصح

آتا ہے مرے پاس تو آنے دو نہ روکو
دو چار گھڑی بیٹھ کے اُٹھ جائیگا ناصح

پہلے اُسے دیکھ آئے یہ کہنا مرا مانے
پھر میرے سر آنکھوں پہ جو فرمائیگا ناصح

کہدو کہ نہ باتوں میں مری شاخ نکالے
کہہ دونگا پتے کی میں تو پچتائیگا ناصح

سنکر میں نصیحت نہیں لاتا جو [illegible]
اتنا ہے مجھے دھیان کہ جل جائیگا ناصح

رونا جو میں چھوڑونگا تو تڑپونگا مقرر
بیکار تو مجھسے نہ رہا جائیگا ناصح

آیا ہے اگر صحبت رندان میں تو بیٹھے
گھبرا کے امیر آپ ہی اُٹھ جائیگا ناصح

ردیف خاے معجمہ

ہے جسقدر کہ وہ صنم شوخ و شنگ شوخ
ایسے کبھی نہ ہونگے بتان فرنگ شوخ

آئینہ دیکھو جاتے ہو کیا سیر باغ کو
پھیکا گلوں کا رنگ تمہارا ہی رنگ شوخ

مانگا جو بوسہ میں نے جلیبوں سے یہ کہا
دیکھو تو کس قدر ہے یہ بے نام و ننگ شوخ

ساقی شراب سرخ وہ مجھ مست کو پلا
یاقوت آبدار ہے جسکا ہو رنگ شوخ

مضمون جو سوجھنے لگے اُڑنے لگا قلم
میدان پا کے اور ہوا یہ سُرنگ شوخ

گھر والوں پہ بھی ہوتی ہیں ہر وقت چھیڑیاں
کتنا ترا مزاج ہے اے خانہ جنگ شوخ

ہے رنگ باندھنا تو ڈبو اس میں انگلیاں
مہندی سے تیری میری لہو کا ہے رنگ شوخ

معشوق وہ ہے جسکی طبیعت بھی شوخ ہو
کیا فائدہ فقط ہو جو چہرے کا رنگ شوخ

بینش پہ ناز شیخ کو عینک سے ہے عبث
کیا وصف ہے جو مرکب تیمور لنگ شوخ

کہنے کی یہ غزل تو نہ تھی لیکن اے امیر
میں کیا کروں ہے میری طبیعت کا رنگ شوخ

ردیف دال مہملہ

عاقلوں کو ہے آبادی کا کاشانہ پسند
ہم ہیں وحشی ہمیں سنسان ہے ویرانہ پسند

قصہ گو یون سے جو سن لی ہے کہانی میری
انگلیان کانون مین اپنے دیتے ہین افسانہ پسند

جان وہی شمع پہ پروانون نے گر گر سر بزم
ایسی آتی ہے ہمین ہمت مردانہ پسند

مسجد و ظرف وضو تجھکو مبارک زاہد
ہمکو ہے بزم مے و شیشہ و پیمانہ پسند

مٹگئے سامنے اُس شوخ کے جتنے تھے حسین
حُسن پریون کا کرے اب کوئی دیوانہ پسند

دل کو کیا لطف جو معشوق نہو گرما گرم
شمع خاموش کو کرتا نہین پروانہ پسند

آبلے پاؤن کے کافی ہین مجھے وحشت مین
تاج سلطان کو رہے گوھر یکدانہ پسند

دونون گھر اُسکے ہین تمئیز کہان وحدت مین
ہمکو کعبے ہی کی مانند ہے بتخانہ پسند

آہنہ جان کے زانو پہ جگہ دی اُس نے
جانتا دل جو مرا تو کبھی کرتا نہ پسند

مرگیا مین تو حسینون نے سبھی کی زینت ترک
رُخ کو آئینہ نہ اب زلف کو ہے شانہ پسند

اپنے مضمون تو پسند آتے ہین عالم کو امیر
ہے وہ شاعر جو کرے معنی بیگانہ پسند

سچ کہہ پسند کسکی ہے اے خوبرو پسند
تجکو عدو پسند ہے مجکو ہے تو پسند

سب کو تری پسند ہے لے ماہرو پسند
عالم پسند وہ ہے کرے جسکو تو پسند

اللہ رے جوش ناز و ادا بزم یار مین
پس پس گیا ہے آج دل آرزو پسند

خنجر دکھا کے کہتے ہین وہ بات بات پر
ہمکو تو اس زبان سے ہے گفتگو پسند

آؤ جو میرے قتل کو اتنا رہے لحاظ
ناوک جگر پسند ہو خنجر گلو پسند

رحمت ہی رحمت اُسکی ہے کرلے اگر قبول
میری نماز اُسے ہے نہ میرا وضو پسند

دیکھون کہ میرے یار کے کیونکر نباہ ہو
وہ دشمن آبرو کا ہے مین آبرو پسند

زینت کے وقت بھی ہے جو انجام کا خیال
مٹی کے عطر کی ہمین آتی ہے بو پسند

احسان کسی کا کب ہو گوارا برنگ گل
ہے چاک پیرہن ہمین لیکن رفو پسند

زاہد نگاہ کم سے کسی رند کو نہ دیکھ
کیا جانے اُس کریم کو وہ ہو کہ تو پسند

آجائے جسپہ دل ہو وہی جان سے عزیز
یعقوب کو ہے جامۂ یوسف کی بو پسند

کھلکر کہو کہ بوسۂ گیسو نہ دینگے ہم
یہ الجھی الجھی ہمکو نہین گفتگو پسند

بلبل نثار گل پہ ہے پروانہ شمع پر
ذرّے کو مہر ہمکو ہے وہ ماہرو پسند

پیدا کیا ہے حسن نے دولت کا خاصّہ
وہ کون ہے جہان مین نہین جسکو تو پسند

سب آفتون سے چھوٹ گیا کر کے ترک حرص
کیونکر نہو مجھے دلِ بے آرزو پسند

دن رات ذکرِ شعر و سخن سے ہے کام مہر
باتین یہی پسند یہی گفتگو پسند

جسدن سے اُس غریب کو آیا ہے تو پسند
ہے کس غضب مین جانِ دلِ آرزو پسند

ساقی ہے دخترِ رز سے زیادہ عروس کون
کیا کھلینی کھلینی اُسکی ہے مستونکو بو پسند

عاشق کو ذبح کر کے وہ خنجر ہو کیون نہ مست
خونخوار کو ہے مے سے زیادہ لہو پسند

منہ دیکھنے کا ہے اُنس فقط شکلِ آئنہ
کرتے ہین دل مرا وہ مرے روبرو پسند

یہ جھک پڑا جہان وہین دریا بہا دیا
ساقی مجھے ہے ہمتِ دستِ سبو پسند

کہتے ہین کوئی جم کے نہ بیٹھے ہمارے پاس
اُکھڑی ہوئی یہ ہمکو نہین گفتگو پسند

کیا مجکو سبز باغ دکھاتا ہے آسمان
مشتاقِ مے ہون مین نہین خالی سبو پسند

دل ہے ترا جگر ہے ترا جان ہے تری
ہرگز نہین دریغ کرے جسکو تو پسند

بحر جہان مین گوہر یکتا ہے میری ذات
اس تھوڑی سی بساط پہ ہے آبرو پسند

اللہ رے پاسِ خاطرِ اغیار یار کو
لایا ہے قتلِ دوست کو خنجر عدو پسند

اے دل خدا کے واسطے اب میری جان چھوڑ
تجکو نہ مین پسند نہ مجکو ہے تو پسند

ہم چاہین دل ملے وہ ملاتے نہین ہین آنکھ
وان جام سے دریغ یہان ہی سبو پسند

سو آفتین ہزار بلائین قبول ہین
منہ یاس کا نہ دیکھے دلِ آرزو پسند

ہم بے زبان یار ہمارا زبان دراز
یان خامشی پسند ہے وان گفتگو پسند

بے ذوقِ عشق دیدہ و دل دونون ہیچ ہین — خالی قدح پسند نہ خالی سبو پسند
زاہد کو گریہ وقتِ عبادت ضرور ہے — اللہ کو نماز نہین بے وضو پسند
جھکیئے جو پیشِ یار تو آنسو بہایئے — ہے اس نماز کے لیئے ایسا وضو پسند

ہے لکھنؤ کی جانؒ تو کلکتے مین امیر
خاک آئے میری آنکھہ کو اب لکھنؤ پسند

میرا کلام صاف ہو کیونکر عدو پسند — آئینے کو کرے نہ کبھی زشت رُو پسند
نکلے امید جس سے وہ ہے گفتگو پسند — مجکو ہے وردِ آیۂ لاتقنطو پسند
کرتا ہون پیار غیر کو بھی مین تری طرح — وہ بھی پسند مجکو ہے جسکو ہے تو پسند
آنکھون کو میری مدِّ نظر ہے تو روئے یار — کانون کو میرے ہے تو وہی گفتگو پسند
افشا ہو رازِ عشق تو کاٹین زبان ہم — مستون کی طرح ہمکو نہین ہا و ہو پسند
چھوٹے بڑے پہ کچھ نہین موقوف ساقیا — میکش ہون مجکو خُم کی طرح ہے سبو پسند
دو ہاتھ مین کریگا وہ کیا خاک فیصلہ — ہے جسکو طولِ قصۂ تیغ و گلو پسند
خاکِ لحد ہے ریگِ روان کی طرح روان — مرنے کے بعد بھی ہے تری جستجو پسند
شکرِ خدا کہ اب ہوئی اُمید قتل کی — مہندی کے بدلے اُنکو ہے میرا لہو پسند
ہے تو ہی شرق و غرب و جنوب و شمال مین — کیون سجدہ مثلِ کعبہ نہو چار سُو پسند
میکش وہ ہین کہ اور ہے اپنا دلِ دو ماغ — ساغر ہے مہر کا نہ فلک کا سبو پسند
دو دن مین دلِ شکستہ ہو ترک کر کے وہ مست — ٹوٹا ہوا کسی کو نہین ہے سبو پسند
نادان ہے قیس سے جو ہین دے مناسبت — لیلےٰ اُسے پسند ہے ہمکو ہے تو پسند

تعریف دوستون کی نہین معتبر امیر
اچھا ہے وہ کلام کرے جو عدو پسند

چاہ ذقن مین دل کو کیا بیگناہ بند — اُلٹی سنو کہ ہوتے ہین وان دادخواہ بند

ؒ یہ اشارہ ہے واجد علی شاہ فرمانروائے اودھ کی طرف ۱۲

یارب پڑی ہے کس رخِ پرنور پہ نظر
ہوتے نہین جو دیدۂ خورشید وماہ بند

اچھا بندہا نہ ایک بھی مضمون زلف کا
لکھکر کیئے قلم نے ہزارون سیاہ بند

اے چشمِ تر ٹھہر بھی کہ خط یار کو لکھون
بارش مین نامہ بر کی ہے پھرون سی راہ بند

راہی ہین صبح وشام مسافرِ سوِ عدم
ہوتی نہین ہے شب کو بھی یہ شاہراہ بند

اُس شاہِ حسن کا کوئی دربار کیا کرے
جب جاکے دیکھیے ہے درِ بارگاہ بند

بادِ بہار نے یہ لپیٹے ہین برگِ گل
رنگین تری قبا کے ہین کیا واہ واہ بند

زاہد بھی میکدے کی طرف کیا چلے گئے
مدت سے ہے امیر درِ خانقاہ بند

مشاطہ کیا ہے آئنے کا بھی سلام بند
سرکارِ حسن کا نظر آتا ہی کام بند

کرتا ہے غیر یار سے بدگوئیان مری
کچھ دون تو منہ حریص کا ہو لا کلام بند

گھبرا کے رند جانبِ دوزخ چلے گئے
پایا جو بابِ روضۂ دارالسلام بند

دہ در شود کشادہ اگر بستہ شد درے
رہتا نہین کسیکا زمانے مین کام بند

مسجد مین جاکے بیٹھ رہا مے فروش کیا
کیا وجہ کیون دکان ہے مے کی مدام بند

چھوٹے جو ایک غم سے پھنسے اور غم مین ہم
جیسے قفس مین ہوتے ہین مرغانِ دام بند

لازم ہے بہرِ گریہ بھی دل کی کشادگی
آئے عرق کہان سے اگر ہون مسام بند

ساقی کے ہجر مین ہے اذیت خمار کی
دل کیا کہ ٹوٹتے ہین بدن کے تمام بند

اے ابرِ چشم کچھ تو برسنے مین کر کمی
ہے کاروبارِ خلقِ خدا کا تمام بند

ساقی یہ بزمِ عیش ہے سن لے امیر کی
ہو شام سے نہ صبح تلک دورِ جام بند

ردیف دال ثقیلہ

چھوٹے اُس ابرو کو ہے مجکو بھی شایان گھمنڈ
کرتے ہین تیغ زن شمشیر زن جبہت کے میدان گھمنڈ

تو ہے سلامت تو کیا صبح قیامت کا ڈر
تیری درازی پہ ہے اے شب ہجران گھمنڈ

کہتے ہین آئینے مین دیکھ کے زلفون کا بل
ہم سے بھی کرتے ہین اب گیسوے پیچان گھمنڈ

مہر کو بھی ہے کسوف ماہ کو بھی ہے خسوف
حسن پہ زیبا نہین اے بت نادان گھمنڈ

عشق فسون گر سے ہے آج ترا سامنا
پڑھ لے جب افسون پہ ہو تجھکو پری خوان گھمنڈ

ایک ہین کس کسکے ناز حشر کے دن اٹھ سکین
کھینچتی ہے مجھ سے صراط کرتی ہے میزان گھمنڈ

ٹوک کی ہم سے لین جب آئین جو گلزار کو
گل سے گریبان کرے خار سے دامان گھمنڈ

وحشیون کے غول ابھی آنکھ سے گزرے نہین
کرتا ہے وسعت پہ کیا حشر کا میدان گھمنڈ

ہے جو امیر اسقدر حشر کے دن بیخطر
تیری حمایت پہ ہے اے شہ مردان گھمنڈ

ردیف ذال

چشم بد دور کھلا خوب ہی سر کا تعویذ
باندھ دون لکھکے مین بازو پہ نظر کا تعویذ

مہر و مہ چاہتے ہین دیکھکے بازو تیرے
ایک ادھر کا تو ہے ایک ادھر کا تعویذ

داغ دنیا کسے منظور نظر ہی صاحب
ہاتھ مین کیون ہے یہ طاؤس کے پر کا تعویذ

چاند کہتے ہین کسے عقد ثریا کیا ہے
یہ گلے کی ترے ہیکل ہے وہ سر کا تعویذ

آنکھ دکھلاتے ہین وہ دیکھکے مجکو بیتاب
یہ نکالا ہے نیا درد جگر کا تعویذ

پھر بلا لی گئی مشاطہ کہ باندھے کسکر
اک ذرا بھی کہین بازو سے جو سرکا تعویذ

چشم بد دور ترقی پہ ہے جوبن ان کا
چاہیے روز نیا ایک نظر کا تعویذ

مر گئے عشق مین ہر رنج سے راحت پائی
داغ دل بڑھ کے ہوا درد جگر کا تعویذ

جتنی تاثیر ہے انسان کے دل مین ہی امیر
نقش کا ہے نہ کوئی نہ اثر کا تعویذ

نہین ہے غنچہ عروس بہار کا تعویذ
یہ کھل پڑا ہے کسی گلعذار کا تعویذ

ملون نہ آنکھون سی کیون اسکی خط کو ای قاصد
یہ ہے مرے مرض انتظار کا تعویذ

پہون جو سے مرض غم ہو دور اے ساقی
کہ خط جام ہو میرے بخار کا تعویذ

اثر دکھاے کی الفت پس فنا تو حضور
ملین گے آنکھون سی میرے مزار کا تعویذ

کبھی تو فاتحہ پڑہنے ادھر بھی وہ آجاین
اثر دکھائے الہی مزار کا تعویذ

چمن مین جاؤ تو نرگس لگائی آنکھون سے
تمہاری چوٹی مین ہی کس بہار کا تعویذ

خط انکا آیا ہے رکھون مین اپنے سینے پہ
کہ ہے یہ میرے دل بیقرار کا تعویذ

گیا جو یہ تو بلا سے امیر وہ تو ملا
رہے گا دل کی جگہ دست یار کا تعویذ

ردیف راے مہملہ

تیر کھانے کی ہوس ہے تو جگر پیدا کر
سر فروشی کی تمنا ہے تو سر پیدا کر

کوہکن کوہکنی شیوہ عشاق نہین
ہے جو عاشق دل معشوق مین گھر پیدا کر

رنگ چاہے اگر اس باغ مین آزادی کا
نکہت گل کی طرح شوق سفر پیدا کر

قطرہ اشک بنے گوہر گوش جانان
آبرو اتنی تو اے دیدہ تر پیدا کر

اڑ چلے گا ابھی اے یار ذرا بال تو کھول
تجکو بننا ہے پریزاد تو پر پیدا کر

کونسی جا ہے جہان جلوہ معشوق نہین
شوق دیدار اگر ہے تو نظر پیدا کر

میرے ہی دل پہ گرے کاش یہ بجلی بنکر
اے فلک آہ مین اتنا ہی اثر پیدا کر

آخرت مین عمل نیک ہی کام آئین گے
پیش ہے تجکو سفر زاد سفر پیدا کر

عشق حسن نمکین کا جو اٹھاتا ہے مزہ
پہلے کچھ ذائقہ زخم جگر پیدا کر

اپنی گردش پہ بہت ہے تجھے اے چرخ گھمنڈ
جب مین جانون کہ شب غم کی سحر پیدا کر

صدمے الفت کے اٹھانے مین الٰہی مشکل
دل اگر ایک دیا لاکھ جگر پیدا کر

عشقبازی کا اگر حوصلہ رکھتا ہے امیر

دل جو لوہے کا تو پتھر کا جگر پیدا کر

جو دل ہے حلقۂ بزم شراب سے باہر
وہ ذرہ ہے عمل آفتاب سے باہر

سوال کرنے نکیرین شوق سے آئین
وہ دو ہین مین نہین سنو کو جواب سے باہر

خدا کو دل ہی مین ڈھونڈو ادھر اُدھر نہ پھرو
نہین کتاب کا مطلب کتاب سے باہر

شریک ہو کے رہے یا الگ ہٹائے گھر
کسی طرح نہین دریا حباب سے باہر

جو بوسے وصل کے حسین چھین لین تو دو نہ لین
یہ لین دین تو ہے ہر حساب سے باہر

یہی ہے اشک کا طوفان تو مثل قصر حباب
محال ہے کہ مرا گھر ہو آب سے باہر

ڈرے حساب کے دن سے تو ڈرے مجھ کو کیا
مرے گناہ ہین زاہد حساب سے باہر

تڑپ ہی جائین وہ گھر مین کرون جو آہ امیر
نکل کھڑے ہون ابھی اضطراب سے باہر

کونسا گل ہے نہین جو زیب دامان بہار
کونسا غنچہ نہین گوشۂ گریبان بہار

کس قدر روشن ہے پھولون سے شبستان بہار
شاخ ہر گلبن کی ہے سرو چراغان بہار

قاضی و مفتی و زاہد سب گھرون مین چھپتے ہین
ایک دیوانہ ہے تیرا مرد میدان بہار

نشے کے ڈورے ہے جو ہین اک مست آنکھون مین کھچا
ہے بجا اُن کو اگر کہیے رگ جان بہار

دونون عاشق ہین مگر ہے عشق مین البتہ فرق
مین نثار حُسن ہون بلبل ہے قربان بہار

ابر پہ آسان حکومت سہل تسخیر ہوا
داغ ہر لالے کا ہے مُہر سلیمان بہار

تازگی ہر رُخ پہ ہے جاتی رہی افسردگی
پتے پتے بوٹے بوٹے پر ہے احسان بہار

زلف سنبل سرو قد غنچہ دہن عارض سمن
چشم نرگس گوش گل کا نشتر مین مژگان بہار

گوہر شہوار شبنم نذر دیتی ہے صبا
تخت گل پر رونق افزا ہے جو سلطان بہار

مے فروشون سے کہو کھینچین وہ انگوری شراب
کو نپلین پھوٹین ہوا گلشن مین سامان بہار

باغبان کانٹون کو سنبھالا رکھ کہ ہنگام خزان
کھوج مین ڈالین خلل الجھائین دامان بہار

کیون نہ کہیے شاہ پتے تاج ہین تیاخین ہین تخت — ہے نگین لالہ تو نافرمان ہی فرمانِ بہار
برگِ گل سے قطرہ شبنم گراتی ہے صبا — کیون نہ لوٹے دل جو دیکھے دُرِ غلطانِ بہار

جوشِ گل سے ہے یہ ارزان نرخ بازار امیر
کوڑی کوڑی بکتے ہین ماہِ کنعانِ بہار

سو دل فدا ہے صاحبِ فرمانِ رامپور — ہے رامپور جسم وہ ہے جانِ رامپور
بالا ہے قاف سے بھی کہین شانِ رامپور — زلفِ پری ہے سایۂ ایوانِ رامپور
غازہ بنائین لے کے جو پائین بتانِ چین — رنگِ شکستۂ چمنستانِ رامپور
محوِ خرامِ ناز نسیم و صبا نہین — گلگشت کر رہے ہین حسینانِ رامپور
گلیان یہان کی باغِ ارم کی ہین کیاریان — رضوان ہے باغبانِ گلستانِ رامپور
نرگس کے پھول گرد یہ انگور کے نہین — ہین دخترِ رز کی تاک مین مستانِ رامپور
آشفتگی یہان کی ہے طرّہ بہار پر — زلفِ بتان ہے خوابِ پریشانِ رامپور
کونین کے مزے ہین بشر کو یہان نصیب — دونون جہان سے سیر ہین مہمانِ رامپور
اہلِ نظر کو ملتی ہے آنکھون مین یان جگہ — اللہ چشمِ بد سے نگہبانِ رامپور
چکر مین یے سبب نہین دن رات آسمان — کرتا ہے مہر و ماہ کو قربانِ رامپور
شہنا کی بام سے نہین آتی ہے یہ صدا — زہرہ ہے آسمان پہ ثنا خوانِ رامپور
سائے پہ فرطِ نور سے عالم ہے دھوپ کا — ہے آفتاب شمسۂ ایوانِ رامپور
بھولین گے خلد مین بھی نہ انکے ادا و ناز — یاد آئین گے وہان بھی حسینانِ رامپور
لاتے نہین خیال مین شاہانِ دہر کو — حصارِ بارگاہِ سلیمانِ رامپور

حصہ امیر کو بھی ملے خوانِ جود سے
مہمان نواز یہ بھی ہے مہمانِ رامپور

بادۂ سرخ یون ساغر و مینا بھر کر — موسمِ گل مین کرون کیا من خزینہ بھر کر

دل پہ ہے بحرِ محبت مین ہجومِ غم و یاس | خوف ہے بیٹھ نہ جاے یہ سفینا بھر کر
باندھ وین عشق کے بازو پہ یہ اچھی ہے صلاح | دل کے تعویذ مین ہم نقشِ رضینا بھر کر
فصل گرمی کی ہے رکھنا نہ کمر مین قاصد | حرفِ مکتوب نہ مٹ جاءین پسینا بھر کر
حُسن کی نذر کو چھو لون کی لگائی ڈالی | عشق نے داغِ الم سے مرا سینا بھر کر
ساقیا رحم کہ بے بادہ یہ مجھے گزرے ہین | چند روز اور بھی خالی کا مہینا بھر کر
حال کیا پوچھتے ہو میرے دلِ پُر خون کا | دیکھ لو بادۂ گلرنگ سے مینا بھر کر
محضرِ خون پہ مرے اسلیے کرتے ہین وہ مُہر | لعل ہو خون مین پتھر کا نگینا بھر کر
نشۂ دولتِ دنیا ہے خمارِ عقبےٰ | مست منعم ہین عبث زر سے خزینا بھر کر
عطر تحفے مین نہ بھیجو مجھے بھیجو کسی دن | شیشیون مین گلِ عارض کا پسینا بھر کر

مستِ میخانۂ غم کب نہین رہتا ہین امیر
خون چلو مین ہمیشہ ہے مجھے پینا بھر کر

آمادہ وہ مژگان سے ہین ناوک فگنی پہ | رمنہ تیرون کا برسے گا غزالِ ختنی پر
ناصح نہ زبان کھول مری طعنہ زنی پر | عاشق ہے خدا بھی تو رسولِ مدنیؐ پر
ہر آیۂ قرآن سے نصیحون کو ہے حیرت | حیران ہین کہ ایسا سخن اس بیدہنی پر
گلشن مین بہار آکے کرے گرم تو بازار | زُہّاد تلے بیٹھے ہین تو بہ شکنی پر
آب قافلۂ صبر و تحمل کا خدا ہے | باندھی ترے غمزے نے کمر راہزنی پر
ساتھ اپنے جو لیجائین مجھے بھی وہ سفر مین | قربان وطن ایسی غریب الوطنی پر
مارا مجھے اُسنے ترے لب یاد دلا کر | ثابت ہے مرا خون عقیقِ یمنی پر
آیا ہے شہیدون کی طرف دیکھیے اب خلق | کیا باندھو باندھے تری گل پیرہنی پر
یون اور حسین دیکھ رہے ہین ترے رُخ کو | محتاج کی جسطرح پڑے آنکھ غنی پر
چھینی فلکِ دُون نے جو محتاج کی چادر | ڈالے گا یہ کمبخت مگر قبرِ غنی پر

چھوجائے ہوا بھی تو تنِ صاف ہو میلا ہے قطع یہ جامہ تری نازک بدنی پر
فرہاد نے کچھ لطف نہ محنت کا اٹھایا پتھر کے تلے ہاتھ رہا کوہکنی پر
صیاد نہ دے رنج اسیرانِ قفس کو کر رحم غریبون کی غریب الوطنی پر
کیا خط کا جواب اُسنے تعلی سے دیا واہ بھیجا سرِ قاصد مجھے نیزے کی انی پر

کیا رتبہ امیر اُسکو ملا عرش پہ پہنچا
سر جسکا جھکا پائے رسولِ مدنی پر

تعجب ہے جو سرکش ہین یہ زردار کہ ہے سر بر زمین شاخِ ثمر دار
ہین جس قاصد کو دون اپنا خطِ شوق ابھی وہ صورتِ طائر ہو پردار
نباہا قول کھنچکر دار پر بھی کہین منصور سے ہوتے ہین سردار
ستاتے ہو مجھے اتنا تو کہدو کہان پاؤ گے ایسا نازبردار
جہان مین وجہ شادی ہے تو دولت نہ ہنستے گل اگر ہوتے نہ زردار
کہان تک شورشِ بیہودہ اے دل کوئی نالہ تو پیدا کر اثر دار
قد و گیسو کا ہے عاشق سے ایما رسن پر پاؤن رکھ ہے دار پر دار

امیر اُس قامتِ موزون کے آگے
چمن مین سرو آتا ہے نظر دار

دلِ ابرو پہ فدا ہو مفت کا الزام دلبر پر گلا شمشیر کاٹے خون ہو جلاد کے سر پر
خرابِ عشق لاکھون تاک مین ہین چشمِ ساقی کی زمانے کے شرابی آگرے ہین ایک ساغر پر
دکھا کر آنکھ قاصد کو صنم نے کرلیا بندہ خدا کی شان دیکھو چل گیا جادو پیمبر پر
دلِ بیتابِ عاشق جا کے ٹھہرا کوئے قاتل مین سپاہی نے کمر کھولی پہنچکر اپنے بستر پر
نہین یہ گرمیِ مے سے لبِ جانان پہ تبخالے اُلٹ کر رکھدیے ساقی نے ساغر حوضِ کوثر پر
شہیدِ تیغ قدِ یار ہوکر اس قدر تڑپا کہ اُڑکر خون کی چھینٹین پڑین دامانِ محشر پر

بہ شوقِ نامہ بر ہے انتظارِ خطِ جانان مین
پھڑک جاتا ہے دم آوازِ پروازِ کبوتر پر

گڑے مردے اکھیڑے جائینگے پھر روبکاری کو
زمانے بھر کے جھگڑے اُٹھ رہے ہین روزِ محشر پر

سیکاری سے جی بھرتا نہین پر شرم آتی ہے
کہان تک بوجھ رکھیئے کاتبِ اعمال کے سر پر

نہین بیوجہ جوہر سے مشابہ بخیئے کے ٹانکے
دہانِ زخم کا بھر وانت ہے قاتل کے خنجر پر

مجھے بھی کوئی بوسہ دے لبِ شیرین کا اے ساقی
جہان سیراب ہین پیاسا کھڑا ہون نہرِ کوثر پر

جو اُس بلقیس وش سے لیکے نامے کا جواب آئے
تصدق کرکے چھوڑون سیکڑون ہدہد کبوتر پر

لگانے کا وہ سرِ آنکھ ہین کس کے دکھانیکو
ہمارے دم تلک رکھتا ہے قاتل باڑہ خنجر پر

وہ مست آئے تو میکش کیا ہین بیجس مست ہو جائین
صراحی پر صراحی خم پہ خم ساغر ہو ساغر پر

ریاضِ دہر مین ہم سا کہان ہے طائرِ وحشی
کہ اپنا آشیانہ نجد مین ہے قیس کے سر پر

امیر اب دوسرے کو اس جہان مین کیا توقع ہو
برادر کو نہ آیا رحم یوسف سے برادر پر

وہ بگڑے جب لیا بوسہ جھگڑ کر
شکستِ فاش دی قسمت نے لڑ کر

گئے وہ ہم سے ہیمار ہی مین لڑ کر
طبیعت اب نہ سنبھلے گی بگڑ کر

اجل نے سارے جھگڑون سے چھڑایا
فراغت مل گئی تربت مین گڑ کر

وہ کشتہ ہون جو قاتل نے کیا قتل
ہزارون پتھر سے ہر سے اکڑ کر

حیا آتی ہے کیا منزل پہ جاؤن
کہ کانٹے روکتے ہین پاؤن پڑ کر

یہ جنگِ زرگری دَرپردہ ہے صلح
ملا دیتی ہے دل کو آنکھ لڑ کر

وہ مجرم ہین نہ رضوان بھی اُٹھائے
درِ جنت پہ ہم بیٹھین جو اڑ کر

خُدا مرہم تو اپنا دردِ سر جائے
کرین کیا دردِ سر صندل رگڑ کر

کتون کیا کیا نہ الفت نے جھکائی
ہوئے ناسور دل مین داغ پڑ کر

نکیرین آئے ہین تربت مین ناحق
ملے گا کچھ نہ مفلس سے جھگڑ کر

جو آبادی ہے ویرانی ہے آخر | ہوئے جنگل ہزاروں شہر اُجڑ کر
کہیں جاتا ہے دل سے عشقِ مژگان | نکلتی ہی نہیں یہ پھانس گڑ کر
خلف آدم کے ہم خلد ارثِ آدم | کبھی لیلیں گے رضوان سے جھگڑ کر
فراقِ یار میں نفرت ہے مے سے | ق | الگ بیٹھا ہوں ساقی سے بگڑ کر
کہاں آیا ہے میرے پاس شیشہ | لگا لو بھی اسے گردن پکڑ کر

امیر اک شہر نا پُرسان ہے وہ بزم
وہاں تم کیا بناؤ گے بگڑ کر

ساقیا ابر ابھی آیا نہیں میخانے پر | کیوں قدح نوش گرے پڑتے ہیں پیمانے پر
وہ حسین تو ہے کہ پریوں کو بھی ہے پاس ترا | سایہ کرتی ہیں پروں سے ترے دیوانے پر
شکل حیوان کی نہیں صورتِ انسان کیسی | کچھ عجب عالمِ ہُو ہے مرے ویرانے پر
کیوں مرے سر پہ ہو لغزشِ پا کا احسان | ہاتھ پڑ جائے جو بیساختہ اُس شانے پر
جی میں ہے شیخ و برہمن کو دکھاؤں دربار | ناز کعبے پہ اسے ہے اُسے بتخانے پر
ہے عجب حال یہاں کوئی سمجھتا نہیں کچھ | لاکھ اپنوں کو کیوں رکھتے ہیں بیگانے پر
فرد تقسیم کی ہے مزرعِ آفاق نہیں | نام ہر ایک کا لکھا ہے ہر اک دانے پر
طالبِ دل ہیں وہ عشاق سے اپنے اسطرح | جیسے حاکم کی نظر رہتی ہے نذرانے پر
ہمسے کہتا ہے کہ گیسو نہ چھوو اُس بُت کے | مار اللہ کی ناصح ترے سمجھانے پر
دل خدا دے جسے وہ داغِ محبت لے مول | عشق بلبل پہ ہے موقوف نہ پروانے پر
آتشِ غم میں جو ہم جلتے ہیں پروا اُنہیں کیا | رحم آتا ہے کہاں شمع کو پروانے پر
ہوں میں وہ بلبلِ غمناک کہ گلزار میں گُل | چاک کرتے ہیں گریبان مرے چلانے پر
ہے وہی دوست جسے جس سے محبت ہو جائے | نہ یہ اپنے پہ ہے موقوف نہ بیگانے پر

مجھسے رخصت جو ہوا یار شبِ وصل امیر

چھا گئی کیسی اُداسی مرے کاشانے پر

دیکھو زبان نہ تیز کرو بات بات پر — قینچی چلے کسی کے نہ رشتۂ حیات پر

بوسہ ملا جو اُس لب شیرین کا مر گئے — دی جان ہم نے چشمۂ آب حیات پر

پائی ہے برہمن نے جو در پر ترے جگہ — بیٹھا ہے لات مار کے عزیٰ و لات پر

آرام سے ہون فقر کے بستر پہ مین گدا — تکیہ ہے جب سے رازق مطلق کی ذات پر

سنتا ہون محتسب نے کیا میکدے کو قرق — بٹھلا دیا یزید نے پہرا فرات پر

رحم آئے جب مزاج مین تب ہون وہ مہربان — موقوف وصل یار ہے دن پر نہ رات پر

جھڑتے ہین بوستان مین جو دو چار برگ گل — گر جاتے ہین قفس مین مری پانچ سات پر

لکھتے ہین ہم جو مدحت چشم سیاہ یار — آنکھین نثار کرتے ہین آنہو دوات پر

شیشے مین ہم پری کو اُتارین گے دیکھنا — چڑھ جائین گے کسی نہ کسی دن وہ گھات پر

کودک مزاج چاہنے والے نہین ترے — کھیلین گے جان پر اگر آئین گے بات پر

منعم ہے شکر فرض جو سائل ہون تیرے گرد — فانوس چاہیے کوئی شمع حیات پر

پردہ یہ کس کے عارض روشن سے اُٹھ گیا — دن کا گمان ہے سارے زمانے کو رات پر

سمجھے یہ خط پشت لب یار دیکھ کر — لکھا ہوا ہے حاشیۂ عین الحیات پر

درکار ہے بہانہ پئے مغفرت امیر
تقوے پہ منحصر ہے نہ صوم و صلوات پر

ملا نام خدا وہ مرتبہ تجھکو حسین ہوکر — فلک کرتا ہے مجرا تیری چوکھٹ کو زمین ہوکر

بچیگی آبرو دنیا مین تو عزلت نشین ہوکر — صدف مین بیٹھ رہنا چاہیے دُر ثمین ہوکر

خراش غم نے کیسا میرے دل کا رنگ چمکایا — زیادہ ہوگیا قیمت مین کندہ نگین ہوکر

کلیجا تختۂ سوسن کا بنا ہے نیلے داغون سے — غضب کی لی ہین دل مین چٹکیان پہلو نشین ہوکر

کمر کو بال جب مین نے کہا جھنجلا کے فرمایا — نہ سمجھے آپ موٹی بات بھی باریک بین ہوکر

بڑا ہی فخر قاصد کو ہوا خط پا کے ڈرتا ہون
فلک پر اُڑ نہ جائے یہ کہین روح الامین ہو کر

تصور ہے وہی پیشِ نظر ہر دم حسینون کا
تماشا ہے رہی محفل مین ہم خلوت نشین ہو کر

کمر ہے بال سی لے گلبدن لچکے نہ چلنے مین
نہ آنا چاہیے موباف بھاری نازنین ہو کر

بتا دے اے فلک تو ہی تعجب ہمکو آتا ہے
کہ خوش ہوتا ہے پھر کیونکر کوئی اندوہگین ہو کر

بہارِ لالہ و گل پھر کبھی کا ہے کو دیکھین گے
چلے ہین اس چمن سے ہم نگاہِ واپسین ہو کر

ملون جسدم مین آنکھین اُنکی ساعد سی دم رخصت
تو پہچانا وہین لے پردۂ چشم آستین ہو کر

جو دل بھی مہربان ہو کب زبان ہے اُنکی قابو مین
جو لب تک ہان بھی آتی ہے نکلتی ہے نہین ہو کر

لگایا تو گلے سے پر لگائی تیغ بھی اُسنے
ملا تو عید کے دن وہ مگر چین بر جبین ہو کر

خدا مومن کی صورت رزق کا ذکو بھی دیتا ہے
کسیکو بھول جائے کیا وہ رب العالمین ہو کر

جگہ پکڑی ہے کیون سینے مین دل نے اس سے کیا حاصل
کسی انگشتری مین اسکو رہنا تھا نگین ہو کر

تصور بندہ گیا جس شام کو اُس حور طلعت کا
تو آیا خواب آنکھون مین پری بنکر حسین ہو کر

امیر اک آئنہ خانہ تھا دنیا جسکو کہتے ہین
وہی صورت رہی پیش نظر نکلی کہین ہو کر

کیونکر نظر مین آئے کہ ہے بے نشان کمر
آنکھون سے مثل تارِ نظر ہے نہان کمر

زانو مین اور شکم مین صفائی کی بحث ہے
دونون مین پر خموش کہ ہے درمیان کمر

جسطرح خود ہے عالمِ ہستی مین بے نشان
اکدن کرے گی یون ہی مجھے بے نشان کمر

جب قصد کرتی ہے کہ مرے دل کو باندھ لے
زلفِ دراز بڑھ کے یہ کہتی ہے ہان کمر

ہم خوب جانتے ہین کہ ہے جادۂ عدم
سمجھے ہوئے ہے جسکو یہ سارا جہان کمر

لاکھون ہین سرفروش ہزارون ہین سربکف
اک روز باندھیے تو پئے امتحان کمر

کھلتا نہین کہ خاک مین عاشق تو مل چکے
ابتک ستم پہ باندھے ہے کیون آسمان کمر

تصویر کیا کھنچے گی مصور سے آپ کی
معدوم اگر دہن ہے تو ہے بے نشان کمر

کاہیکو پھر امیر سا پاؤ گے باوفا
باندھو نہ اُسکے قتل پہ اے جانِ جان کمر

گلشنِ فردوس ہے رخسارِ یار
آبِ کوثر شربتِ دیدارِ یار

ہین جو آنکھین طالبِ دیدارِ یار
کاش ہوتین روزنِ دیوارِ یار

خلد مین ٹھہرے نہ طوبے جو ہم
یاد آیا سایۂ دیوارِ یار

زندہ مردہ مردے زندہ ہو چلے
حشر برپا کر چلی رفتارِ یار

برق چمکی تھی جو کوہِ طور پر
وہ بھی تھا اک پرتوِ رخسارِ یار

آنکھ اُسے کہیئے جو دیکھے وہ جمال
کان وہ ہے جو سنے گفتارِ یار

اسقدر غالب ہوا ہے خوابِ مرگ
آچکا ہے وعدۂ دیدارِ یار

باغ مین نازان ہین کیا طاؤس کبک
ٹھوکرین کھلوائیگی رفتارِ یار

عین صحت ہے مرض کیسا مرض
ہے مسیحا یار ہم بیمارِ یار

قتل ہوتا ہے دمِ تزئین جہان
آئنہ ہے تیغ جوہردارِ یار

اپنی آنکھین بھی غضب طرار ہین
لوٹ لائین دولتِ دیدارِ یار

آنکھ کھولو خوابِ غفلت سے امیر
گرم محشر مین ہوا دربارِ یار

اُٹھاتے تھے جو قرآن کل تلک پرہیزگاری پر
مصلے تک گرو ہین آج اُنکی بادہ خواری پر

اُٹھایا زخمِ کاری میرے دل نے زخمِ کاری پر
لگائی تیغ ابرو اُسنے مژگان کی کٹاری پر

تفوق ہو ترے گلگون کو جب بادِ بہاری پر
یقین نکہتِ گل کیون نہ ہو گرد سواری پر

بھر آئی اُس صنم کی آنکھ بھی اللہ کی قدرت
ہوا پتھر کا دل پانی ہماری اشکباری پر

کہو اشجار سے اکدن خزان بھی آنیوالی ہے
اُٹھائین سر نہ اتنا باغبان کی آبیاری پر

نہین یہ خندۂ دندان نما تلوار کا قاتل
چھڑکتی ہے نمک ظالم ہمارے زخمِ کاری پر

ملون نہ آنکھوں سے کیوں اُسکے خط کو اے قاصد
یہ ہے مرے مرضِ انتظار کا تعویذ

پیوں جو مے مرضِ غم ہو دور لے ساقی
کہ خطِّ جام ہو میرے بخار کا تعویذ

اثر دکھاے گی الفت پسِ فنا تو حضور
ملیں گے آنکھوں سے میرے مزار کا تعویذ

کبھی تو فاتحہ پڑھنے ادھر بھی وہ آجائیں
اثر دکھاے الٰہی مزار کا تعویذ

چمن میں جاؤ تو نرگس لگائے آنکھوں سے
تمہاری چوٹی میں ہے کس بہار کا تعویذ

خط اُنکا آیا ہے رکھلوں میں اپنے سینے پہ
کہ ہے یہ میرے دلِ بیقرار کا تعویذ

گیا جو یہ تو بلا سے امیر وہ تو ملا
رہے گا دل کی جگہ دستِ یار کا تعویذ

ردیف راے مہملہ

تیر کھانے کی ہوس ہے تو جگر پیدا کر
سرفروشی کی تمنا ہے تو سر پیدا کر

کوہکن کوہکنی شیوۂ عشاق نہیں
ہے جو عاشق دلِ معشوق میں گھر پیدا کر

رنگ چاہے اگر اس باغ میں آزادی کا
نکہتِ گل کی طرح شوقِ سفر پیدا کر

قطرۂ اشک بنے گوہرِ گوشِ جاناں
آبرو اتنی تو اے دیدۂ تر پیدا کر

اُڑ چلے گا ابھی اے یار ذرا بال تو کھول
تجکو بننا ہے پریزاد تو پر پیدا کر

کونسی جا ہے جہاں جلوۂ معشوق نہیں
شوقِ دیدار اگر ہے تو نظر پیدا کر

میرے ہی دل پہ گرے کاش یہ بجلی بنکر
اے فلک آہ میں اتنا ہی اثر پیدا کر

آخرت میں عملِ نیک ہی کام آئیں گے
پیش ہے تجکو سفر زادِ سفر پیدا کر

عشقِ حسنِ نمکین کا جو اُٹھاتا ہے مزہ
پہلے کچھ ذائقۂ زخمِ جگر پیدا کر

اپنی گردش پہ بہت ہے تجھے اے چرخ گھمنڈ
جب میں جانوں کہ شبِ غم کی سحر پیدا کر

صدمے الفت کے اُٹھانے میں الٰہی مشکل
دل اگر ایک دیا لاکھ جگر پیدا کر

عشقبازی کا اگر حوصلہ رکھتا ہے امیر

ہجوم ایسا نگاہوں کا ہوا ہے اُنکی چلمن پر
کہ وہ ہرسے پروے جالی کی پڑی ہین روزن پر

الٰہی وہ بھی دن آئے کہ میرا ہاتھ محشر مین
کبھی جیب کفن پر ہو کبھی قاتل کے دامن پر

وہ میکش ہون کہ مستی مین ذرا بھی گر قدم پھسلے
بطِ مے اُڑ کے میرا ہاتھ رکھ لے اپنی گردن پر

دو رنگی سے نہین خالی ہے کوئی بات اُس بت کی
پیامِ صلح لب پر جنگ کے آثار چتون پر

تڑپتا ہے دلِ بسمل کہین ایذا نہو تمکو
قدم رکھو تو بسم اللہ کہکر میرے مدفن پر

ادا نے ہاتھ تھاما لی نزاکت نے رکاب آکر
ارادہ جب کیا چڑھنے کا اُسنے پشتِ توسن پر

شرارِ آتشِ دل ہین کہ قطرے اشکِ خونین کے
نظر آتی ہین کچھ چنگاریان سی جیب و دامن پر

اسیرانِ ازل کو قیدِ بارِ دل نہین ہوتی
گرانی طوق کرتا ہے کہان قمری کی گردن پر

تہیدستون کو کیا خوفِ بلائے آسمانی ہے
کفِ افسوس ملکر رہگئی برق اپنے خرمن پر

کدورت کب جگہ باقی ہے دلمین صاف طینت کے
نہ دیکھا گرد کو جمتے کبھی دریا کے دامن پر

وہی ہے تیرہ بختی بعد جل بجھنے کے بھی باقی
دھوئین کا جیسے رہجاتے نشان دیوارِ گلخن پر

زہے عبرت چلے تو لٹ کے پہونچے تا سرِ منزل
پھرے تو فاتحہ پڑھتے ہم آئے قبرِ رہزن پر

نہ کرتا مے سے توبہ تو ابھی ہرگز نہین مرتا
جو سچ پوچھو تو میرا خون ہے قاضی کی گردن پر

سبکروحی سے مین وحشی ہوائے دشتِ وحشت ہون
پشیمان ہون جو ڈالین ہاتھ کانٹے میرے دامن پر

لگی ہے آگ دل مین بلبلون کے کیا مزہ ہوتا
کوئی پھول اُڑ کے پڑجاتا اگر گلچین کے دامن پر

گلِ خورشید بھی آندھی ہے میرے جی جلانے کو
چمک کر دھوپ بجلی بنگئی شاخِ نشیمن پر

امیر ایسا کیا ویران اجل نے قصرِ شاہی کو
کہ آنکھین رکھکے روئی بیکسی ایک ایک روزن پر

مری آہون کے شعلے اسطرح ہین میرے مدفن پر
چراغِ زیرِ دامن کا ہو جیسے نور دامن پر

لگی ہے جان اک پردہ نشینِ پاک دامن پر
عجب کیا بچۂ مریم ہو پیدا میرے مدفن پر

وہ بسمل ہون نگاہِ گرم سے دیکھے جو قاتل کو
اُچھل کر خون میرا جا پڑے قاضی کی گردن پر

کسی گل پیرہن کی جامہ زیبی رنگ لائی ہے
گریبان آجکل لوٹا ہوا ہے میرے دامن پر

مجاور گر نہین کوئی تو مجھکو کچھ نہین پروا
اتر بیٹھین گے کاندھون کے فرشتے میرے مدفن پر

یہ عالم ہے عطش کا وادئ گرم محبت مین
کہ چشم خضر بھی رہتی ہے آب تیغ رہزن پر

عجب لذت بھری تلوار سے قاتل نے مارا ہے
مرا خون اسکے سر پہ اسکا احسان میری گردن پر

یہ سمجھا تھا کہ ان طوقون مین پھر مجھکو پھنساؤ گے
کروگے چوڑیان ٹھنڈی تم آکر میرے مدفن پر

گلا کٹوا مرے لے لیکے چھرا ہو دل کہان پہ ولن
کبھی گردن ہو خنجر پہ کبھی خنجر ہو گردن پر

کرونگا اس طرح بدنام ان پردہ نشینون کو
لہو چھڑکون گا اپنا جا کے مین اک اک چلمن پر

وہان معصیت سے پاک ہین دل صاف ہین جن کا
عذاب ہیکلی ہوتا نہین شیشے کی گردن پر

عبث ہے وحشت زیر تہمت تر دامنی واعظ
نمازین پڑہتی ہین آآ کے حورین اسکے دامن پر

نگاہ یاس نے خنجر کی برش پر بھی سبقت کی
چلی الٹی چھری مقتول کی قاتل کی گردن پر

مرے ہم لٹ کے غربت مین رہی لیکن یہی تلخی
نہ خضر نے بھی دیا تو فاتحہ حلوا سے رہزن پر

تصور ایکدم بھی اسکی پلکون کا نہین مٹتا
ہمیشہ آنکھ رہتی ہے نظر بازون کی چلمن پر

پھری لے ترک جس سے آنکھ تیری ہو گیا بسمل
قضا کی بھی نظر رہتی ہے ہر دم تیری چتون پر

ترحم غیر کے آگے نہ مجھپر چاہیے تمکو
کہ دل دکھتا ہے میرا چوٹ پڑتی ہو جو دشمن پر

مین جب کہتا ہون اس سے مجھکو تیری شرم نے مارا
تو شوخی سے حیا الزام رکھدیتی ہے چتون پر

چلے تیغ نگہ اغیار پر مین ایڑیان رگڑون
مرے ہوتی غضب سے ہاتھ اٹھائین آپ دشمن پر

نہین ہے قطرہ شبنم یہ مستی دیکھکر تیری
گھڑے پانی کے غیرت سے پڑے گلہای سوسن پر

امیر اسکی ادا سے ایک عالم کی قضا آئی
پڑھیگا فاتحہ اب کون آکر کس کے مدفن پر

اثر یہ ہے جو وی ہے جان اسکے روے روشن پر
اگر آنکھین مانگنے آتے ہین اندھے میرے مدفن پر

اندھیرا چھا گیا سب یار ایسا روسے گلشن پر
زبان یار کا عالم نظر آتا ہے سوسن پر

اگر قابل رفو کرنے کے چاکِ جیبِ گل ہوتا
تو اشکِ چشمِ بلبل سے ہین رکھتا آپ سوزن پر

وہ کشتہ ہین ہمارا خونبہا قاتل سے جو مانگے
اُترکر سر سے قاتل کے چڑہے خون اسکی گردن پر

کرون مین عذرخواہی دل جو کافر کا بھی ہو میلا
جو ٹوٹے ہاتھ سے بت گر پڑون پاے برہمن پر

گلے پر خط بھی میری سخت جانی سے نہین پڑتا
رگڑتا ہون چھری رکھ رکھکے پھر دن اپنی گردن پر

پسِ مردن مری دیوانگی کیا رنگ لائی ہے
کہ منّت ماننے آتی ہین پریان میری مدفن پر

نکلتی حسرتِ پابوس کیونکر دلِ بسمل سے
یہ جب تک لوٹ کر پہنچے وہ پہنچا پشتِ توسن پر

کرے غنچہ اگر اُسکے دہان تنگ سے دعوی
سر اُسکا کاٹ کر رکھدون سنانِ برگِ سوسن پر

نئی صورت کا آکر دیر مین زنّار پہنایا
جنیئو کا لگایا ہاتھ اُس بت نے برہمن پر

مین وہ افسردہ دل ہون سرد ہو ہنگامہ آتش
مری صورت جو کوئی کھینچ دے دیوار گلخن پر

نظر اپنی پہنچتی ہے شعاعِ مہر کی صورت
بھروسا آپنا حق کرتے ہین پردے کا چلمن پر

اذیت سے نہین روتا ہون مین مظلوم دنیا مین
بھر آتے ہین مرے آنسو مآلِ کارِ دشمن پر

محبت پیشہ عاشق آفتون کو دوست رکھتے ہین
ہین اپنے سر پہ لیلون جو بلا نازل ہو دشمن پر

اُترکر اسنے مقتل مین جو کھینچا میان سے خنجر
قضا میدان سے بھاگی بیٹھکر قاتل کی توسن پر

نگاہِ گرم سے اُبھرے ہوے سینے کو جب دیکھا
تو وہ بولے کہ دیکھو آنچ آجائے نہ جوبن پر

امیر انسان کا دل جلنا گوارا مجکو ہو کیونکر
مرے آنسو نکل آتے ہین اکثر حالِ گلخن پر

کھلے ہین یان نہ یہ بصیرت وہ برقِ حسن آئی تو چمک کر
یہ دیکھنے کی نہین ہین آنکھین کہ بند ہو جائینگی جھپک کر

مرا تو کیا ذکر سائے سے بھی وہ شوخ کہتا ہے یہ جھجک کر
یہ کیا قرینہ ہے بیٹھنے کا ادب سے بیٹھو ذرا سرک کر

یہ ضعف ہے اب کہ ہاتھ اپنا کبھی گریبان تک نہ پہنچا
ہزار مشکل سے گر اٹھایا تو رہ گیا راستے مین تھک کر

اُٹھاتی ہو غیر کا جنازہ تو رنگ شوخی کا بھی دکھاؤ
شہاب کی دونہ اُسپہ چھپائی اٹھاؤ میر الیہ چھڑک کر

بلا ہین وہ پڑ کبھی اُٹھا کر نقاب اپنے رخِ حسین سے
بلائین لین گیسو دن اٹھی کہ یکہو دونون ہاتھ تھک کر

مین اس ادا کا ہون تیری کشتہ مین اس نزاکت کا تیری بسمل
لگائی تلوار جب جھک کر تو کھا گئی بل کمر لچک کر

بکھرا ہوا دیکھتی ہین جسدم سیاہ بختون سے رخ تمہارا
تباہ کرتی ہین حال کیا کیا وہ کاکلین سر پٹک پٹک کر

جب آئی گردش مین چشم ساقی اڑا دیے ہوش میکشونکے
نکل پڑے میکدے سے باہر ہزارون میکش بہک بہک کر

جو مین نے آنکھون سے پونچھے آنسو ابل پڑے اور اشک خونین
لہو کی دو بوتلین بھری تھین لگا جو ہاتھا آرمین ڈھلک کر

جو تیرے احسان مین ضعیفِ پیری مین شکر اسکا ادا کرون کیا
دعائین دیتی ہے ہڈی ہڈی مری بدن کی چٹک چٹک کر

ہماری مستی تو دیکھ زاہد کہ بتکدے مین شراب اگر پی
ہوئی نہ شیشے مین لغزشِ پا حرم مین ہم جا گرے بہک کر

وہ بام پہ بار بار آکر اڑاتی ہین صبر و ہوش میرے
زمین پہ تڑپا رہی ہے مجکو فلک پہ بجلی چمک چمک کر

مین ہون وہ نازک مزاج بلبل نہین ہے مجھکو تاب نکہتِ گل
دماغ کرتی ہین کیون پریشان چمن مین کلیان چٹک چٹک کر

ہے آرزو کھلنے پھولنے کی تو کہہ تکلف سے شعر خالی
ثمر وہی نخلِ فکر کا ہے امیر جو آگرے ٹپک کر

ردیف راے ثقیلہ

جو دماغ مین میری سنکچی ہو تو الجھکے نہ زلف دوتا سے بگڑ
یہ قصور نسیم و صبا کا سمجھ جو بگڑ تو نسیم و صبا سے بگڑ

تجھے شمع جمال خدا نے کیا مجھے عہدہ پتنگ کا اسنے دیا
سر بزم پھرون مین جو گرد ترے نہ خفا ہو شرم و حیا سے بگڑ

وہ ہے کون سی جو عزیز نہین تجھے رحم و ستم مین تمیز نہین
وہی ناز و کرشمہ غضب مین رہے جو بگڑ بھی کبھی تو ادا سے بگڑ

تپ عشق مین اور دوا ہو مخل جو طبیب مرا ہو وہ خود ہو مخل
یہ مزاج کو مشورہ دیتا ہے دل کہ دوا جو ترے ہے دوا سے بگڑ

کبھی کعبے مین صرف سجود ہو سر کبھی دیر مین جا کے حرم سے پھر
ہے دین مین کفر بھی بدنظر نہ صنم سے بگڑ نہ خدا سے بگڑ

مری سر مین جو بالی ہے ابھی ہوا تو وہ کہتے ہین کیا کہ ہوس مین آ
ترے بخت مین ہے جو بگاڑ لکھا میرے گیسو و خط کی بلا سے بگڑ

کوئی سختی ہو کوئی ہو تجھے بلا کبھی حرف نکلے نہ تا زبان پہ گلا
نہین راست طریق سوا ہے رضا نہ قدر سے بگڑ نہ قضا سے بگڑ

سگ یار طفیلی کا کام ہے کیا یہ تو حق ہے ترا یہ تو حق ہے ترا
مرے ہڈی کو تو ہی ٹھکانے لگا نہ رخ ادھر جو کرے تو ہما سے بگڑ

جو گرا ہون سے یار گرا ہی گا تو کبھی پھر اسے زندہ نہ پائے گا تو
ترے در کا فقیر غریب ہے یہ نہ امیر سے ڈر نہ دیا سے بگڑ

ردیفِ زائے معجمہ

یون ہے خطِ سبز سے رنگِ رخِ دلدار سبز
کرتی ہے جیسے زمین کو خضر کی رفتار سبز

وضعدارون کا بدلتا ہے کہین دنیا مین رنگ
برسون ٹھہرے ہو نہ آبِ گوہرِ شہوار سبز

کیا چمن مین پڑ گیا عکسِ بتانِ سبز رنگ
خاک سے سبزہ اُگا پہنے ہوے زنار سبز

ہنس کے حق مین یہ قحط آیا بہار آئی نہین
ہو گئے مثلِ زمرد گوہرِ شہوار سبز

باغ مین سبزی ہی سبزی ہے جو آئی ہے بہار
خاک پر سبزہ تو کانٹے ہین سرِ دیوار سبز

میکشو کچھ کم نہین صحنِ چمن سے میکدہ
سُرخ گل ہین جام شیشے صورتِ اشجار سبز

چہرۂ شفافِ جانان پر ہوا آغازِ خط
خوف ہے کر دے نہ اس آئینے کو زنگار سبز

مست تیرے پی کے سبزی سیر کو نکلین اگر
کیون نظر آئی نہ پھر بازار کا بازار سبز

مژدہ امیدون مین رونے ہی سے جان آ جائیگی
کھیت کر دے گا برس کر ابرِ دریا بار سبز

سبزہ رنگون نے کیا ہے گھر جو آنکھون مین امیر
اب دکھائی دیتے ہین سارے در و دیوار سبز

زلفون سے خالِ رخ ہے مجھے بیشتر عزیز
پریون سے ہے زیادہ یہ زنگی پسر عزیز

جان ایک بھی بچا نہین سکتا ہے نزع مین
کیا فائدہ جو دوست اُدھر ہین ادھر عزیز

رستے مین خطِ شوق ہمارا نہ گر پڑے
رکھنا زیادہ جان سے اسے نامہ بر عزیز

اہلِ جہان کو دولتِ دنیا سے یون ہے اُنس
جسطرح مور و مار کو شیر و شکر عزیز

ہو خاک جاہلون کو ہمارے سخن کی قدر
پتھر کو لعل ہے نہ صدف کو گہر عزیز

جھوٹون نہ پھر کسی نے کیا یاد ایک دن
کیا ہمکو دفن کر کے ہوے بیخبر عزیز

دل سے زیادہ ہمکو غنیمت ہے داغِ دل
بڑھکر کہین جگر سے ہے زخمِ جگر عزیز

قصدِ سفر ہے جلد وطن سے امیر کا
کہدو کہ دشمنی پہ نہ باندھین کمر عزیز

ردیف سین مہملہ

نارسا قسمت نے کب جانے دیا دلبر کے پاس
گر پڑی دیوار پہنچے بھی جو اُسکے در کے پاس

کس لب و قامت کا کشتہ تھا کہ مجکو خلد مین
گھر ملا طوبے کے نیچے چشمۂ کوثر کے پاس

کیا مری تحریر کی اُس مست نے کی قدر واہ
ہے لفافہ ذات شیشے کی تو خط ساغر کے پاس

ذبح ہوکر پیاس کم ہو تشنۂ دیدار کی
اس قدر پانی کہان قاتل ترے خنجر کے پاس

یون عیان ہین ضعف سے پہلو مین میرے استخوان
جیسے صفحے پر خطِ مسطر خطِ مسطر کے پاس

دل کو کر دیتی ہے روشن صحبت اہلِ کمال
آئینے مین زنگ کب رہتا ہی روشنگر کے پاس

مست آنکھین جلوہ گر اُسکی تہِ ابرو نہین
میفروشون کی دکانین ہین خدا کے گھر کے پاس

عاشق و معشوق مین مر کر بھی فرقت غیر ہے
گو ز نوشابہ ہے لازم قبرِ اسکندر کے پاس

شرم آتی ہے مجھے زاہد بتاؤن کیا پتا
شہر مین رہتا ہون مین پیرِ مغان کے گھر کے پاس

آئے کس منہ سے وہ تیرے حسن کے بازار مین
اِک درم ہے داغ کا کھوٹا مہِ انور کے پاس

ہے امیر اپنی دعا آئے مدینے مین اجل
دفن ہون مین روضۂ پر نورِ پیغمبر کے پاس

چمکا کرین چمکین جو چمن مین پرِ طاؤس
یان داغ سے ہر عضو ہے تن مین پرِ طاؤس

کا ہیدہ ہون یہ داغِ عزیزان ہی پسِ مرگ
مجھ زار کا مردہ ہے کفن مین پرِ طاؤس

رخ سے دلِ پر داغ مرا زلف مین پہنچا
گلشن سے گیا اُڑ کے ختن مین پرِ طاؤس

بیوجہ نہین ابرِ بہاری کا یہ رونا
دکھلاتا ہے داغ اپنے چمن مین پرِ طاؤس

نیرنگ ہے کیا روئے نگارین کی صفت کا
گویا ہے زبان اپنے دہن مین پرِ طاؤس

غربت نے جو کچھ داغ دیے ہین وہ لکھون کیا
بھیجون عوضِ نامہ وطن مین پرِ طاؤس

کیا خوف جو برسات کی راتین ہین اندھیری
داغون سے چراغان ہین چمن مین پرِ طاؤس

سوزِ دلِ پر داغ سے مین جل کے ہوا خاک
لازم ہے نشانی کو کفن مین پرِ طاؤس

روروکے امیر ابر بہاری نے دیا غسل
ٹوٹا ہوا پایا جو چمن مین پر طاؤس

وان چشم و ابرو ہین نشین اور یہان جگر ہو دل کی پاس
قاتل وہ قاتل کے قرین بسمل ہو یہ بسمل کی پاس

ٹھنڈک پڑی اُس شوخ کا پہلو سے جب پہلو ملا
گویا کسی نے رکھدیا صندل کا پھاہا دل کی پاس

رونے پہ میرے دلربا ہو خندہ دندان نما
موتی محل اس دم نیا تیار ہو ساحل کی پاس

تھا عرش پر جو منتخب گنجینۂ اسرار رب
کچھ دن کعبے مین ہوا اب کچھ ہو وہ میرے دل کی پاس

ہوش و خرد ذہن و ذکا ہون نزع مین کیونکر بجا
ہو جاتے ہین ساتھی جدا آتی ہین جب منزل کی پاس

آئینہ ہو پیش نظر عبرت سے دیکھو ای بیخبر
بزم خموشان بھی ادہر ہے عیش کی محفل کی پاس

کیون بسملون کو بھا گئی لاکھون گلے کٹوا گئی
یا رب کہان سے آ گئی پھونکی چھری قاتل کی پاس

مجنون تامل کی ہے جا دھوکا ہے یہ قافلہ
شبہے مین لیلیٰ کے نہ جا ہے صاحب محمل کی پاس

کانٹے چبھے ہر گام پر چھالے پڑے کانپا جگر
منزل کی کڑیان جھیل کر پہنچے ہین ہم منزل کی پاس

راہ عدم کی سیر سے کب رنج اٹھائے غیر سے
پہنچے ہین پائے غیر سے سوتی ہوی منزل کی پاس

گھبرا نہ قیس ناتوان لیلیٰ خود آئے گی یہان
اُلجھے گا ناحق ساربان جاتا ہے کیون محمل کی پاس

ساقی کو حیرت ہو گئی مطرب کو وحشت ہو گئی
برباد صحبت ہو گئی پہنچا جو مین محفل کی پاس

جائیگا جب سوئے جنان حورون کو دیگا ارمغان
زخمون کی ہین جو دھجیان قاتل ترے بسمل کی پاس

ہوتی امیر انجام پر کچھ بھی اگر انکو نظر
آنکھون سے جاتے دوڑ کر حاجت روا سائل کی پاس

ٹھہر گیا کب تیر سے اے ترک میرے دل کے پاس
خنجر بھی تڑپا دیر تک آیا جو جب بسمل کے پاس

گردش جو ہو تقدیر مین کچھ سعی کام آتی نہین
منزل کچھ آگے بڑھ گئی پہنچا جو مین منزل کے پاس

تاثیر الفت دیکھنا جب قیس نے فریاد کی
گھبرا کے لیلیٰ بول اٹھی یہ کون ہے محمل کے پاس

زاہد تو کیا شیخ حرم آ آ کے سب چلے کھینچتا
ملتی جو تھوڑی سی جگہ میخوارون کی محفل کے پاس

دو طفلا بنایا ہے اُسے کیا تیری تیغ ناز نے
بیٹھی ہین شرمائی ہوئی حورین تری بسمل کے پاس

کر تو ہی رحم اَب اُسے قضا تڑپے ہے بیکس تا کجا
قاتل جفا خنجر کھچا کوئی نہین بسمل کے پاس

جب قیس عشق کھا کر گرا لیلےٰ نے رو رو کر کہا
لے ناتوان مجنون مرے آیا تھا کیون محمل کے پاس

وہ نا قبولِ خلق ہے غربت مین دیوانہ ترا
منزل کہے چل دُور ہو جائے اگر منزل کے پاس

جسکی طرف کی اک نظر دو ٹکڑے تھا اُسکا جگر
کیا برق دم چلتی ہوئی شمشیر ہے قاتل کے پاس

اس کشمکش مین نزع کی کب تک رہون مین سخت جان
اے اضطرابِ دل ذرا تو دوڑ جا قاتل کے پاس

مین نے کہا بیکس ہون مین بولے نہین دیتے ہو دم
حسرت ہماری ہے ابھی باقی تمہارے دل کے پاس

تیرِ نگاہِ ناز نے تاکا کبھی دل کو اگر
جانِ امیرِ ناتوان پہنچی تڑپ کر دل کے پاس

ردیف شین معجمہ

جو لپٹ بھی جائے وہ گلبدن تو ہون مین ہجر کے ڈر سے خوش
وہ کلیم تجھے ہوئے طور پر جو نمودِ برقِ شجر سے خوش

نہ پتنگ والۂ شمع ہون کہ وہ خوش ہے شام سے صبح تک
نہ مین ذرہ طالبِ مہر ہون کہ وہ شام تک سحر سے خوش

کبھی خط وطن کو رقم کرون تو صبا کو بھی یہ گلہ لکھون
کبھی تو نے بھی نہ کیا مجھے مرے دوستون کی خبر سے خوش

نہ اُڑونگا گلشنِ دہر مین نہ پھنسونگا آفتِ دام مین
مین وہ مرغِ بے پر و بال ہون جو ہے اپنی ریزشِ پر سے خوش

کسی ن خواہشِ دخترِ رز کسی میفروش سے مین نے کی
مجھے تاکنے لگے محتسب کہ یہ بادہ خوار ہے گھر سے خوش

نہ زمین سے مجکو رفاہ ہے نہ فلک سے مجکو پناہ ہے
یہ ہے فتنہ زادہ یہ حیلہ گر نہ ادھر سے خوش نہ اُدھر سے خوش

یہ مصاحبت کا سرور ہے کہ سزا بھی پانے کا غم نہین
جو لٹک کے دوش سے خوش کمان تو ہے تیغ بند کمر سے خوش

مجھے کب ہے پاسِ دل و جگر غرض اُس پری کی رضا سے ہے
جو وہ دل سے خوش تو مین دل سے خوش وہ جگر سے خوش تو جگر سے خوش

عجب انقلابِ زمانہ ہے کہ ہے اقربا مین بھی تفرقہ
نہ پدر سے ہے کوئی پسر سے خوش نہ پسر ہے کوئی پدر سے خوش

ہوئی سرد آگ جحیم کی وہ سیاہکار ہین رند ہون
کہ تمام مردمِ حشر ہین مرے ایک دامنِ تر سے خوش

کہو کس صنم پہ نظر پڑی کہو کس حسین سے لیا کرم
بہت آج ہو امیر وطن کو تم جو پھرے ہو ایک سفر سے خوش

کٹ بھی چکے کہیں کہ ہے یاں سر وبالِ دوش
قاتل کو بھی ہے تیغ دوپیکر وبالِ دوش

لے تیغ یار جلد سبکدوش کر کہیں
ناطاقتی سے ہو مجھے اب سر وبالِ دوش

نازک جو لوگ ہیں کہیں اٹھتا ہو ان سے بوجھ
ہو کیوں وہاں نہ زلفِ معنبر وبالِ دوش

پی جاؤں ایک سانس میں دے مجکو میفروش
کب تک سبو سے بادۂ احمر وبالِ دوش

تنکا سا بعدِ مرگ جو ہوا اپنا جسمِ زار
یاروں کو پھر جنازہ ہو کیونکر وبالِ دوش

ساقی مجھی کو دی ہیں سر آنکھوں پہ یوں اسے
ایسی اگر ہے تاک کی دختر وبالِ دوش

ہنگامِ شب جو چھپا کے گیا میری قبر پر
شاید تھی ماہتاب کو چادر وبالِ دوش

کب تک اٹھاؤں بوجھ فرشتوں کا اے امیر
ہے ابتدائے سن سے یہ لشکر وبالِ دوش

ردیف صادِ مہملہ

آبرو کھوتی ہے پھر بھی رکھتی ہے ناکام حرص
دشمنِ عزت ہو جسکا ہے جہاں میں نام حرص

شدتِ اندوہ انسان کو بھلا دیتی ہے بھوک
خاک دانے کی کریں مرغانِ زیرِ دامِ حرص

صاحبِ حاجت رہیں امیدوارِ انقلاب
ہیں غنی ہمکو نہیں اے گردشِ ایامِ حرص

جانتے ہیں اور بھی دنیا میں کچھ اہلِ طمع
رات سے دن تک لگا صبح سے تا شام حرص

آرزوئے شیشہ کو ہے آتشِ وہ تیری بزم میں
بوسہ لے لب کا ترے یہ کہتا ہی ہے جامِ حرص

عاقبت تجکو وہاں گور نے لقمہ کیا
وہ کبابِ گور کی اب کیا ہوئی بہرام حرص

حرص سے خالی ہیں خاص و عام کیونکر اے امیر
خاص استغنا ملا سے دہر میں ہے عام حرص

ردیف ضادِ معجمہ

کیوں نہ کہیں مہ سے بڑھ کر عارض
وہ کم و بیش جہاں میں ہیں بہا بر عارض

حسن کہتا ہے سحر بزم ہو جلوے کا ظہور
شرم کہتی ہے نہ پردے سے ہو باہر عارض

آنکھیں لڑ سکتی ہیں اب کسکی کہ نکلا خط سبز
لیکے آیا ہے یہ سادات کا لشکر عارض

دہر میں جلوہ گہ مہر ہے ہر ایک مکان
میرے دل میں مری آنکھوں میں کرے گھر عارض

دیکھیے جسکو وہ ہے حسن میں یکتا سے جہان
لب دہن چشم مژہ زلف سے بہتر عارض

اسکو دیکھا تو کیا ہمنے تماشا ے چمن
زلف سنبل ہے دہن غنچۂ گل تر عارض

غل ہوا شہر میں خورشید گہن میں آیا
چھپ گیا جب تہ گیسوے معنبر عارض

بہر آئینہ تو ہے وجہ صفا خاکستر
کیوں مرے گرد نظر سے ہے مکدر عارض

آج ہے ہجر تو ہو جائے گا کل وصل امیر
ایسے انسان کو مرض ہوتے ہیں اکثر عارض

ہمکو وزیر سے نہ کسی شاہ سے غرض
اللہ کے فقیر ہیں اللہ سے غرض

جلوہ پسند آپ کا عاشق ہوں آپ کا
خورشید سے غرض نہ مجھے ماہ سے غرض

اٹھوائیے نہ میرے جنازے کو دھوم سے
مرنے کے بعد کیا حشم و جاہ سے غرض

یہ او جہ انکے سر پہ رہے ہیں جو اغنیا
کیا مجھ گدا کو خیمہ و خرگاہ سے غرض

کیوں مومنوں کی جانب مہدی ہو رجوع
سارے براتیوں کو ہے نوشاہ سے غرض

روزینہ ہے جو بوسوں کا جاری ہے مدام
کچھ ہو تو ہمیں تو ہے تنخواہ سے غرض

اے سامعین ہیں شعر مرے دل کا مرثیہ
کرتے ہو واہ کیا ہے مجھے آہ سے غرض

گردش امیر کوچہ بکوچہ ہے اسلیے
نکلے کسی طریق کسی راہ سے غرض

ہوتا ہے روز مجھکو جو عارض نیا مرض
اللہ کیا ہے میرے مرض کی دوا مرض

اسکو غم وصال ہے اسکو تپ فراق
دل کو جدا مرض ہے جگر کو جدا مرض

جھنجھلا کے بولے ان سے جو لپٹا میں بار بار
پیدا ہوا ہے آج یہ تمکو نیا مرض

آیا ہے وہ مسیح ہیں بیخود ہوں ہمدمو
مجھکو نہیں تمیز بڑھا یا گھٹا مرض

ہر وقت اوڑھنا ہے بچھونا ہے شاعری
سچ ہے امیر تمکو ہوا یہ بُرا مرض

ردیف طائے مہملہ

پڑھا جاتا نہیں اسے دلربا خط
جزاک اللہ لکھا ہے نیا خط

اثر تھا یہ مری افتادگی کا
گرے نامہ بر کی گر گیا خط

کہا قاصد سے میرے ہو کے نامہ
یہ کہدے جا کے لکھیں دوسرا خط

نشان ملتا نہیں انکے مکان کا
لیے پھرتا ہے قاصد جا بجا خط

لگائی تیغ پر اس ترک نے تیغ
نہ مطلق سخت جانی سے پڑا خط

تمہارا کون ہے غیروں کی ہے ڈاک
امیر اُسکو سمجھکر بھیجنا خط

ہے روسے کتابی پر کیا خوب تمہارا خط
کچھ سات خطوں سے بھی ہے بڑھکے یہ پیارا خط

بھیجا جو کبھی ہمنے دیکھا بھی ہمارا خط
عینک کی طرح اُس نے نظروں سے اُتارا خط

اک نامہ جو لکھا تھا اب تک نہ جواب آیا
کس منہ سے لکھوں اُسکو قاصد میں دوبارا خط

قسمت کا لکھا دیکھو بھیجا بھی اگر قاصد
اک حرف نہ سمجھے وہ گو پڑھ گئے سارا خط

لیجائے گا تربت میں وہ زیر کفن رکھکر
جنت کا قبالہ ہے عاشق کو تمہارا خط

احباب دم آخر لیسین سناتے ہیں
جی جاؤں جو اسدم بھی آجائے تمہارا خط

آؤں گا قفس سے میں خود اڑکے سو گلشن
صیاد کو لکھتا ہے ناحق چمن آرا خط

یاں مشق رہی برسوں اک دن یہ کہا اُس نے
لکھوائیں گے کچھ ہم بھی دیکھیں تو تمہارا خط

اندھا ہوں جو وہ خط ہو نظروں سے امیر اوجھل
جس روز سے آیا ہے آنکھوں کا ہے تارا خط

ردیفِ ظائے معجمہ

آتا ہو میکدے سے مین تو دن کو آئے واعظ
دروازہ کون کھولے شب کو برائے واعظ

ساقی وہ رند ہون مین گر وردتہ نشین ہون
غوطہ لگا کے مجکو خود ڈھونڈ لائے واعظ

کیا فرق نیک و بد مین رحمت ہی عام اُسکی
رندون کا بھی وہی ہے جو ہے خدائے واعظ

فردوس میکدہ ہے میکش بُلا رہے ہین
اب بھی اگر نہ آئے دوزخ مین جائے واعظ

کیا وعظ سے نہین کم ہمکو صدائے کوکو
کسریٰ کے طاق پر ہے قمری بجائے واعظ

پہلے اُسی سے ہونگے سارے سوالِ محشر
خود بھی ڈرے نہ تنہا ہمکو ڈرائے واعظ

مجلس مین وعظ کی ہین کچھ رند آج وارد
تاکی ہے مفلسون نے شاید ردائے واعظ

وہ رند ہون کہ گاڑون پیرِ مغان کا جھنڈا
عمامہ کرکے پرزے لیکر عصائے واعظ

اس کان جب مین سنکر اُس کان وعظ اڑا دون
لیے پر کی میرے آگے پھر کیا اڑائے واعظ

بیٹھے ہین صبر کرکے میخوار میکدون مین
محشر مین اُٹھ رہے ہین ہنگامہ ہائے واعظ

دبتے ہین بادہ کش کب پرہیزگار جو ہون
بھاری عمامہ رکھکر اُن کو دبائے واعظ

کہتا ہے میکدے کا رستہ ہے راہِ دوزخ
چلتا ہے چال اُلٹی ٹھوکر نہ کھائے واعظ

ہین رند پارسا وہ ضد ہو گئی ہے باہم
سیدھی کہون تو اُلٹی مجکو سنائے واعظ

خُم مین ہو قید جیسے یہ صورتِ فلاطون
تجویز کی یہ مین نے ساقی سزائے واعظ

آخر مین آدمی ہون بادام کچھ نہین ہون
بک بک کے مغز میرا کہدو نہ کھائے واعظ

کانون مین بھر گئی ہے مینا سے مے کی قلقل
ہم بادہ کش سنین اب کیونکر صدائے واعظ

مسجد مین رند بھی ہین اربابِ زہد بھی ہین
دیکھین امیر آئے کس پر بلائے واعظ

ردیفِ عین مہملہ

میری طرح جہان مین ہے گرم شتاب شمع
ہر بزم مین لگن سے ہے پا در رکاب شمع

دل میں کرے خیال جو اُس گلعذار کا
آنکھوں سے جا ہو اشک بہا ہو گلاب شمع

کیا بات تیرے ساغر و مینا کی ساقیا
بیمثل یہ چراغ ہے وہ لاجواب شمع

پردے میں نور اُس رخ روشن کا کیا چھپے
فانوس کے حجاب میں ہو بےنقاب شمع

جلکر ابھی تو گرمیِ عارض سے ہو گئی خاک
آسے ترے حضور جو رکھتی ہے تاب شمع

روشن ہے اسپہ خانۂ محفل کا صبح تک
یہ وجہ ہے کہ رکھتی ہے چشم پر آب شمع

موزون کیا ہے کیا کسی بوٹے سے قد کا وصف
ہے مصرعِ بلند ترا انتخاب شمع

لائے کہاں سے اُس رخ روشن کی آب و تاب
بیجا نہیں جو شرم سے ہے آب آب شمع

یون گل ہے روبرو ترے عارض کی ہی فروغ
جیسے حضورِ مہتمے آفتاب شمع

ہے فاتحہ کا قصد وہان چھپ کے رات کو
آئے نہ میری قبر پہ خانہ خراب شمع

درکار ہو اگر تری محفل کو روشنی
فانوس آسمان سے بنے ماہتاب شمع

پروانوں کو جلانے کا انجام ہے برا
لیتی ہے اپنے سر پہ عبث یہ عذاب شمع

واقف نہیں ہے اپنا سیہ خانہ نور سے
معدوم ہے امیر ہمارے حساب شمع

ممکن نہیں کہ رخ سے ترے ہو دوچار شمع
چہرے کی آب و تاب دکھا سے ہزار شمع

کیون صبح تک ہے شام سے شب زندہ دار شمع
ہے کسکے شوق میں ہمہ تن انتظار شمع

آتی ہے اُسکے کوچۂ گیسو سے کیا ہوا
بجھ جاتی ہے جو بزم میں کیون بار بار شمع

ہر شب کو ناحق آنے میں کرتی ہو عذر لنگ
کیا جانتی نہیں ہے ہمارا مزار شمع

قصہ جو سوزِ دل کا سُنا مجھ سے شام کو
تا وقتِ صبح شب کو رہی اشکبار شمع

ہے باعثِ شگفتگی بزم رو سے زرد
دکھلاتی ہے خزان میں بھی رنگ بہار شمع

آئے سیاہ خانے میں میرے تو خوف سے
چلدے ہوا کے گھوڑے پہ ہوکر سوار شمع

دولت وہ کون ہے نہیں جسکی کسی کو تاک
ہے ساتھ چور بھی ہے اگر تاجدار شمع

مشتاقِ مرگ ہین شبِ فرقت مین آپ ہم
ناحق دکھا رہی ہے زبانِ مثالِ مار شمع

پروانون کی ہین لاشین لگن مین پڑی ہوئی
روروکے کیون نہ دل کا نکالے بخار شمع

آیا ہنین جو بزم مین اب تک وہ سرو قد
پروانے کی نظر مین ہے مانندِ دار شمع

اُس شمع رو کے وصف جو کچھ بھی رقم کرے
بنجائے صافِ کلکِ وقائع نگار شمع

ممکن ہنین کہ سر ہو نگلگیر سے قلم
فانوس کو اسیر نہ سمجھے حصار شمع

ردیفِ غین معجمہ

کر رہا ہے خوب تقلیدِ رُخ و کاکل چراغ
ہو کے گل کرتا ہے پیدا دود سے سنبل چراغ

کیون نہ مٹ جائے شبِ وصلت ہمارا داغِ دل
کوئی جل سکتا ہے پیشِ افعیِ کاکل چراغ

شب کو آندھی چل گئی ایسی ہماری آہ کی
ہو گئے خاموش سارے شہر کے بالکل چراغ

ہو غلافون سے اگر تاریک ہے کُنجِ قفس
داغِ دل کا ساتھ اپنے لائی ہے بلبل چراغ

منحصر داغِ محبت پر ہے دل کی روشنی
کیون نہ گھر تاریک ہو جائے اگر ہو گُل چراغ

بیکسون کو وقتِ شب کیا روشنی کی احتیاج
شیشۂ مے شمعِ روشن ہے تو جامِ مُل چراغ

کیا عجب عشاق مین بھی ہو جو باہم لاگ ڈانٹ
گُل کو لے بھاگین پتنگے لے اُڑے بلبل چراغ

شب تلک روشن تھا پروانون کا اک انبوہ تھا
بلبلین تربت پہ آئین ہو گیا جب گُل چراغ

شب کو آمد کسکی دریا پر ہوئی جو اے اسیر
ناخداؤن نے کیے روشن کنارِ پل چراغ

کیا شبِ تاریکِ فرقت مین جلائین ہم چراغ
گُل کرے چلکر ہوائے آہ جب پیہم چراغ

داغِ حسرت ہے ترے غمناک کے سینے مین یون
جسطرح کوئی جلاتا ہے شبِ ماتم چراغ

پا سکے گا مہر سیہ خانے مین آکر کیا فروغ
کرمکِ شبتاب سے بھی نور مین ہے کم چراغ

عہدِ پیری مین کرین کیا زیست پر ہم اعتماد
ہو چکی ہے صبح اب ہے اور کوئی دم چراغ

ہو تمہین ایسے کہ ہم پر مہربان ہوتے نہین
ہمدم بلبل ہے گل پروانے کا محرم چراغ

بے ثباتی بزم عالم کی نظر آتی ہے صاف
ہے نگاہ چشم آخر بین مین جام جسم چراغ

مرکے بھی محتاج ہوتا ہے کسی کا کب سخی
گور حاتم پر ہے نام روشن حاتم چراغ

ہین مریض عشق عارض کی وہی سب بے تابیان
لا کھہ کرتا ہے دعاے نور پڑہکر دم چراغ

میرے آگے جلتے شاعر ہین وہ ٹھنڈی ہین امیر
کیا جلے تارون کا پیش نیر اعظم چراغ

کہاے یہ الفت بت غنچہ دہن مین داغ
طاؤس کی طرح ہین سراپا بدن مین داغ

گریان وہ ہون کہ کچھ نہین پروا ہے بعد مرگ
دہو دیگی چشم تر جو لگیگا کفن مین داغ

اے ترک دیکھ تو کوئی گولی سے اڑ نہ جاے
بندوق اسطرح نہ بھری انجمن مین داغ

کافور لے کے صبح غریبی سے بھیجدون
ہے میرے ہجر سے دل اہل وطن مین داغ

سنیے مری نہ دیجیے بوسہ رقیب کو
ایسا نہو سے لگے کہین سیب ذقن مین داغ

دیکھا ہے جب سے باغ مین گورا بدن ترا
لالے کی طرح ہے جگر یاسمن مین داغ

مشق سجود حق مین بھی دشمن کو رشک ہے
ہے شیخ کی جبین کا دل برہمن مین داغ

ظاہر مین اور رنگ ہے باطن مین اور رنگ
بوٹے قبا مین ہین تو ہمارے بدن مین داغ

دیکھ آے لالہ زار کو ہم جا کے کوہ پر
ایک ایک کا جگر ہے غم کوہکن مین داغ

جب سے سنا امیر کہ ہین داغ وردمند
لاکھون پڑے ہین سینۂ اہل سخن مین داغ

ردیف فا

دوڑا دل اسکی زلف سیہ فام کی طرف
یہ صید آپ کھنچکے گیا دام کی طرف

دل دیجیے تو ڈہونڈ کے معشوق باوفا
آغاز مین نظر رہے انجام کی طرف

درپیش ہے وطن سے سفر چھوٹتا ہے گھر
حسرت سے دیکھتا ہون در و بام کی طرف

ساقی یہ ہجرِ یار مین دل سے کیا ہے عہد
دیکھون نہ آنکھ اُٹھا کے مے و جام کی طرف

وہ بدنصیب ہون جو شکایت کرون کبھی
تقدیر بولے گردشِ ایام کی طرف

دھیان آگیا کہ باغ کو بھی دیکھتا چلون
آیا تھا ایک سروِ گل اندام کی طرف

اُس آنکھ کے جو دیکھنے والے ہین باغبان
کب دیکھتے ہین نرگسِ بادام کی طرف

اپنے امیرِ مست کا کیا پوچھتے ہو حال
جامی کی قبر پر وہ گیا جام کی طرف

ہے چھلاوا اُس پری پیکر کے بل کھانے سے زلف
آتی ہے قبضے مین کسکے ہاتھ دوڑانے سے زلف

کیا اُلجھنے پر تُلی ہے اپنے بیگانے سے زلف
ہے بڑی کج بحث سیدھی ہو تو ہو شانے سے زلف

حق اُسی کا ہے سلاسل پاسِ حق ہو فرضِ عین
ہے یہ حق پوشی چھپائی ہو جو دیوانے سے زلف

سو بلائین ہونگی نازل ایک ہے اتنک بلا
کھولیے باہر نکل کر آئنہ خانے سے زلف

تھی شبِ دیجور افشان سے شبِ مہتاب ہے
کیسی اسے مشاطہ چمکی تیرے چمکانے سے زلف

اب ٹھہرتا ہون کہین مسجد مین مین وحشی مزاج
دخترِ رز نے دکھائی مجکو میخانے سے زلف

ہٹ سرک اسے شانہ آنے دے ہو دلِ صد چاک کو
غیر ممکن ہے کہ سُلجھے تیرے سُلجھانے سے زلف

طورِ آرایش کا کیا جانین ابھی کمسن ہین وہ
رخ ہے آئینے سے غافل بیخبر شانے سے زلف

چشمِ بد دور اُن کا ہر انداز ہے سب سے جُدا
حسن مین اک بانکپن ہو کم نہین بانے سے زلف

دیکھیے اہلِ عدم پر اب ہو نازل کیا بلا
شانہ کیسا تا کمر پہنچی ہے لٹکانے سے زلف

آدمی کیا ہے جو کرتی ہے فرشتون کو بھی مست
سوج آئی کیا کہ چھلکی اپنے پیمانے سے زلف

اے دلِ صد چاک شانہ بنکے جا پر یاد رکھ
ہے مزاج اُلٹا اُلجھ پڑتی ہے سلجھانے سے زلف

دردِ دل کہنے کو جاؤ تم تو سمجھے ہو امیر
پر نہ ہاتھ آئیگی افسون سے نہ افسانے سے زلف

عارض ترے اے گلبدن ایک اِسطرف ایک اُسطرف
گویا کھلے ہین دو چمن ایک اِسطرف ایک اُسطرف

پٹتا ہی اُن پلکون سے رن ایک اِسطرف ایک اُسطرف

مردہ جو ہین زیر زمین زندہ ہین بالا ئے زمین
تو بزم مین جلوہ نما عکس آئینے مین ہے ترا

وہ قامت و گیسو نہین تشبیہ ہے یہ دلنشین
پیری مین ای زاہد نہین یہ تیرے گیسو سفید

کیونکر بچے گی دل کی جان آنکھون سے اُس سفاک کی
ہین بیچ مین وہ جلوہ گر ہین ہون اِدھر او غیر اُدھر

مژگان چشم اُس شوخ کے ابرو کی تلوارین لیے
جلتا ہی الفت سے جو دل پھکتا ہے فرقت سے جگر

افلاس و دولت دونون سے دنیا مین ہوتا ہے ضرر
ظاہر گل و بلبل سے ہی نیرنگ گلزار جہان

ہین آفتین دل پر کئی چین جبین پر بھی تری
خالی مصیبت سے نہین انسان کو ہستی و عدم

جو زنگ ہو کیونکر نہ دل آنکھون بھوؤن کو دیکھکر
آدھی سفید آدھی سیہ ہر اک یہ وحشت کی نگہ

بازو پہ گر اُس کے نہ ہین ہو جائین جو شش حسن سے
کیا کاتب اعمال سے پوچھون کہ تم لکھے ہو کیا

دل سے جگر سے عشق مین کاٹے سے غم گھٹتا نہین
کیا دن تھے دلی لکھنؤ تھے میر و مرزا سے چمن

ہین زیر و بالا تیرے لب جان بخشیون مین منتخب
تلوار آدھر پھیرے ہی منہ بسمل اِدھر پھیرے ہی رخ

دو پلٹنین ہین صف شکن ایک اِسطرف ایک اُسطرف
آراستہ ہی انجمن ایک اِسطرف ایک اُسطرف

بیٹھے ہین دو غنچہ دہن ایک اِسطرف ایک اُسطرف
ہے دار سے لٹکی رسن ایک اِسطرف ایک اُسطرف

ہین دوش پر یہ دو کفن ایک اِسطرف ایک اُسطرف
ہین ناگ مین دو راہزن ایک اِسطرف ایک اُسطرف

ایک بت ہی اور دو برہمن ایک اِسطرف ایک اُسطرف
دکھلا رہی ہین بانکپن ایک اِسطرف ایک اُسطرف

آفت ہین وہ داغ کہن ایک اِسطرف ایک اُسطرف
اس سانپ کے ہین دو دہن ایک اِسطرف ایک اُسطرف

یہ نوحہ گر وہ خندہ زن ایک اِسطرف ایک اُسطرف
طرہ ہی زلف پر شکن ایک اِسطرف ایک اُسطرف

ہین منزلین دونون کٹھن ایک اِسطرف ایک اُسطرف
آفت ہین دونون تیغ زن ایک اِسطرف ایک اُسطرف

آنکھین ہین دو ابلق ہرن ایک اِسطرف ایک اُسطرف
اسکے چمک مین نور تن ایک اِسطرف ایک اُسطرف

کاندھو نپہ ہین دو بیدہن ایک اِسطرف ایک اُسطرف
اک کوہ ہی دو کوہکن ایک اِسطرف ایک اُسطرف

یہ دونون تھے یکتائی فن ایک اِسطرف ایک اُسطرف
دو ہین مسیحا سے زمن ایک اِسطرف ایک اُسطرف

روٹھے ہین یہ دو دلھا دلہن ایک اِسطرف ایک اُسطرف

چو رنگ ابرو سے جگر دل بسمل تیغ نظر
گویا ہین دو گلگون کفن ایک اِسطرف ایک اُسطرف

رخسار نازک ہین تو ہون تاج ایک مانون گانہ مین
دو بوسے لونگا جان مین ایک اِسطرف ایک اُسطرف

شیخین دامانِ عبا تھامے ہوئے ہین حشر مین
ہین بیچ مین شاہِ زمن ایک اِسطرف ایک اُسطرف

زلفین امیر اُس حور کی ہین چہرۂ پُر نور پر
اِک چاند ہے اور دو گہن ایک اِسطرف ایک اُسطرف

قہر ہے مژگانِ چشمِ جادو سے دلبر کی صف
ایک جنبش مین اُلٹ دیتی ہے یہ لشکر کی صف

دیکھنے آیا جو وہ سفاک روزِ بازپرس
گردنین جھک گئین پیچھے گئی محشر کی صف

رند میخانے کی کیا بیباک ہین طرار ہین
دخل اگر پائین تو لیجائین خدا کے گھر کی صف

ناگہان چمکی جو مثلِ برق وہ تیغِ جمال
کیا تہ و بالا ہوئی مژگانِ چشمِ تر کی صف

سچ ہے صدف کہنا بجا اُسکے دہانِ تنگ کو
سمجھے ہین جسکو صدف دندان وہ ہے گوہر کی صف

ہون وہ دیوانہ جو مسجد مین گیا وقتِ نماز
ڈر گئے سب لوگ اندر ہو گئی باہر کی صف

کیا خرامِ ناز سے نکلے جو وہ دامن کشان
زلزلہ آیا تہ و بالا ہوئی محشر کی صف

کیا زمانہ ہے ہوئے مقتول خاصانِ خدا
مسجدِ کوفہ مین بچھی ماتمِ حیدر کی صف

مسجدِ اقصیٰ مین ختم الانبیا تھے پیش امام
پیچھے اُنکے مرسلانِ خالقِ اکبر کی صف

مومنون کو کیا رہے اندیشۂ یاجوجِ کفر
سدِّ اسکندر ہوئی اسلام کے لشکر کی صف

شعر ہین ہر صفحۂ دیوان پہ میرے یون امیر
جسطرح گلزار مین اشجارِ بارآور کی صف

ردیفِ قاف

کتنی ہو دور قطع ہے دم بھر مین راہِ شوق
صرصر کے پانون رکھتی ہے اپنی نگاہِ شوق

طوفانِ غم مین دل کی خدا ہی مدد کرے
مضطر ہے ناخدا سے جہازِ تباہِ شوق

شیدا ہون اُسکے چہرے کا عاشق ہون زلف کا
سب ہے مری نظر مین سپید و سیاہِ شوق

تم پاک ہو ڑو نہ قیامت کے روز سے
اے چشم دل ہے جرم تمنا گناہ شوق

ہے سیر باغ حسن کا طالب ہمیشہ دل
آگتی ہے اس مین سے مردم گیاہ شوق

آمد ہے قصر دل مین یہ کس شاہ حسن کی
پروے ہماری آنکھون کی ہین فرش راہ شوق

چلتی ہے تیغ معرکۂ حسن مین تو کیا
رکھ اور بڑھ کے پاؤن وزالے نگاہ شوق

بورٹھا بنا دیا ہے ترے رعب حسن نے
ہے دست رعشہ دار ہماری نگاہ شوق

نکلے نہال حسن مین پتے ہرے ہرے
برسا ہے جھوم جھوم کے ابر سیاہ شوق

پروا ہے کیا نقاب جو اُس رخ کی ہے سپر
توڑیگی تیر بنکے ہماری نگاہ شوق

جتنا اُدھر کھچا تری چوٹی کا فتح پیچ
بڑھتی گئی اِدھر بھی شکست کلاہ شوق

مثل کمند لائی حسینون کو کھینچکر
نکلی امیر منہ سے ہمارے جو آہ شوق

زندہ یارب ہون جو مُردہ ہین یہ آوارہ عشق
پھونکدے صور کہین شورش نقارہ عشق

دل بھی میرا مری مانند ہے آوارہ عشق
آسمان عشق کا مین ہون تو یہ سیارہ عشق

گردن چرخ جھکے بوجھ سے جب مثل ہلال
کیا اُٹھے پھر کسی مزدور سے پشتارہ عشق

سرو آزاد یہ چھوٹے ہوے بندی ہین ہی
عاشق قدر نے دیا تھا کبھی کفارہ عشق

پھر کے ایمن مین گئے حضرت موسی سر طور
کیون نہ منزل پہ وہ پہنچین جو ہون آوارہ عشق

ہے یہ مطلب دل صدچاک کا پیش رخ یار
اسی قرآن مین ملجاے یہ سیپارہ عشق

برق کو مین علم شوق کا پرچم سمجھا
رعد پر مجکو ہوا شبہہ نقارہ عشق

قد آدم عوض آب اُچھلتا ہے لہو
حلق بسمل ہے جسے کہتے ہین فوارہ عشق

نور تارون مین جواہر مین چمک پھولون مین رنگ
لاکھہ آئینون مین ہے پرتو رخسارہ عشق

کچھ بھی ہوتا جو زمانے مین محبت کا رواج
حسن کرتا نگہ شوق سے نظارہ عشق

ہمنے اخفا یہ کیا راز محبت کو امیر

مرتے مرتے نہ اُٹھا پردۂ رخسارۂ عشق

غم سے بچا ہین بیتاب عاشق — آتش ہے فرقت سیماب عاشق

خرمن کا میرے اب کیا ٹھکانا — بجلی ہے شیدا سیلاب عاشق

قسمت کی گردش جاتی ہے کوئی — دریا ہے الفت گرداب عاشق

وہ گل ہے پیاسا میرے لہو کا — خنجر خاب پر ہے سُرخاب عاشق

انسان کیسے چہرے پہ تیرے — ہے مہر قربان مہتاب عاشق

معشوق عاشق کیونکر جدا ہون — قاتل ہے ان پر خود ڈاب عاشق

دور آئے ایسا کوئی امیر اب
احباب پر ہون احباب عاشق

ردیف کاف تازی

وصل حاصل ہے مگر ہے غم ہجران ابتک — جمع سامان ہے پر دل ہے پریشان ابتک

تھک چکے پر ہے سر سیر بیابان ابتک — وہی کانٹے ہین وہی گوشۂ دامان ابتک

تیغ اُس ترک نے گو کھول کے رکھدی ہے مگر — رُعب باندھے ہوئے ہے شہر مین میدان ابتک

قید سے وحشت مین آئے ہوئے مدت گزری — شوق مین میرے کھُلا ہے در زندان ابتک

پیری آئی ہوئے سب موئے سیہ سر پہ سپید — صبح ہوتی نہین لیکن شب ہجران ابتک

دل جگر سینہ و سر سب ہوئے چھلنی لیکن — تیسر پہ تیر لگاتی ہے وہ مژگان ابتک

کتنے بدبخت ستے جو چھوڑ گئے رسم ستم — مر چکے پھر بھی لکھے جاتے ہین عصیان ابتک

عمر گزری ہے کہ ہون منتظر روز وصال — نہین آتا ہے وہ لے گردش دوران ابتک

کیا رفوگر کی ندامت کی ہے اُسکو بھی خبر — ہنس رہا ہے جو مرا چاک گریبان ابتک

عمر گزری ہے الٰہی اجل آتی ہے نہ یار — کوئی مشکل مری ہوتی نہین آسان ابتک

شعرا اُٹھ گئے دنیا سے مگر دیکھو امیر

اچھے شعرون کا زمانہ ہے ثنا خوان ابتک

عشق مین ہین لب خشک و مژۂ تر تر و خشک
اپنے قبضے مین بھی ہے مثل سکندر تر و خشک

ساقیا ہمکو مے ناب سلے خواہ کباب
نوش کرتے ہین جو دیتا ہے مقدر تر و خشک

قطع رہ کرتا ہے دریا مین بھی صحرا کی طرح
سالک راہ خدا کو ہے برابر تر و خشک

خشکی زاہد و تر دامنی رند کا حال
پوچھ لو ہم سے کہ دیکھا ہے سراسر تر و خشک

اغنیا نعمت الوان پہ کرین ناز امیر
شام تک ہمکو بھی ہوتا ہے میسر تر و خشک

نہین ممکن رسائی لامکان تک
نشان کسطرح پہنچے بے نشان تک

تری سفاکیان پہنچین یہان تک
کہ ڈرتی ہے حیات جاودان تک

کرون ضبط نفس ہمدم کہان تک
لگی ہے آگ اک دل سے زبان تک

پہنچ جاے اگر مجھ سخت جان تک
تو مانگے موت مرگ ناگہان تک

مین ہون وہ ناتوان جب آہ کھینچی
تو ٹھہری سو جگہ دل سے زبان تک

کڑی ہے اس قدر منزل عدم کی
کہ مر مر کے پہنچتے ہین وہان تک

بہار آخر ہے اور مین بے پر و بال
قفس سے ڈاک بیٹھے آشیان تک

مین ہون اس انجمن مین شمع تصویر
کہ سوز دل نہین آتا زبان تک

ہزارون حسرتون کا ہوگیا خون
کہان تک پاس رسوائی کہان تک

مری واماندگی کہتی ہے مجھ سے
پہنچنا ہوچکا اب کاروان تک

غش آیا زاہد و مسجد مین بے مے
چلو لیکر مجھے پیر مغان تک

ترے قربان لے بیتابی دل
مجھے پہنچا دے اسکے آستان تک

مکان یار تک قاصد نہ پہنچا
گئے کیسے امیر لامکان تک

بہت ہی زور پر ہے وصل کا شوق
نزاکت آڑے آئیگی کہان تک

مین وہ دل سوختہ ہون اس چمن مین — جلے بجلی جو آئے آشیان تک

نہین کچھ تیغِ قاتل ہی کشیدہ — خفا ہے مجھ سے مرگِ ناگہان تک

نہ پائی گردنالون نے اثر کی — زمین سے خاک چھانی آسمان تک

جو یون آنے نہ دے اسکی گلی مین — تو پہنچون خواب بنکر پاسبان تک

تڑپنے سے مرے تنگ آکے بولے — تسلی دے کوئی تجھکو کہان تک

کہان ہم اے امیر اب اور کہان فراغ
یہ جلسے ہو چکے خلد آشیان تک

ڈھونڈا کیے ہمکو نہ ملا یار کا گھر تک — پہنچی نہ کسیطرح دعا بابِ اثر تک

کھلتا نہین کون آکے بیابان مین یہ رویا — اک تختہ ہے پانی کا ادھر سے جو ادھر تک

فریاد ہے عالم مین ترے دستِ ستم کی — سر کھولے ہوئے پھرتے ہین خورشید و قمر تک

بیکس تھا زمانے مین مرا کسکو ہے ماتم — اک شمع لحد شام سے روتی ہے سحر تک

گھر تک شبِ فرقت مین اُسے کھینچکے لاتا — پہنچے جو مرا ہاتھ گریبانِ سحر تک

پائی یہ کماندار ترے تیر مین لذت — سینے مین وہ بیٹھا نہ ہوئی ہمکو خبر تک

کیا باڑھ پر آبِ دمِ شمشیر ہے قاتل — تھا تیری کمر تک گر اب ہے مرے سر تک

جو حد سے ہو باہر اُسے کیونکر کوئی دیکھے — روشن ہے کہ جاتی ہے نظر حدِ نظر تک

چھوٹا نہ امیر اُن سے کوئی شہر کا کوچہ
آنے مین رہا عذر ہمیشہ مرے گھر تک

ردیفِ کافِ فارسی

باغ مین آکر وہ گلِ تازہ دکھلاتا ہے رنگ — گل یہ شرماتے مین اک آتا ہے اک جاتا ہے رنگ

ہمتو اُڑکر جا نہین سکتے قفس سے باغ تک — گل جو یاد آتے ہین تو چہرے کا اُڑجاتا ہے رنگ

جانتا ہون ہے بڑا بہروپیا پیرِ فلک — صورتین تازہ نئے ہر روز دکھلاتا ہے رنگ

کیا خدا کی شان ہے پانی کرے کار ہوا
آتش رخسار کو غازے کا بھڑکاتا ہے رنگ

زاہدونکو چھپ کے دے آتی ہو مے پیر مغان
اور ہی کچھ اب تمہارا اے سخی دتا ہی رنگ

چہرۂ دل بنگیا زخمون کے پھولون سے چمن
کیا خراش ناخن غم ہمکو دکھلاتا ہے رنگ

فائدہ اتنا ہے باندھے ہین جو مضمون زلف کے
شعر جب پڑھتے ہین ہم یارونمین بندھتا ہی رنگ

کیون نہو چہرے پہ اُسکے خوشنما زلف سیاہ
ابر جب گلشن مین آتا ہے بدلجاتا ہے رنگ

کس پہ شبخون لائیگا کھلتا نہین کچھ اے امیر
آجکل کیون قرمزی وہ شوخ رنگواتا ہی رنگ

ردیف لام

دل ہے دشمن نہ بغل مین اسے پالے بلبل
کسی گلچین کو کرے جاکے حوالے بلبل

تو گرفتار ہے صیاد کا سمجھے تو مزاج
تھوڑی تھوڑی ابھی آواز نکالے بلبل

خوش بیانی ہے تری سارے چمن مین مشہور
کچھ تو صیاد کو باتون مین لگالے بلبل

پتیان گل کی پریشان نہ کرے باد صبا
کہین منقار سے پر نوچ نہ ڈالے بلبل

سخت مشکل ہے کہ گلچین ہے قریب گلبن
دامن گل کہ کلیجے کو سنبھالے بلبل

لی تو ہے مول گلستان کہ ذرا جی بہلے
پر یہ ہے ڈر کہین جھگڑا نہ نکالے بلبل

تیز چلتی ہے ہوا فصل خزان آپہنچی
اپنے آغوش مین پھولون کو چھپالے بلبل

آخر اک روز خزان ہے کہ طلسمی ہے بہار
چار دن رنگ گلستان مین جما لے بلبل

دھیان صیاد کا گلچین کا خطر خوف خزان
ہو بلا ایک تو سر سے اُسے ٹالے بلبل

عاشق اک گل کا ہون جاتا ہون چمن مین مین بھی
اس توقع پہ کہ کچھ درد بٹالے بلبل

ہاتھ یون پھولون پہ ہر بار نہ ڈال اے گلچین
چوٹ کھا کھا کے لہو منہ سے نہ ڈالے بلبل

گل ترے آگے نگاہون سے گرے پڑتے ہین
یاعلی کہہ کے سنبھالے تو سنبھالے بلبل

نا موافق ہے ہوا اس سے گلستان کی امیر

آشیانے سے کہو سر نہ نکالے بلبل

واہ کیا خوب پر و بال نکالے بلبل
اُڑتے ہی پڑ گئی صیاد کے پالے بلبل

باغبان رحم سے واقف نہین گلچین بیدرد
ایک ہم ہین ترے پہچاننے والے بلبل

بہی رونا ہے تو پہونکا خدا حافظ ہے
آنسوون سے ترے سب بھر گئے نالے بلبل

نہ جلا تجھ سے قفس مین سنے چمن پہونک دیا
دیکھین گرم ترے یا مرے نالے بلبل

پہول گلشن مین نہ آئے تھے کہ صیاد آیا
دل کے ارمان کہو کیا خاک نکالے بلبل

ذبح صیاد کرے گا تجھے کل ہے یہ خبر
آج جو کچھ ہو سُنانا وہ سُنا لے بلبل

ہنس رہا ہے ابھی صیاد نہین واقف ہو
چٹکیان لین لگے جگر مین ترے نالے بلبل

باغبان کا جو شب و روز جلانا ہے یہی
آشیان برق کو کر دے گی حوالے بلبل

ہاتھ گلچین کے کیسے باغ مین کانٹون نے فگار
خوب ہی پہوٹے ترے دل کے بہی چہالے بلبل

پہول پہولے ہوئے بیٹھے ہین چمن مین تجھ سے
چہچہے کر کے ذرا ان کو ستا لے بلبل

تجھسے ہنستے ہین کبھی کرتے ہین گلچین سے مذاق
ان گلون کے ہین کچھ انداز نرالے بلبل

دم الٹ جائے نہ صیاد کا سنتے سنتے
درد انگیز نہ کر ایسے تو نالے بلبل

اکدن آہی گئی خزان دونکی کیسی یہ امید
چار دن باغ مین سب سیر کی اُڑا لے بلبل

اُنہین درکار ہے اک چلبلا دل
یہ سُننا تھا کہ بجلی بن گیا دل

اُسے دیکھا تصدق کر دیا دل
کسی کو کیا مری آنکھین مرا دل

دُہائی بادشاہ حسن کی ہے
ادائین چھینے لیتی ہین مرا دل

اُٹھا کر درد نے اور اسکو پٹکا
جہان راہ محبت مین گرا دل

تری صحبت مین جا کر بنگیا ہے
تری شوخی کا خاکا چلبلا دل

تڑپ جاتا ہون مین اُٹھتا ہے جب یہ
الٰہی درد ہے پہلو مین یا دل

تری اٹکھیلیون پر جو ان اس کا
چلا اس چال سے تو پس گیا دل

یہ داغ عشق سے ہے عشق مجکو
سمجھتا ہون اُسے مین دوسرا دل

تمہارا ہو نہو اسکی خبر کیا
ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا دل

جگہ دے غیر کو بھی ساتھ تیرے
کب اس پہلو پر آتا ہے مرا دل

الٰہی ایک دل کس کس کو دون مین
وہان تو مانگتی ہے ہر ادا دل

وہ بولے واہ بوسہ دین تو دل لین
سنئے دل دینے والے تم نیا دل

پٹک کر دل مرا جھنجھلا کے بولے
پڑا اوچھا ہے تو لیجا اُٹھا دل

تمھین افسردہ پایا بجھ گیا جی
تمھین دیکھا شگفتہ کھل گیا دل

تڑپنے سے ہی روز وصل گیا کام
یہ تمکو پیار کرتا ہے مرا دل

امیر اس ناز سے ظالم نے دیکھا
نگاہین بول اُٹھین وہ لے لیا دل

وہ مجنون ہون مرا سودا نہین تدبیر کے قابل
کرے تدبیر جو اسکی وہ ہے زنجیر کے قابل

جو مضمون تیز سوجھا ہے تو بندش بھی نئی پائی
الٰہی ڈابھی الجھا ہے اس شمشیر کے قابل

برنگ شمع اپنا سوز دل چہرے سے ظاہر ہے
نہ پائی اسلیے ہمنے زبان تقریر کے قابل

زبان سے کچھ نہ کہہ غافل سمجھ کر بے زبانونکو
ہوا ہے خواب مخمل بھی کہین تعبیر کے قابل

مشقت سے عبث شیشے مین پریان بند کرتا ہی
سُن لے عامل پری شیشے کی ہے تسخیر کے قابل

چھوا زنجیر گیسو کو تو کیون گھورنے لگاتے ہو
کہان تقصیر دیوانے کی ہے تعزیر کے قابل

ہمارا ڈھیر جب دیکھا کہا اُس ناوک افگن نے
یہ تودہ خاک کا ہے کیا نشان تیر کے قابل

عبادت کا اگر ہے شوق یہ بھی شرط ہے زاہد
جبین سجدے کے لایق ہو زبان تکبیر کے قابل

جو بوسہ زلف کا مانگا کہا اُس شوخ نے ہنسکر
جنون اب بڑھ چلا ہے آپ ہین زنجیر کے قابل

بڑی بندہ نوازی کی جو دی یہ آبرو قاتل
نہ تھا میرا گلا تیرے دم شمشیر کے قابل

پریرویون کا عاشق ہون مجھے کہتا ہے دیوانہ
خفا واعظ نہوین ہون کہ تو زنجیر کے قابل

کہین سر ہے کہین سینہ کہین بازو کہین زانو
ہماری لاش اے قاتل نہین تشہیر کے قابل

مصور بھی جو انکو دیکھتے ہین دل مین کہتے ہین
بنائین حق نے کیسی صورتین تصویر کے قابل

جو کچھ آنکھون سے دیکھا ہے وہ اُس ہی جا کو کہہ دینا
ہمارا حال اے قاصد نہین تحریر کے قابل

کلیم اللہ بھی آئین تو کچھ کہتے نہ بن آئے
دہن کس کا ہے اُسکے سامنے تقریر کے قابل

امیر اپنا دلِ پُر داغ سوئے کربلا لیچل
یہ گلدستہ ہے نذرِ روضۂ شبیر کے قابل

کیون تڑپکیون مین ہو گرم نالہ ہائے زار دل
سو رہے ہین سیکڑون زیرِ زمین بیدار دل

دلربا تیری نظر مین ہے اگر بیکار دل
لا مجھی کو پھیر دے پھر میرے ہی سر بار دل

ہجر مین گھیرے ہوئے رہتے ہین اندوہ و الم
حلقۂ پرکار مین ہے نقطۂ پرکار دل

خواہشِ دولت اگر ہے ہو درِ دل پر مکین
فی الحقیقت ہے بڑی ڈیوڑھی بڑی سرکار دل

ہوگیا جب سامنا اُس زلفِ آفت خیز کا
پھر کے آنکھون سے کہا ہشیار دل ہشیار دل

چار ابرو پر ترے اے بت کرون قربان ابھی
ایک کے بدلے جو دے اللہ مجھکو چار دل

اے خیالاتِ جہان کیسی خرابی لائے تم
کنجِ خلوت پہلے تھا اب ہوگیا بازار دل

حسرتین تھین جسقدر وہ ساری مُردہ ہوگئین
بیٹھے کس کس کے لیے بن بنکے ماتمدار دل

منزلِ دنیا نہین ہے یہ مقامِ امتحان
جیت لے میدان مشقت سے نہ ہمت ہار دل

جان مدت سے ہی ہونٹون پر مگر مرتا نہین
کس مسیحا کا ہوا ہے یا خدا بیمار دل

آنیوالی گر نہین ہے آفتِ تازہ امیر
کیون اُلجھتا ہے مرے سینے مین پھر پھر کے دل

گل سنتے ہین کب صدائے بلبل
اپنی سی ہزار گائے بلبل

رنگ اپنا اگر جمائے بلبل
ہو خندۂ گل صدائے بلبل

گلچین رہِ صحنِ باغ پھولا
توڑا گلچین نے جب کوئی پھول
گلزار مین آگ سی لگی ہے
ہے حسن سے قدِ عشق بالا
آیا ہے نہانے کو جو وہ گل
آخر کو تڑپ تڑپ کے دی جان

مقبول ہوئی دعاے بلبل
آئی آواز ہاے بلبل
کیا گرم ہین نالہ ہاے بلبل
گل سے ہے بلند جاے بلبل
ہے بلبلون مین صداے بلبل
دیکھی اسے گل وفاے بلبل

پھولون سے بھرا ہوا ہے گلشن
خالی ہے اسیر جاے بلبل

باتین حکمت کی کہین سب کو لگی پھول سی پھول
کی ہے جب عزت سے ہمنے چمن علم کی سیر
داغ سینے مین نہین ہین یہ سلے رہین ہمکو
کون آیا یہ چمن مین کہ خجالت سے ہٹے
باغ امراض کا گھر بن گیا جاتے ہی بہار
کہین کوتاہ کبھی ہو جا صفت عمر بہار
آگ ہے گر جو کدورت دل بلبل کی نہین
واہ کیا بات صبا دیدہ اختر ہین کی
مہربان کچھ تو ہوا روز کی ہٹ کام آئی
اپنے سر بار گنہ اُس کا لیا قاتل نے
کیا ترے عاشقِ رخسار کو بہکائین گے
شرم کی جا ہے بشر کچھ جو بشر سے مانگے
وہ خوش اقبال اگر ہاتھ مین لیکر داغے

آج کچھ ہمنے سوالی تھی جو معمول سی پھول
ثمرِ معقول سے ہاتھ آئے ہین منقول سی پھول
چمنِ الفت ہی غنچہ مقبول سے پھول
پڑ گئے زرد ہی ہین رخِ عاشقِ معزول سی پھول
سرو در قوق سے بدتر ہوے مسلول سی پھول
تنگ اسے قصۂ بلبل ہین تر و طول سی پھول
کہو دامن کو بچائے رہین اس دھول سی پھول
روئی شبنم جو گلستان مین ہنسی پھول سی پھول
آج ساقی نے سوا دی مجھے معمول سی پھول
کیون جنازہ نہ ہو بے جرمی مقتول ہی پھول
ہین سوا آنکھون مین یان شعلۂ غول سی پھول
کسی گلشن مین نہین طالب زر پھول سی پھول
سونے چاندی کے نکلنے لگین مٹھ پھول سی پھول

واہ رے فیض کہ پالے مین جو ڈالے اُسنے — پتی ہو گئے سونے کے کرن پھول سے پھول

گرد عصیان سے بری دامن بلبل ہے امیر
ستیان ایسی تو ناحق نہ بٹین دھول سے پھول

جاتا تو اُسکے کوچے مین ہے بار بار دل — کھائے نہ چوٹ پاس کی امیدوار دل

دکھلا رہا ہے سیر مرا داغدار دل — پایا خزان سے مین نے یہ باغ و بہار دل

اُس گلبدن کے عشق مین ہے داغدار دل — کیا شوخ رنگ پھولون کا پہنے ہے ہار دل

ترچھی نظر نشانے پہ پڑتی نہین کبھی — اے ترک اس ادا سے نہو گا شکار دل

گرم خرام ناز ہو تم یہ تو دیکھ لو — کس کا پڑا ہوا ہے سر رہگزار دل

بزم وصال ہے کہ کوئی صیدگاہ ہے — میرا شکار تم ہو تمہارا شکار دل

جسدم نکل چلا مرے پہلو کو توڑ کر — رویا لپٹ کے تیر سے بے اختیار دل

ٹھنڈی ہین اسکے آگے حسینون کی گرمیان — پتلا ہے شوخیون کا مرا بیقرار دل

کام آئیگا ضرور کسی دن حضور کے — پہلو مین اپنے رکھتے ہین ہم ہونہار دل

بجلی جو کوہ طور پہ چمکی تھی ایک دن — عاشق کے سینے مین ہے اُسیکا شرار دل

گھر سے نکل کے دیکھ تو لین اک نظر حضور — لائے ہین پیشکش کے لیے جان نثار دل

موسیٰ کو برق طور کا جلوہ دکھا دیا — پہنچا تڑپ کے دور مرا بیقرار دل

دیکھی وہ چشم مست تو آنکھین سی کھل گئین — جب ہوش اُڑ گئے تو ہوا ہوشیار دل

ایفا سے عہد وصل نہ ایفا سے عہد قتل — کس بات کا تمہاری کرے اعتبار دل

عشاق کی کمی نہین معشوق چاہیے — ہو دل کا قدردان تو ستر ہزار دل

تسکین دے تصور جانان کسے کسے — بیتاب یا ادھر ہے جان اُدھر بیقرار دل

آیا خیال کشتۂ سیماب دیکھ کر — یہ خاک ہو گیا ہے کوئی بیقرار دل

آتے ہین فاتحے کے لیے روز درد و غم — سینہ ہے آرزوے مردہ کا گویا مزار دل

خاک آرزوے وصل کرون ابتک ای امیر / یہ بھی خبر نہین کسے کرتا ہے پیار دل

گنتا ہے ترے ہجر کی ایک ایک گھڑی دل / ہے عاشقِ بیتاب کے سینے مین گھڑی دل

کہتے ہین اسے صبر کہ الفت مین بتون کی / نازک ہے بہت اسپہ اٹھاتا ہے کڑی دل

چھپکے گی تہِ تیغ نگہ کیا پلک اس کی / ہمت تری آنکھون سے بھی رکھتا ہے بڑی دل

رلواتی ہے ہر چشم کو ہر چشم کی رقت / پانی ہو نہ کیون دیکھکے ساون کی جھڑی دل

ہو ہاتھ تک اس غیرتِ گلشن کے رسائی / داغون سے بنا اسلیے پھولون کی چھڑی دل

کیا وجہ کہ سودا سا امیر آج ہے اسکو / آیا ہے کہین دیکھ کے مستی کی دھڑی دل

ردیف میم

کرین پھولون کی کیون کر آرزو ہم / نہین پاتے کسی مین تیری بو ہم

کہان شبنم نمایان ہو جو خورشید / ٹھہر سکتے ہین اسکے رو برو ہم

ہجوم آرزو نے مار ڈالا / کہان پائین دلِ بے آرزو ہم

ملا جب وہ کھلا تب یہ معما / کیا کرتے تھے اپنی جستجو ہم

کسی سے کوئی کچھ کرتا ہو باتین / سنا کرتے ہین تیری گفتگو ہم

بتون کی بندگی ہے فرض زاہد / یہ کہدینگے خدا کے رو برو ہم

مرے منہ پر یہ کہتے ہین مرے اشک / مٹا دینگے تمہاری آبرو ہم

وہ میکش ہین کہ مر کر میکدے سے / چلینگے دوش پر مثلِ سبو ہم

امیر اس بے نشان کو دل مین پایا / جسے ڈھونڈا کیے تھے چار سو ہم

یہ روئے وصل مین منہ رکھ کے روئے یار پہ ہم / کہ لیگئے سبقت ابرِ نوبہار پہ ہم

چمن مین دھوم ہے اب اپنی نغمہ سنجی کی
کہ دو ہی نالون مین غالب رہے ہزار پہ ہم

جو اُنکی زلف مین افشان تو اپنے سینے مین داغ
اُدھر بہار پہ وہ ہین ادھر بہار پہ ہم

جنون مین پاس یہ پامالیِ ضعیف کا ہے
کہ پھونک پھونک کے رکھتے ہین پاؤن خار پہ ہم

وہ راست گو ہین کہ مطلق نہین ہے جان کا خوف
کہین گے کلمۂ حق مُنہ سے چڑھکے دار پہ ہم

نہین جہان مین محسن کُشی سے بد کوئی کام
لگائین سنگ نہ اشجار سایہ دار پہ ہم

یہ آرزو ہے کہ اُنکے شہید کہلائین
وہ زندہ دل ہین کہ مرتے ہین اعتبار پہ ہم

یہ کس کے گھنگرؤون کی کان مین صدا آئی
کہ وجد کرنے لگے شورِ آبشار پہ ہم

ہوئی ہے رات جو تکیے ہین فرش کیا درکار
امیر لیٹ رہین گے کسی مزار پہ ہم

ہون سارے شہر مین ہین اگر جا بجا کریم
حاجت نہین فقیر کو تجھ سے ہے خدا کریم

لیتے ہین ایک جس سے ولا دیتے ہین یہ دس
بیشک ہین اغنیا سے زیادہ گدا کریم

بے مانگے دے رہے ہو زمانے کو گالیان
تمسا کہان جہان مین کوئی دوسرا کریم

دُر ریز سائلون پہ دو رویہ ہین مٹھیان
چھترا مری طرف بھی کوئی زر کا یا کریم

نیرنگیان ہین کیا چمن روزگار کی
خوشبو تو گل نے دی ہے بنی ہے صبا کریم

اے پیر میفروش کوئی جام خم کی مہر
حاتم ہے تو کہان کوئی تجھ سے سوا کریم

ہے شوق شرط ذکرِ خدا ہو کسیطرح
یکسان ہے یا کریل کہے کوئی یا کریم

دو بوسے خواب ہی مین کسی روز ہمکو دو
تب جانئین ہم کہ تم بھی ہو نام خدا کریم

بحرِ جہان مین دیکھ ذرا فشانیان امیر
دستِ گدا صدف ہے تو ابرِ عطا کریم

مٹ نہ سکا تقدیر کا لکھا رو رہے پامال خط ہم
صرصرِ غم سے دفترِ دل کے سارے ورق ہین ہم درہم

شاد ہوا ایسا دل جو کسی دن زاغ سے پائین اسکی خبر ہم
چیر کے پہلو سامنے رکھدین نذر کو اسکی اپنا جگر ہم

ساری جوانی رنج مین گذری ہوگئی راحت آئی جو پیری
شام کو آئے جانب زندان باغ مین پہنچے وقت سحر ہم

رنجبر بین ہین ہم موت کے خواہان زیست سے ہے بیزار دل اپنا
درد کو ہے کیا کام دوا سے داغ کو ہی کب خواہش مرہم

چرخ مخالف بخت ہے واژون کوئی نہین امید کی صورت
ہاتھ اُٹھائین خاک دعا کو بند جو پائین باب اثر ہم

باغ جہان مین سیر کو آئے ساتھ ہے لیکن قسمت بد بھی
ہاتھ ہی کوتہ شاخ ہے اونچی پائین گے کیونکر کوئی ثمر ہم

گھر سے نکالا رنج مین ڈالا ظلم کیا غواص فلک نے
چین سے کیسے بحر جہان مین گوشہ نشین تھے مثل گہر ہم

دہر مین تھو وہ طائر قیدی کچھ کبھی نہ گزرا وقفہ ہستی
کھولتے ہی پروانہ کی شہپر نیست ہوے مانند شرر ہم

دل کی صفا سے اور بگاڑا کام نہ اپنا کوئی سنوارا
آئینہ سان ہین بزم جہان مین ہر کہ ومہ کی دست نگر ہم

وقت سحر ہے شور سفر ہے چست مسافر قافلہ راہی
واہ رے غفلت فکر نہین کچھ بیٹھے ہین اپتک کھولے کمر ہم

غیر ہے حالت ضعف سے طاری ہے وہی گردش اب بھی جاری
زار ہین مثل سوزن ساعت پھرتے ہین لیکن آٹھ پہر ہم

شوق شہادت لیے ہے غالب ڈھونڈ رہے ہین کوچہ قاتل
دور سے دیکھیں اسکو جو آتے دوڑ کے رکھدین پاؤن پہ سر ہم

حال نہ پوچھو عشق کمر مین گھل گیو بالکل ہوگئے لاغر
سبکی نظر سے اپنی ہین غائب بنگئے گویا تار نظر ہم

شکر کی جا ہے شکر کی جا ہے یار اسیر آیا سر بالین
کعبے کی جانب کوئی بتادے سجدہ کرین اسکو قدم ہم

ردیف نون

ہم لوٹتے ہین وہ سو رہے ہین
کیا ناز و نیاز ہو رہے ہین

کیا رنگ جہان مین ہو رہے ہین
دو ہنستے ہین چار رو رہے ہین

دنیا سے الگ جو ہو رہے ہین
سکیون ہین مرے سے سو رہا ہین

پہنچی ہے ہماری اب یہ حالت
جو ہنستے تھے وہ بھی رو رہے ہین

تنہا نہ خاک بھی نہین ہم
حسرت کے ساتھ سو رہے ہین

سوتے ہین لحد مین سونے والے
جو جاگتے ہین وہ رو رہے ہین

ارباب کمال چل بسے سب
تشو مین کہین ایک دو رہے ہین

پلکون کی جھپک دکھا کے یہ بُت
دل مین نشتر چبھو رہے ہین

مجھ داغ نصیب کی لحد پر
لالے کا وہ بیج بو رہے ہین

پیری مین بھی ہم ہزار افسوس
بچپن کی نیند سو رہے ہین

دامن سے ہم اپنے داغ ہستی
آب خنجر سے دھو رہے ہین

مین جاگ رہا ہون اے شب غم
پر میرے نصیب سو رہے ہین

روئین سے گے ہین رُلانے والے
ڈوبینگے وہ جو ڈبو رہے ہین

اے حشر مدینے مین نہ کر شور
چپ چپ سرکار سو رہے ہین

آئینے پہ بھی کڑی نگاہ حسین
کس پر یہ عتاب ہو رہے ہین

بھاری ہے جو موتیون کا مالا
آٹھ آٹھ آنسو وہ رو رہے ہین

دل چھین کے ہو گئے ہین غافل
فتنے وہ جگا کے سو رہے ہین

ہے غیر کے گھر جو اُن کی دعوت
ہم جان سے ہاتھ دھو رہے ہین

صد شکر خیال ہے اُسی کا
ہم جس سے لپٹ کے سو رہے ہین

ہو جائین نہ خشک داغ کے پھول
آنسو انکو بھگو رہے ہین

پوچھے کوئی دیدہا سے تر سے
کیون نام وفا ڈبو رہے ہین

آئیگی نہ پھر کے عمر رفتہ
ہم مفت مین جان کھو رہے ہین

کیا گریۂ بے اثر سے حاصل
اس رونے پہ ہم تو رو رہے ہین

فریاد کہ ناخدا سے کشتی
کشتی کو مری ڈبو رہے ہین

کیون کرتے ہین غمگسار تکلیف
آنسو مرے منہ کو دھو رہے ہین

محفل برخاست ہے پتنگے
رخصت شمعون سے ہو رہے ہین

ہے کوچ کا وقت آسمان پر
تارے کہین نام کو رہے ہین

اُنکی بھی نمود ہے کوئی دم
وہ بھی نہ رہین گے جو رہے ہین

دنیا کا یہ رنگ اور ہمکو — کچھ ہوش نہین ہے سوتے ہین
ٹھہرو دم نزع دو گھڑی اور — دو چار نفس ہی تو رہے ہین
پھول اُن کو پنھا پنھا کے اغیار — کانٹے مرے حق مین بو رہے ہین

زانو پہ اسیر سر کو رکھکے
پہرون گزرے کہ رو رہے ہین

اُسکی حسرت ہے جسے دل سے مٹا بھی نہ سکون — ڈھونڈنے اُسکو چلا ہون جسے پا بھی نہ سکون
کون مانع ہے کہ در پر ترے آ بھی نہ سکون — کیا قدم نقش قدم ہین کہ اُٹھا بھی نہ سکون
آنے دے غیر کو آتا ہے اگر خلوت مین — کچھ تری شرم نہین ہے کہ اُٹھا بھی نہ سکون
اُنکے نقشے کے مٹانے کی ہین سو تدبیرین — لاگ کی آگ نہین ہے کہ بجھا بھی نہ سکون
چٹکیان لینے سے دل مین وہ کرین تو انکار — داغ کچھ درد نہین ہین کہ دکھا بھی نہ سکون
دل مرا دزد حنا مجھ سے چھپا کر بولا — کیا یہ جوبن ہے کسی کا کہ چرا بھی نہ سکون
مین اگر گھر سے نکلتا ہون تو گھر کیون ہی اداس — کیا دم باز پسین ہون کہ پھر آ بھی نہ سکون
وصل مین چھیڑ نہ اتنا اُسے اے شوق وصال — کہ وہ روٹھے تو کسی طرح منا بھی نہ سکون
ڈالکر خاک مرے خون پہ قاتل نے کہا — کچھ یہ مہندی نہین میری کہ چھپا بھی نہ سکون
ناز کرنے سے تجھے منع نہین کرتا مین — پر نہ اتنے کہ اُٹھاؤن تو اُٹھا بھی نہ سکون
ضبط کمبخت نے اور آکے گلا گھونٹا ہے — کہ اُسے حال سناؤن تو سنا بھی نہ سکون
کوئی پوچھے تو محبت سے یہ کیا ہے انصاف — وہ مجھے دل سے بھلا دے مین بھلا بھی نہ سکون
مین کسی سے نہ کہونگا وہ کرین وعدہ وصل — راز الفت یہ نہین ہے کہ چھپا بھی نہ سکون
ہاے کیا سحر ہے یہ حسن کہ مانگین جو حسین — دل بچا بھی نہ سکون جان چھڑا بھی نہ سکون
شکوے تو شوق سے کر وصل مین لیکن اے دل — بات کچھ ایسی نہ بگڑے کہ بنا بھی نہ سکون
نقش ہستی مین ابھی محو کیے دیتا ہون — خط تقدیر نہین ہے کہ مٹا بھی نہ سکون

ایک نالے مین جہان کو تہ و بالا کر دون
کچھ ترا دل یہ نہین ہے کہ ہلا بھی نہ سکون

رعب کو ساتھ لگا لائے ہین اپنے شب وصل
کہ جو اُٹھین تو خوشامد سے بٹھا بھی نہ سکون

منہ پہ قاصد سے کہین کہہ دون گا کہون حسن پرست
عشق کچھ کھیل نہین ہے کہ جتا بھی نہ سکون

انکے پہلو مین جو لیجا کے سلا دون دل کو
نیند ایسی اسے آئے کہ جگا بھی نہ سکون

اے امیر اپنی غزل ہے کوئی آیت یہ نہین
کہ گھٹا بھی نہ سکون اور بڑھا بھی نہ سکون

ہائے وہ دن کہ گزر جاتی تھی شب باتون مین
اب نہ باتون مین مزہ ہے نہ ملاقاتون مین

لطف کیا آئے تکلف کی ملاقاتون مین
کچھ رکھائی کے سوا بات نہین باتون مین

آگیا غیر کی صحبت کا اثر باتون مین
اور کچھ ہو گئے تم بیٹھ کے بدذاتون مین

گھر کیا جب سے کھنچاوٹ نے ملاقاتون مین
بیٹھ گیا تیری رکاوٹ کا ہوا باتون مین

جب کہا نالہ و زاری مری دیکھو بولے
بجلیان ہمنے بہت دیکھی ہین برساتون مین

چار ہی دن مین وہ بت دیکھیے کیا چل نکلا
کیسی قینچی سی زبان چلنے لگی باتون مین

مسجدون مین ہین یہ ہو حق کے کہان ہنگامے
رنگِ توحید اچھلتا ہے خراباتون مین

نازؔ اداؔ آنؔ حیاؔ غمزہؔ کرشمہؔ شوخیؔ
لیگیا دل کو اڑا کر کوئی ان ساتون مین

دل دیا مین نے تو بولے کوئی بم چھوٹی ہے
دل ہی دل روز چلے آتے ہین سوغاتون مین

عمر رفتہ کو عبث شیخ حرم روتا ہے
ڈھونڈ لے آکے جوانی کو خراباتون مین

یہ سمجھ کر کبھی ناصح کی بھی سن لیتا ہون
اک نہ اک بات نکل آتی ہے سو باتون مین

التجا ٹوٹے ہوے دل کی وہان ہے مقبول
درد کی ساری ہے تاثیر مناجاتون مین

انجمن ہو کہ چمن سب ہین اسی کے سرمست
ایک ساقی ہے ہزارون ہی خراباتون مین

کچھ اشارے جو کیے مین نے تو جھنجھلا کے کہا
تم رہا کرتے ہو دن رات انہین گھاتون مین

مہربان وصل مین قصے یہ نکالے کیسے
آج کی رات بھی کیا ٹالیے گا باتون مین

چار اِدھر لوٹتے ہین چار اُدھر لے ساقی
سے کھینچی یا کوئی شمشیر خراباتون مین

واعظ اب چھیڑ کے رندون سے ستا کرتی ہین
کچھ مزا ملنے لگا ہے انہین صلواتون مین

وصل مین زلفِ سیہ نے جو کیا ہے اندھیر
یہ اندھیرا تو نہ تھا ہجر کی بھی راتون مین

بوسہ مانگا تو کہا پھیر کے منہ ظالم نے
کہ زبان کٹتی ہے انسان کی انہین باتون مین

دل اُڑا لیتے ہین وہ کھول کے زلفونکی لٹین
دیکھو دن پھرتے ہین چورونکے انہین راتون مین

بت نہ بولین جو نہین بولتے ہین ہم سے امیر
اپنے اللہ سے باتین ہین مناجاتون مین

یہ تو مین کیونکر کہون تیرے خریدارون مین ہون
تو سراپا ناز ہے مین ناز بردارون مین ہون

وصل کیسا تیرے نادیدہ خریدارون مین ہون
واہ ری قسمت کہ اسپر بھی گنہگارون مین ہون

حشر مین اتنا کہونگا اُس سے مین محرومِ وصل
پاکدامن تو ہے مین کیونکر گنہگارون مین ہون

ناتوانی سے ہے طاقت ناز اُٹھانے کی کہان
کہہ سکون کیونکر کہ تیرے ناز بردارون مین ہون

جان پر صدمہ جگر مین درد دل کا حال زار
گھر کا گھر بیمار کس کس کے پرستارون مین ہون

ہاے ری غفلت نہین ہو آج تک اتنی خبر
کون ہے مطلوب مین کسکو طلبگارون مین ہون

وہ کرشمے شانِ رحمت نے دکھاے روزِ حشر
چیخ اُٹھا ہر بیگنہ مین بھی گنہگارون مین ہون

وہ مجھے روتا ہے مین روتا ہون اُسکی جان کو
دل مرے ماتم مین ہے دلکی عزادارون مین ہون

صبح سے مطلب نگل سے کام کیا جانون نہین
مین تمہارے سینہ چاکون مین دل افگارون مین ہون

دل جگر دونون کی لاشین ہجر مین ہین سامنے
مین کبھی اسکے کبھی اُسکے عزادارون مین ہون

مین کسی قالب مین ہون خالی اداسی سے نہین
رنگ ہون یا بو ہون مرجھائی ہوئی ہارون مین ہون

چھیڑ دیکھو میری میت پر جو آئے یہ کہا
تم وفادارون مین ہو یا مین وفادارون مین ہون

زاہدو کافی ہے اتنی بات بخشش کے لیے
اُسکو شوقِ مغفرت ہے مین گنہگارون مین ہون

کسطرح فریاد کرتے ہین بتا دو قاعدہ
اے اسیرانِ قفس مین نو گرفتارون مین ہون

حالِ زار اپنا دکھا کر دل نے اُس سے یون کہا / کیون اسی منہ پر یہ کہتے تھی مین دلدار و نہین ہون

بیگناہ ہون مین چلا زاہد جو اُسکو ڈھونڈنے / مغفرت بولی اِدھر آ مین گنہگارون مین ہون

خال کہتا ہے دکھا کر یار کا حسنِ ملیح / مین بھی اس سرکار کے ادنی نمکخوارون مین ہون

اونچے اونچے مجرمون کی ہوگی پرسش حشر مین / کون پوچھے گا مجھے مین کن گنہگارون مین ہون

وقتِ آرایش پہنکر طوق بولا وہ حسین / اب وہ آزادی کہان مین بھی گرفتارون مین ہون

چارہ سازی کس سے چاہین آپ مریضِ دردِ غم / کہتے ہین عیسی کہ مین بھی انکے بیمارون مین ہون

بیگناہی کا تو دعوی انکے آگے کیا مجال / ڈرتے ڈرتے منہ سی نکلا مین گنہگارون مین ہون

پوچھتا ہون وجہِ آزادی تو کہتا ہے یہ سرو / مین کسی کے قدِ موزون کی گرفتارون مین ہون

آچکا تھا رحم اُسکو سن کے میری بیکسی / دردِ ظالم بول اُٹھا مین اسکے غمخوارون مین ہون

سوزِ فرقت دردِ دل زخمِ جگر ناسورِ چشم / کچھ نہ پوچھو مبتلا مین کتنے آزارون مین ہون

شرم و شوخی دونون گاہک ہین الٰہی کیا کرون / ایک جنس بے حقیقت دو خریدارون مین ہون

پھول ہین پھولون مین ہون کانٹا ہون کانٹون مین امیر
یار ہین یارون مین ہون عیار عیارون مین ہون

ضبط کرنا دلِ حزین نہ کہین / چوٹ لگ جائیگی کہین نہ کہین

جب تڑپتا ہے دل مین ڈرتا ہون / چرخ پر جا پڑے زمین نہ کہین

مسکرا کر وہ شوخ کہتا ہے / آج بجلی گری کہین نہ کہین

حورین لپٹی ہین نزع مین مجھ سے / دیکھ پائے وہ نازنین نہ کہین

وصل کی شب نہین نہین کیسی / دیکھ سن لے دلِ حزین نہ کہین

دل مین باتین بھری تھین کیا کیا کچھ / ہائے کچھ وقتِ واپسین نہ کہین

دل سی شے لے کے اب تو نکلے ہین / پوچھ لے گا کوئی کہین نہ کہین

نہ تڑپ اسقدر دلِ بیتاب / سہم جائےگے وہ نازنین نہ کہین

میرے عیسیٰ کے دلمین چھپ جائے چین مُردون کو قبر مین بھی نہین	نگہِ وقت واپسین نہ کہین آسمان ہو نہ زمین نہ کہین

آگ ہو جائے گا وہ شوخ امیر
کھینچنا آہِ آتشین نہ کہین

اس شان سے ہم آئے تری جلوہ گاہ مین
مشعل دکھائی برقِ تجلی نے راہ مین

اندھیر کر رہی ہے یہ چشمِ سیاہ مین
شوخی کو قید کیجیے نیچی نگاہ مین

کیا دخل جا سکے کوئی اُس جلوہ گاہ مین
غمزہ چھری لیے ہوسے بیٹھا ہے راہ مین

خنجر کچھ اس ادا سے کھنچا قتلگاہ مین
لپٹا لیا گلے سے ترے اشتباہ مین

توبہ بھی کچھ بھروسے کے قابل ہے زاہدو
پہونچی ہے ہم سے ٹوٹ کے اب خانقاہ مین

وہ دشمنی سے دیکھتے ہین دیکھتے تو ہین
مین شاد ہون کہ ہون تو کسی کی نگاہ مین

گھر سے مرے بلا سے شبِ غم گئی کہان
بیٹھی ہے چھپ کے پردۂ روزِ سیاہ مین

ہم مست مئے بھی پیتے ہین تو کانپتے ہوے
توبہ پڑی ہوئی ہے ہمارے گناہ مین

قالب مین دل ہے دل مین ہے وہ قدردانِ دل
یوسف گرا ہے لیکے زلیخا کو چاہ مین

اُفتادگی مین بھی مجھے معراج ہے نصیب
ٹھوکر بھی کھائی ہے تو محبت کی راہ مین

پھونکا اِدھر عدو کو اُدھر آسمان کو
دو ظالمون کی لی ہے خبر ایک آہ مین

وہ دیکھتے ہین خونِ تمنا جما کے آنکھ
مہندی لگائی جاتی ہے پائے نگاہ مین

اہلِ نظر کو وسعتِ امکان بہت ہے تنگ
گردون نہین گرہ ہے یہ تارِ نگاہ مین

شب مین پکارتا ہون تو کہتا ہے آفتاب
کمبخت گم ہون مین ترے روزِ سیاہ مین

ڈرتا ہون جذبِ شیخ کا سُن سُن کے غلغلہ
کھینچ جاے دخترِ رز نہ کہین خانقاہ مین

آنکھ اپنی فتنہ ہاے قیامت پہ کیا پڑے
جسکے یہ فتنے ہین وہ ہے اپنی نگاہ مین

دل مین صمد صمد ہو زبان پر صنم صنم
حسنِ عمل کی بھی ہو جھلک کچھ گناہ مین

بیتابیاں جو مانگین تو دینا نہ تو ہمین | اے صبر اب ہم آئے ہین تیری پناہ مین
اُٹھتا نہین ہے اب تو قدم مجھ غریب کا | منزل سے کہدو دوڑ کے لے مجکو راہ مین
قدرت خدا کی ہے کہ ہین خاک مین تو ہم | اور سرمہ گھر کرے تری چشم سیاہ مین

شاعر کو مست کرتی ہے تعریفِ شعر امیر
سو بوتلون کا نشہ ہے اس واہ واہ مین

اللہ ری لاغری کہ تری جلوہ گاہ مین | پس پس گیا ہون دب کے مین گرد نگاہ مین
ہے اس غضب کی آگ دلِ داد خواہ مین | اُٹھ کر کے بھاگے آسمے جو تاثیر آہ مین
دل ہے تباہ قافلۂ اشک و آہ مین | گھیرا ہے آندھی پانی نے بیکس کو راہ مین
آفت کی شوخیان ہین تمہاری نگاہ مین | محشر کے فتنے کھیلتے ہین جلوہ گاہ مین
بھاگا خیالِ یار یہ کہکر شبِ فراق | دشمن مرے شریک ہون حالِ تباہ مین
محشر خرام تم جو نہین ہو تو کون ہے | فتنون کے پہرے کسنے بٹھائے ہین راہ مین
بہتر سے جلال مین بھی مزہ ہے جمال کا | چشمِ کرم چھپی ہے غضب کی نگاہ مین
یہ عکس کسکے چاند سے چہرے کا پڑ گیا | پانی کو ناز ہے کہ مین یوسف ہون چاہ مین
افتادگی مین بال برابر نہین ہے فرق | ہے ایک رنگ سایۂ درویش و شاہ مین
تیری نکیلی پلکون سے اللہ کی پناہ | کیا دل مین پیر جاتی ہین چبھ کر نگاہ مین
غالب کو بھی قیام نہین روح کی طرح | منزل چلی ہے ساتھ مسافر کے راہ مین
مانندِ شمع تاج ہی سے ہے بقائے شاہ | ہے اس کلاہ پوش کی جان اِس کلاہ مین
ہم ہین سیاہ کار تو رحمت ہے پردہ پوش | مے پیتے ہین تو سایۂ ابرِ سیاہ مین
صحبت سے پاک طبع کو آسودگی کہان | آئے تری نہ دیدۂ تر سے نگاہ مین
غمزے کا بانکپن صفِ مژگان مین دیکھیے | کس نوک کا جوان ہے یہ اس سپاہ مین
اللہ رے رشک جمع نہین ہوتے دو حسین | روزِ ازل سے چھوٹ ہے خورشید و ماہ مین

آنسو ہمارے دیکھ کے خوش ہو رہے ہین وہ
پازیب موتیون کی ہے پا سے نگاہ مین

لے تیغ ناز ہاتھ جو تو نے اُٹھا لیا
لیتا نہین کوئی مجھے اپنی پناہ مین

چشم سیہ کے عشق مین یاد مژہ جو کی
ماتم کی صف بچھی مرے روز سیاہ مین

قاصد کو اُس نے قتل کیا نامہ دیکھکر
مارا پڑا غریب ہمارے گناہ مین

آئینہ جب سے دیکھ لیا لوٹ ہی رہا
یوسف مرا اُبھر نہ سکا گر کے چاہ مین

سودا و میر دونون سے کامل مگر امیر
ہے فرق واہ واہ مین اور آہ آہ مین

وہ بیکس ہون نہین ہے کوئی میرا غمگسارون مین
فقط اک دل ہے تو وہ بھی تمہارے جان نثارون مین

توسے کی بوند بدلی ہی نہین ان اشکبارون مین
شرار مردہ ہے بجلی بھی تیرے بیقرارون مین

کہو زاہد پیئے مے رنگ تو برسات کا دیکھے
تماشا ہو وہی اُودی بدلیان ہین سبزہ زارون مین

حقیقت عاشقون کی مرگ کی ہم سے کوئی پوچھے
بہت جب نیند آئی سو رہے جا کر مزارون مین

نگاہ یار کیا بدلی جہان بدلا ہوا بدلی
وہ دشمن جان کے ہین جو ہوئے تھے جان نثارون مین

اُڑا پارا جلا اسپند دب کر رہ گئی بجلی
نہین ثابت قدم ٹھہرے تمہارے بیقرارون مین

شب وصلت تمہاری شرم سے کس کس کو شرم آئی
لجالو بن کے سمٹے جسقدر تھے پھول ہارون مین

فرشتون سے کہو اتنی قیامت مین خبر رکھین
کہین چھپ چھپ کے زاہد مل نجائین بادہ خوارون مین

جدا ہے دختر رز کا نام ہر صحبت مین اے ساقی
پری ہے میکشون مین حور ہے پرہیزگارون مین

بہت تھے جلوہ گاہ یار مین دیدار کے طالب
کلیم اللہ آگے بڑھ گئے امیدوارون مین

ہوئے ہم قتل جب جلسہ نظر آیا حسینون کا
بٹا یہ خون ناحق چلو چلو گلعذارون مین

خدا جانے کہان دل جان کس جلسے مین ہین اپنی
بظاہر سب سے بیٹھے ہین ہم ہر چند یارون مین

سو گور غریبان آئین وہ یہ پوچھتے یارب
مرے کشتے کی تربت کونسی ہے ان مزارون مین

ترا اُبھرا ہوا جوبن یہ اُن کو گدگداتا ہے
کہ لوٹے جاتے ہین مارے ہنسی کے پھول ہارون مین

قبا کے بند کھولو پردہ اُلٹو کچھ ہنسو بولو
جو آئے ہو تو بیٹھو بے تکلف ہو کے یارون مین

ادھر بھی اک نگاہِ ناز اپنے حسن کا صدقہ
کہ روزِ حشر میری آنکھ نیچی ہو نہ یارون مین

امیر ان سے نہ بچتی دخترِ رز آنکھون مین پی جاتے
جوانی کا گزر شاید نہین پرہیزگارون مین

چلے ساقی ہنسے بولے اگر آئی ہو یارون مین
دُلھن بنکر نہ بیٹھے دخترِ رز بادہ خوارون مین

بہار آئی لنڈھا باقی خم کے خم ہم بادہ خوارون مین
کہو توبہ سے چندے جا رہے پرہیزگارون مین

رہے ہم زخمیون کی قبر مین یارب کوئی روزن
مرے مرکر بھی اُٹھین چاندنی آئے مزارون مین

بہار آئی گھٹا چھائی کھلے بوتل چلے ساغر
نہ تم پرہیزگارون مین نہ ہم پرہیزگارون مین

شبِ فرقت سمٹ کر میرے گھر مین آرہی شاید
سیاہی جسقدر تھی گبر و ترسا کے مزارون مین

اُڑائے پر مرے بیرے کے خوش چشمون نے یون لکر
تبرک جیسے ہو دستارِ قاضی بادہ خوارون مین

ہماری کشتیِ مے جا لگی جنت مین کوثر پہ
ہوا سے بادہ خواری لے اُڑی پرہیزگارون مین

جگر روتا ہے دل کو دل جگر کو طرفہ ماتم ہے
یہ اُسکے سوگوارون مین وہ اسکے سوگوارون مین

یہ کس گلرو کے غم مین مر رہا ہون مین کہ پہلے سے
مرے پھولون کے چرچے ہو رہے ہین گلعذارون مین

نہ نکلے آرزوے وصل کچھ تو دل کو تسکین ہو
یہی سُن لون کہ میرا نام ہے امیدوارون مین

بہار آتے ہی کھولا غنچون نے کیا در بہشت
قدح لٹتے ہین میلا بٹ رہا ہو لالہ زارون مین

ادھر دل لوٹتا ہے اُسطرف بجلی تڑپتی ہے
الٰہی خیر ہو بحث آپڑی دو بیقرارون مین

اسی کا نام گلگونہ اسیکا نام ہے غازہ
ہمارا خونِ ناحق رنگ لایا گلعذارون مین

نظر ہے آتشے پر مانگتے ہین عکس سے بوسہ
وہ خود اپنے درِ دولت پہ ہین امیدوارون مین

عجب راحت ہو مرقد مین ترے ناز کی کشتے
کہ حورین انکو پریان شب کو آتی ہین مزارون مین

دمِ زینت یہ ہے وسواس اُنکو بدگمانی سے
کسی کی روح مثلِ بو نہ ہو پھولون کے ہارون مین

لگادے آگ گل پہ ساقی زاہدون کی روسیاہی سے
انہین کو داغ یہ پہلے ہوے ہین لالہ زارون مین

شگوفہ کوئی پھوٹے گا یہ صحبت رنگ لائیگی
امیر اچھا نہیں ہے بیٹھنا ان گلعذاروں میں

الجھ پڑوں کسی دامن سے میں وہ خار نہیں
وہ پھول ہوں جو کسی کے گلے کا ہار نہیں

کسی شہید کا ہے رنگ خون بہار نہیں
کسی لحد پہ چراغان ہیں لالہ زار نہیں

نصیب دولت دنیا جو ہو تو اور جلوں
شرارہ ہے مجھے یاقوت آبدار نہیں

نہ دو رقیب کو تم داغ اپنی الفت کا
زمین شور سزاوار لالہ زار نہیں

ہماری خاک بھی کرتی شکایت اس بت کی
خدا کا شکر ہے گویا لب مزار نہیں

زمین شعر میں ہم دفن ہوں تو بہتر ہے
یہاں سوال ملائک نہیں فشار نہیں

امیر وصل میں اس شوخ سے تلون سے
ہزار بار کہی ہاں ہزار بار نہیں

دل جو کہتا ہے مجھے ضبط کی طاقت ہی نہیں
ضبط کہتا ہے تڑپنے کی اجازت ہی نہیں

غم سے چھوٹوں تو میں کچھ عیش کا سامان کروں
اتنی اس غمکدۂ دہر میں فرصت ہی نہیں

اب کس امید پہ ہم یار کا دربار کریں
پیشتر تھی جو عنایت وہ عنایت ہی نہیں

طالب جام عبث کرتے ہو منہ پھوڑ کے تم
میکشو آنکھ میں ساقی کی مروت ہی نہیں

دھو پیا کو اوس کو ناحق ہے تکلف آئین
کون روکے گا انھیں گھر میں ہم چھپنے ہی نہیں

ہاتھ میں شانہ ہے آئینہ ہے زانو پہ مدام
ان سے الفت ہی تمھیں جن میں محبت ہی نہیں

دین کی فکر کروں ہائے میں کس وقت امیر
کبھی دنیا کے بکھیڑوں سے فراغت ہی نہیں

مثل تار نظر نظر میں نہیں
اسطرح گھر میں ہوں کہ گھر میں نہیں

جلوہ خالق کا کس بشر میں نہیں
غیر عکس آئنے کے گھر میں نہیں

ہوش تک راہ بیخودی میں ہیں گم
کوئی ساتھی مرا سفر میں نہیں

ورقِ گل کو لے اُڑی ہے نسیم — خط مرا دستِ نامہ بر مین نہین

دیکھ لی آج آنکھ اُس گل کی — ابتو نرگس بھی کچھ نظر مین نہین

عجز بندون کا کیون پسند ہو — کہ یہی تو خدا کے گھر مین نہین

کسکے سر پر ہے یہ بارِ سفر — راہزن کوئی رہگذر مین نہین

دیکھیے تو اسی مین ہے سب کچھ — کون کہتا ہے کچھ بشر مین نہین

اس قدر بھر گیا ہے داغون سے — کہ جگہ درد کی جگر مین نہین

دیکھ کر اُنکو سب یہ کہتے ہین — کیا پری مین ہے جو بشر مین نہین

سارے عالم کے داغ بھر لیتا — کیا کرون مین جگہ جگر مین نہین

قربِ منعم مین پیچ و تاب کہان — کہ گرہ رشتۂ گہر مین نہین

کون لیجائے نامہ قاتل تک — خوف سے جان نامہ بر مین نہین

رہبر و راہِ عشق ہون جز درد — کوئی توشہ مری کمر مین نہین

ہو سکے خاک میہمانیِ غم — ایک قطرہ لہو جگر مین نہین

کیجیے تر زبان نشتر کو — خون اتنا بھی اب جگر مین نہین

مانگنا ہو جو مانگ لے اُس سے — کونسی شے خدا کے گھر مین نہین

رشتۂ کہکشان مین بل ہے — تیغ اُس ترک کی کمر مین نہین

عیش کا نام ہی سنا ہے امیر — ڈھونڈ مارا جہان بھر مین نہین

غضب کی آنکھ سے یہ کجکلاہ دیکھتے ہین — کہ عاشق آنکھ سے پہلے نگاہ دیکھتے ہین

بت اس نظر سے خدا کی پناہ دیکھتے ہین — کہ لوٹ جاتے ہین جو وہ نگاہ دیکھتے ہین

کھڑے ہین ہاتھ مین ساغر لیے چمن مین جو گل — یہ کسکی نرگسی آنکھون کی راہ دیکھتے ہین

چلو بھی گورِ غریبان مین ہو چکے عمرے — شہیدِ ناز قیامت کی راہ دیکھتے ہین

اب آپ مین مجھے آنے دے بیخودی للہ
وہ دیر سے مری مقتل مین راہ دیکھتے ہین

سفر مین اہل وطن یاد آتے ہین ہمکو
کبھی جو راہ مین مردم گیاہ دیکھتے ہین

وہ انتظار کسی کا کرے جو آپ مین ہو
ہم ایک عمر سے اپنی ہی راہ دیکھتے ہین

وہ اس نگاہ سے کرتے ہین میری سمت نظر
کہ جیسے سوے گدا بادشاہ دیکھتے ہین

وہ مست جانب میخانہ جب نہین آتا
امیر کشتی مے کو تباہ دیکھتے ہین

روشنی نام کو بھی خانۂ ویران مین نہین
ہاے بجلی کی چمک بھی شب ہجران مین نہین

میرے پہلو مین نہ دل ہے نہ تری مٹھی مین
پھر ہوا کیا جو تری زلف پریشان مین نہین

بیکسی دیر سے چلاتی ہے دے کون جواب
کہدے عبرت ہی کوئی گور غریبان مین نہین

ہے حیات ابدی دونون مین لیکن اے خضر
آب خنجر کا مزہ چشمۂ حیوان مین نہین

غنچے کہتے ہین کہ کیا جلد گذرتی ہے بہار
مسکرا لینے کی فرصت بھی گلستان مین نہین

بڑھکے بجلی سے تڑپ مین سہی پر کیا حاصل
شوخی جنبش مژگان تو رگ جان مین نہین

اپنے موقع پہ ہر اک چیز بھلی لگتی ہے
کانٹے ان پھولون سے اچھے جو گریبان مین نہین

پڑ گیا تفرقہ آتے ہی خزان کے ایسا
رنگ پھولون مین نہین پھول گلستان مین نہین

قاضی و محتسب و شیخ سب آئے ہین امیر
ایک تو ہے کہ وہ صحبت رندان مین نہین

دھوم ہے چیرۂ بریت کی کس قدر افواہ مین
ایک اونچا ٹیکرا ہے سیکڑے کی راہ مین

جوش وحشت نے دکھایا اسم اعظم کا اثر
سارے عالم کو مسخر کر لیا اک آہ مین

بے نیازی اُس طرف ہے اس طرف بالکل نیاز
بعد فاصل ہے تو یہ ہے بندہ و اللہ مین

حکم رب سے جب ملا اسباب راحت خلق کو
تکیہ و مسند بٹے باہم گدا و شاہ مین

شمع کی مانند طے کی راہ ہستی اسطرح
پایمال اپنے ہوئے ہم رفتہ رفتہ راہ مین

تیر سے زخمی کے جو کام آیا یہ پایا مرتبہ
سور کے پر نے جگہ پائی کلام اللہ مین

کہتے ہین وہ کیا چلین ہم خار مژگان چبھ نہ جائین
آنکھین جب عاشق بچھا دیتے ہین انکی راہ مین

جب چلے ہم منزل الفت مین مثل اشک امیر
ہر قدم پر لغزش پا نے گرایا راہ مین

کلیان یہ سرخ سرخ نہین لالہ زار مین
مہندی لگی ہے دست عروس بہار مین

لوٹین گے اب کے سال مزے ہم بہار مین
اشک و نمک بھرین گے دل داغدار مین

جو آبلہ ہے اپنے دل داغدار مین
گنبد کسی شہید کا ہے لالہ زار مین

اسواسطے کہ ایک ہی ہو میری اسکی شکل
منہ دیکھتا ہون آئنہ روسے یار مین

آئینہ دیکھ دیکھ کے اس نے بنائی زلف
پہنچی گمک حلب سے برابر تتار مین

آنے دے آپ مین مجھے اکدم تو بیخودی
بیٹھے ہین کب سے لوگ مرے انتظار مین

گرد نگاہ یار سے دل ہے مرا تباہ
رہرو کو سوجھتی نہین منزل غبار مین

آئے گا کون ادھر کہ تصدق کیواسطے
موتی ہین اشک دامن شمع مزار مین

بدلی ہے رُت چمن کا ہے جوبن اُبھار پر
کیا کیا بھرے ہین گال گلون کے بہار مین

جو شوخ طبع ہین وہ چھپتے نہین کہین
بجلی کٹار کھینچ کے آئی ہزار مین

کس پردے مین کہ ورنہ دل کا اشارہ ہو
لکھا ہے خط بھی اُسنے تو خط غبار مین

جالی کے پردے مین رخ گلگون نہین ترا
ہین جالیان نقاب عروس بہار مین

کس گل کا سوگ ہے کہ گریبان گزر ہوا
پھولے نہین سماتے ہین مرغے مزار مین

کیا سینہ [illegible] گل ہو گئے ہوا
جب تک کرون مین چاک گریبان بہار مین

دنیا ہی مین جو بات نہین پوچھتا کوئی
روز حساب آئین گے ہم کس شمار مین

جی لوٹتا ہے تڑپنے پر اب تک مگر امیر
اب جان ہی نہین ہے دل بیقرار مین

شرم آتی ہے کہ یار کو مین بیوفا کہون
اچھا کہا ہے جسکو اُسے کیا بُرا کہون

ہر بار اُسکی تیغ کے کھینچنے کو کیا کہون
اُس شوخ کی ادا کہ مین اپنی قضا کہون

کیونکر بیان کرون جو مزہ خامشی مین ہے
کہنے کی ہو نہ بات تو مین اُسکو کیا کہون

ممکن نہین ہے عمر دو روزہ مین وصف زلف
تھوڑی سی شب دراز فسانہ ہے کیا کہون

مین قصہ گو نہین کہ کہے جاؤن داستان
دل سے جو تو سُنے تو کچھ اسے دلربا کہون

مجھ سے تو ایک نے بھی نباہی نہ دوستی
بجز آشنا کسے کسے ناآشنا کہون

یہ کہکے وہ چلے گئے ہم کل پھر آئین گے
آج اُن سے کچھ بھی کہہ نہ سکا ہاے کیا کہون

وہ خوش رہین مجھے حق و باطل سے کام کیا
بیجا بھی وہ کہین تو مین اُسکو بجا کہون

دونون طرف تھا ایک سا عالم وصال کا
اپنا کہون لحاظ کہ اُسکی حیا کہون

ایسا ہون عشق عارض و گیسو مین بیحواس
بجلی چمک کے آسے تو اُسکو گھٹا کہون

وہ خوب جانتا ہے جو ہے میری آرزو
منہ سے امیر کچھ نہ مین وقت دعا کہون

لچک ہے شاخون مین جنبش ہوا سے پھولون مین
بہار جھول رہی ہے خوشی سے جھولون مین

وہ گلعذار کہ تُلتے تھے روز پھولون مین
اُٹھین کی خاک شریک آج ہے بگولون مین

رقیب ساتھ ہے اُن کے یہ خوف ہے ہمکو
کوئی شگوفہ نہ چھوڑے ہمارے پھولون مین

نظر جو آے ترے بال بال مین موتی
گمان ہوا کہ حسین جھولتے ہین جھولون مین

محمد عربی سا کہان ہے کوئی امیر
خدا کے فضل سے سرتاج ہین رسولون مین

کیا عارف مجھے پیر مغان نے اک پیالے مین
کرامت یہ نہین دیکھی کسی اللہ والے مین

نئی شاہد بکھلوائی ہے اُسنے گونج بالے مین
کھٹک ہر روز سے بڑھکر ہی میرے دلکے چھالے مین

لگاؤن منہ نہ پھر یار مین واعظ کے سر مارون
جو لائے تو بھی بھر کر مے کوثر پیالے مین

مزے جینے کے تھے باغِ دہر میں سب جن لئے دل نے
نہ ایسا زخم ہے گل میں نہ ایسا داغ لالے میں

خط اُس عارض کا جب سے چھپ گیا ہے میری نظروں سے
نگہ یوں آنکھ میں چبھتی ہے کانٹا جیسے چھالے میں

یہی ہے شرم تو وہ آ چکے آغوش میں میرے
جھکا لیتے ہیں آنکھیں چاند ہوتا ہے جو ہالے میں

ہزاروں خار پیاسے وادیِ الفت میں ہیں یارب
پلاؤں کس کو کس کو بوند بھر پانی ہے چھالے میں

ادھر بھی اک نگاہِ لطف خُم کی خیر اے ساقی
ہمیں بھی ایک چُلّو مے کسی ٹوٹے پیالے میں

تڑپتے عمر گزری یار آئے یا اجل آئے
خداوندا کوئی تاثیر تو پیدا ہو نالے میں

چمن سے خانۂ صیاد تک زندہ نہ پہنچوں گا
کہ دم اٹکا ہے نرگس میں تو جان اٹکی ہے لالے میں

امیر اُس نازنیں پر ہے گراں بیلا چنبیلی تک
پہنتا ہے پرو کر پھول جوہی کے وہ بالے میں

پستیِ بخت سے یہ خاک برابر میں ہوں
سایہ بستر نہیں سائے کا بھی بستر میں ہوں

زینتِ گوشِ حسیناں ہوں وہ گوہر میں ہوں
جامہ زیبوں ہی کا زیور ہوں اگر زر میں ہوں

کوئی کہتا ہے برا کوئی بھلا کہتا ہے
بختِ منعم ہوں کہ مفلس کا مقدّر میں ہوں

گر کے رتبے سے بھی نظروں سے کسی کی نہ گروں
ظلِ سلطاں ہوں اگر خاک برابر میں ہوں

سب ہیں حیرت میں نہیں کوئی شناسا میرا
مقتلِ دہر میں گویا تنِ بے سر میں ہوں

لوگ ہر شہر سے آئے ہیں زیارت کے لیے
ناتوانی سے مگر موئے پیمبر میں ہوں

رنج ہوتا جو کوئی میرے برابر ہوتا
شکر کرتا ہوں کہ ہر ایک سے کمتر میں ہوں

سایہ پردۂ توحید ہے عزلت میری
پردہ اُٹھ جائے اگر جامے سے باہر میں ہوں

نہیں وحدت کے سوا رنگ دوئی مجھکو پسند
بیتِ کونین میں مصراعِ مکرر میں ہوں

دے صدا دل جو مرا ہو مرے سینے میں دو نیم
کہ شگافِ قلمِ قدرتِ داور میں ہوں

بوسہ لینے کا نہ مجرم نہ گنہگارِ وصال
پھر سزاوارِ سزا اے مقدّر میں ہوں

بیخودی میں بھی مری رنگ ہے نیرنگی کا
کبھی صہبا کبھی مینا کبھی ساغر میں ہوں

ہین کہان ربطِ گل و لالہ کہان مثلِ نسیم
اور گلزارِ جہان مین کوئی دم مہمان ہون

دیکھ پڑ جاسے نہ مقتل مین کسی غیر پہ ہاتھ
اس عنایت کا سزاوار ستمگر مین ہون

آبروِ اشک کی مانند جو پائی بھی تو کیا
کان تک اُسکے نہ پہنچونگا وہ گوہر مین ہون

جلوۂ حسن پہ اُس شوخ کا کہتا ہے اسیر
بزم مین شمع ہون گلشن مین گلِ تر مین ہون

دل جدا مال جدا جان جدا لیتے ہین
اپنے سب کام بگڑ کر وہ بنا لیتے ہین

میان سے لیتے ہین جب قتل کو میرے تلوار
اپنی چالین اُسے پہلے وہ سکھا لیتے ہین

دمبدم ہے یہ زمانے کے بدلنے کا سبب
کروٹین کشتۂ شمشیرِ ادا لیتے ہین

مجلسِ وعظ مین جب بیٹھتے ہین ہم میکش
دخترِ رز کو بھی پہلو مین بٹھا لیتے ہین

درد آگین جو کوئی دل نظر آتا ہے کہین
دَوڑ کر ہم اُسے چھاتی سے لگا لیتے ہین

رخ سے پردہ اگر اُلٹو تو حقیقت کھل جاے
دُون کی شمس و قمر صبح و مسا لیتے ہین

جی اکیلے شبِ فرقت مین جو گھبراتا ہے
فتنۂ حشر کو نالون سے جگا لیتے ہین

دھیان مین لا کے ترا سلسلۂ زلفِ دراز
ہم شبِ ہجر کو کچھ اور بڑھا لیتے ہین

خانۂ گور کی چھت بیٹھ کے دیوار گرے
جو گرانی پڑتی ہے مُردون پہ اُٹھا لیتے ہین

تیغِ قاتل رہے آباد کہ کشتے اُس کے
دہنِ زخم سے بوسون کا مزا لیتے ہین

ہو ہی رہتا ہے کسی بت کا نظارہ تا شام
صبح کو اُٹھ کے جو ہم نامِ خدا لیتے ہین

تم تو انسان ہو آؤ گے نہ کیون قابو مین
ہم تو باتون مین پریونکو لگا لیتے ہین

عیدِ قربان کی حقیقت مین اُنہین کو ہے خوشی
تیغِ قاتل کو گلے سے جو لگا لیتے ہین

جا چکا قافلۂ ملکِ عدم دُور تو کیا
ہم بھی دم بھر مین خدا چاہے تو جا لیتے ہین

حسن اللہ نے بخشا ہے بتون کو ایسا
دیر مین شیخ کو کعبے سے بُلا لیتے ہین

ایک بوسے کے عوض مانگتے ہین دل کیا خوب
جی مین سوچین تو وہ کیا دیتے ہین کیا لیتے ہین

چھوتے ہین مصحفِ رخسار کو کب بے تعظیم — ہان کبھی چوم کے آنکھون سے لگا لیتے ہین
اپنی محفل سے اُٹھاتے ہین عبث ہمکو حضور — چپکے بیٹھے ہین الگ آپکا کیا لیتے ہین
بُت بھی کیا چیز ہین اللہ سلامت رکھے — گالیان دیکے غریبون کو دعا لیتے ہین

شاخِ مرجان ہین جواہر نظر آتے ہین امیر
کبھی اُنگلی جو وہ دانتون مین دبا لیتے ہین

فراقِ یار مین شب ہو کہ دن تمام نہین — جو اُسکی صبح نہین ہے تو اُسکی شام نہین
ملی ہے دخترِ رز لڑ جھگڑ کے قاضی سے — جہاد کر کے جو عورت ملے حرام نہین
وہ گالی دیتے ہین شکوہ کرو تو کہتے ہین — کسی کا ذکر نہین ہے کسی کا نام نہین
یہان کمال تواضع وہان کمال غرور — اِدھر ہین سجدے پہ سجدے اُدھر سلام نہین
گرہ سے کچھ نہین جاتا ہے پی بھی لے زاہد — ملے جو مفت تو قاضی کو بھی حرام نہین
فقیر گوشہ نشین ہین خدا کے در بار کے — کسی امیر کا مجرا انہین سلام نہین
زمانے بھر مین پڑی ہے پکار حاتم کی — دیا ہے جسنے کہ حاتم کو اُس کا نام نہین
کہا جو مین نے کہ رُخ سے کبھی نقاب اُٹھو — تو ہنسکے بولے کہ منظور قتلِ عام نہین
یہ داغ کیون ہے رخِ ماہتاب پر اے چرخ — جو مہر سے یار کا بھاگا ہوا غلام نہین
کریم جان کے تجکو خطائین کین یارب — مرے گناہ سزاوارِ انتقام نہین

جو سکتی ہے ہو فرصت تو دو گھڑی کو چلو
امیر مسجدِ جامع مین آج امام نہین

ڈسگئی دل کو مرے زُلف کی کالی ناگن — واہ کیا حُسن فسونگر نے نکالی ناگن
اُسکے جُوڑے سے ذرا بچکے نکلنا اے دل — گُنڈلی مارے ہوے بیٹھی ہے یہ کالی ناگن
دستِ گستاخ بڑھے زلف کی جانب تو کہا — دیکھ نازک ہے بہت نازو نکی پالی ناگن
یادِ گیسو مین مرے داغِ بدن نیلے ہین — کیا بلا سونگھہ گئی پھولون کی ڈالی ناگن

اپنے دیوانوں سے پریوں کی طرح اڑتی ہے
ناگنوں میں ہے یہ دنیا بھی نرالی ناگن

آگیا پیار تری زلف کے دھوکے میں مجھے
جب نظر آگئی بے خوف اٹھا لی ناگن

عشق گیسو کے اثر سے دم تحریر امیر
جو لکھوں سطر وہ کاغذ پہ ہو کالی ناگن

پروانے کیوں نہ خاک ہوں جلکر چراغ میں
جلوہ اسی کے نور کا ہے ہر چراغ میں

قاصد کا سر ہے محفل جاناں میں میر فرش
روغن کی جا ہے خون کہولتا چراغ میں

بے یار قتل کرتی ہے ہمکو ضیائے بزم
گویا ہے تیز تر دم شمشیر چراغ میں

لائے ہیں تم ہو گل میں جو تم مہر و مہ میں تم
جلوہ تمہارے چہرے کا ہے ہر چراغ میں

عاشق ہیں گوشہ گیر نہیں کوچہ گرد ہم
پروانے جلتے پھرتے ہیں گھر گھر چراغ میں

کامل جو عشق میں ہے اسے سوز ہے ساز
پروانہ سان جلے نہ سمندر چراغ میں

زائل شباب ہو تو کہاں حسن میں نمک
روغن نہو تو نور ہو کیونکر چراغ میں

ہے جلوہ گاہ یار چمن ہو کہ بزم ہو
ہر پھول میں وہ بو ہے ضیا ہر چراغ میں

پروانے ایسے نشۂ الفت میں ہیں جو مست
کیا مے بھری ہے صورت ساغر چراغ میں

دل عاشقوں کے کیوں نہوں قربان روئے یار
پروانے جل رہے ہیں برابر چراغ میں

اے دل وہ بہر رامش آتا ہے بزم میں
روغن کے بدلے عطر جلے ہر چراغ میں

ہنسنے میں اسکے دانتوں کا پرتو اگر پڑے
ہو صد فتیلہ رشتۂ گوہر چراغ میں

آئی ہوا یہ کس لب لعلین کی اے امیر
ہیں لعل شب چراغ کے جوہر چراغ میں

کہتا ہے کون آہ میں اپنی اثر نہیں
ہاں دل دکھے کسی کا یہ مد نظر نہیں

آہ شرر فشاں میں ہماری اثر نہیں
پھولا ہوا درخت ہے لیکن ثمر نہیں

ایسے ہیں مست بادۂ حسن و جمال سے
میری خبر کہاں انہیں اپنی خبر نہیں

ہم بیقرار لوٹتے ہین کب سے خاک پر
آسودگان خاک تھین کچھ خبر نہین

محفل مین شمع باغ مین شبنم فلک پہ ابر
کس کی ہے آنکھ جو مرے ماتم مین تر نہین

بوسہ جو سنگ در کو دیا بول اٹھا وہ شوخ
ہمارے کا ہے مکان خدا کا یہ گھر نہین

گھر جانے کا ابھی سے ارادہ نہ کیجیے
یہ میرے درد دل کی چہک ہے سحر نہین

شیخ حرم مین برہمن ہے دیر مین
ہم کس جگہ ہین کچھ ہمین اپنی خبر نہین

افسردگی وہی ہے ہماری پس فنا
سنگ مزار مین بھی ہمارے شرر نہین

دنیا سے طرفہ سکتہ بیخودی امیر
سب مست ہین کسی کو کسی کی خبر نہین

دیکھی مجنون کی شبیہ آج جو تصویرون مین
ہڈیان سوکھی سی دو چار تھین زنجیرون مین

باغبان بلبل و طوطی کی زباندانی کیا
ہم تو دونون کو اڑا دیتے ہین تقریرون مین

ذبح ہون کیون نہ نمازی جو پڑہین آپ نماز
کہ چھری ہے اسکے زبان چلتی ہے تکبیرون مین

لے مصور ترے دامن کے اڑینگے پرزے
کھنچ گئے ہاتھ جو دیوانون کے تصویرون مین

تیغ پر بارہ جو رکھوائی ہے قاتل نے امیر
عید قربان کی خوشی پھیلی ہے نخچیرون مین

پڑگئی کیا لوٹ یارب گلشن ایجاد مین
دست گلچین مین ہے گل بلبل کف صیاد مین

شوخیون نے تیری چھپکر پردۂ بیداد مین
بجلیان بھر دی ہین میرے نالہ و فریاد مین

بال و پر اپنے کہان اس گلشن ایجاد مین
رہ گئے کچھ دام مین کچھ خانۂ صیاد مین

ہوگئی کچھ اور آکر خانۂ صیاد مین
یہ مزہ آگے نہ تھا بلبل تری فریاد مین

دیکھ کر تصویر شیرین نے یہ حسرت سے کہا
ہاے کیا وارفتگی ہے صورت فرہاد مین

دیر مین غافل نہین اس سے صنم بھی ایک دم
زاہد و بت بنگئے ہین سب خدا کی یاد مین

پر مرے ٹوٹے ہوئے اڑجائین کب سوے چمن
ایسی آندھی آئے یارب خانۂ صیاد مین

سن کے حال دل ہمارا کیا کسیکا دل دُکھے
جلگیا ہے شورش دل سے اثر فریاد مین

چوکھٹا بنوانے کی مطلق نہین ہے احتیاج
آپ کی تصویر کا گھر ہے دل بہزاد مین

بلبلو خوشیان کرو آئی ہے گھر بیٹھے مراد
پھول والون کا ہے میلا کوچۂ صیاد مین

جرم کیا نکلا انا الحق گر لبِ منصور سے
تھی اُسے از خود فراموشی خدا کی یاد مین

وا ے قسمت کٹگئی قیدِ قفس مین اپنی عمر
نکلے بھی گر کبھی گئے پر خانۂ صیاد مین

قتل سے پہلے ہی تھا معدوم اپنا جسم زار
خون کیا لکھتے فرشتے نامۂ جلاد مین

بیقراری اس قدر تڑپا نہ مجھکو زیر تیغ
دیکھ ظالم دل نہ اُچھلے سینۂ جلاد مین

لینے اپنے ہین نصیب اے ہمصفیرانِ چمن
پھنس گئے تم دام مین ہم گیسوے صیاد مین

بلبلین بھی آئین گی جلنے کو پروانون کے ساتھ
روغنِ گل ہے چراغ خانۂ صیاد مین

ایک دن برباد ہوگا تُند بادِ مرگ سے
جلتی ہین اس غم سے شمعین خانۂ آباد مین

فی الحقیقت دل سے دلکو راہ ہوتی ہے امیر
ہم ہین اُنکی یاد مین وہ ہین ہماری یاد مین

جو بُو سے گل چمن مین ڈھونڈتے ہین
مسافر کو وطن مین ڈھونڈتے ہین

جو گم کرتے ہین راہِ نیستی ہم
کمر ہین یا دہن مین ڈھونڈتے ہین

ہین زار ایسا بڑے نادان ہین فصاد
لہو میرے بدن مین ڈھونڈتے ہین

وہ پیاسے ہین کہ ہم گھبرا کے پانی
ترے چاہِ ذقن مین ڈھونڈتے ہین

پتا پاتے ہین یوسف کا وہی لوگ
جو اپنے پیرہن مین ڈھونڈتے ہین

وہ لاغر ہون مرے لاشے کو قاتل
فرشتے آکے رن مین ڈھونڈتے ہین

ہین لے باغبان غنچون سے کیا کام
ہم اپنا دل چمن مین ڈھونڈتے ہین

امیر اہلِ حسد کب ہین ہنر بین
عیوب اکثر سخن مین ڈھونڈتے ہین

فرق بعدِ مرگ کچھ دل کی جلن مین کیون نہین
چین یارب سایۂ ابرِ کفن مین کیون نہین

روح کو آرام آغوشِ بدن مین کیون نہین
یا خدا اخلاص اس دولھا و دلھن مین کیون نہین

مرگیا جب مین تو کس پردے مین اس بت نے کہا
آج وہ کل کی سی رونق انجمن مین کیون نہین

اڑ گئین دھجین شہادت گاہِ الفت سے کہان
آشیانے ان غریبون کے چمن مین کیون نہین

تو اگر دولھا بنائی ہے انھین لے تیغِ ناز
بدھیان زخمون کی کشتون کو بدن مین کیون نہین

ہون وہ مجنون دیکھکر جوڑا کو آتا ہے خیال
ہاے یہ بھی چاک میرے پیرہن مین کیون نہین

پوچھتی ہے قیصر و خاقان سے عبرت گور مین
کیون پڑے ہو آج وہ کس بل بدن مین کیون نہین

صورتین ظاہر ہین صورت آفرین پوشیدہ ہے
انجمن آرا کا جلوہ انجمن مین کیون نہین

سوگ ہے کسکے دل پر داغ کا اے گلبدن
وہ بہار افشان کی زلفِ پرشکن مین کیون نہین

ہاتھ ہین تیرے تو دینے کو ہزارون اے کریم
سیکڑون دامن ہمارے پیرہن مین کیون نہین

جامہ زیب وہ نمایش بعدِ مردن کیا ہوئی
پیرہن مین تھی جو سج دھج وہ کفن مین کیون نہین

وحدت و کثرت تو دونون ہین اسی کی جلوہ گاہ
پھر جو خلوت مین مزہ ہے انجمن مین کیون نہین

سیکڑون جاتے ہین ہستی سے عدم کو رات دن
میری غربت کی خبر اب تک وطن مین کیون نہین

لوٹتی ہے ساری دنیا بزمِ جانان کے مزے
میرا حصہ اس پھلے پھولے چمن مین کیون نہین

اس زمین مین بھی بہت سے شعر ممکن ہین امیر
ہو اگر فرصت تو گنجایش سخن مین کیون نہین

گزشتہ خاک نشینون کی یادگار ہون مین
مٹا ہوا سا نشانِ سرِ مزار ہون مین

غریب جاننے والون مین تیری یار ہون مین
دماغ عرش پہ ظاہر مین خاکسار ہون مین

ترے کرم مین کمی کچھ نہین کریم ہے تو
مرا قصور ہے جھوٹا امیدوار ہون مین

پڑا ہے دستِ اجل مجھپہ ہاتھ مار مگر
نکل گیا ہون تڑپ کر وہ بیقرار ہون مین

کچھ آج مین نے نہی پی ہے حضرتِ واعظ
ازل کا مست پرانا شراب خوار ہون مین

نگاہِ گرم سے مجکو نہ دیکھ اسے دوزخ
خبر نہین ہے تجھے کس کا گناہ گار ہون مین

زمین قصرِ سلاطین سے آرہی ہے صدا
کہ آج منزلِ عشرت ہون کل مزار ہون مین

پھر اسکی شانِ کریمی کے حوصلے دیکھے
گنا ہگار یہ کہدے کہ گنا ہگار ہون مین

جو مست ہوش مین آنے کا قصد کرتا ہے
پکارتا ہے یہ ساقی کہ ہوشیار ہون مین

وہ کشتہ ہون کہ مری لاش جسطرف گزری
زمین پکار اُٹھی قابلِ مزار ہون مین

حضورِ وصل کی حسرت ازل سے ہے مجکو
خیال کیجیے کب سے اُمیدوار ہون مین

خبر نہین اُسے روتا ہون حال پر جس کے
اُداس صورتِ شمعِ سرِ مزار ہون مین

شبِ فراق مری جان دل سے کہتی ہے
تڑپ چکا ہو اگر تو تو بیقرار ہون مین

بلائین لیتی ہے پھر پھر کے گرد نومیدی
یہ کس کے در پہ الٰہی اُمیدوار ہون مین

وہ بیقرار ہون دیکھے اگر تڑپ میری
قرار بھی یہ پکارے کہ بیقرار ہون مین

پکارتا ہے یہ موباف اُسکی چوٹی کا
کہ سب سے پیچھے ہون پہ چوٹی کا سنگار ہون مین

بڑے مزے مین گزرتی ہے بیخودی مین امیر
وہ دن خدا نہ دکھائے کہ ہوشیار ہون مین

کسی کی روح پہ صدمہ ہو اشکبار ہون مین
کسی کے دل مین اُٹھے درد بیقرار ہون مین

گھڑی یہ نزع کی کہتی ہے جانِ پُر غم سے
کہ وقتِ آخرِ ایامِ روزگار ہون مین

کسی کا دل نہین دُکھتا مرے تڑپنے پر
سمجھتے ہین مجھے بجلی وہ بیقرار ہون مین

پڑا ہے تفرقہ کیا اضطراب سے پسِ مرگ
سرِ مزار مرا دل تہِ مزار ہون مین

شگفتگی مین بھی میری فسردگی ہے عیان
شرارِ سنگِ لحد ہون اگر شرار ہون مین

نہ محتسب کا مجھے خوف ہے نہ ساقی کا
گدا ہے میکدہ مفلس شرابخوار ہون مین

فرشتے لیکے چلے تھے مجھے جہنم کو
تڑپ کے خلد مین پہنچا وہ بیقرار ہون مین

وہ پیر ہون کہ جوانون کا رنگ رکھتا ہون
عزیز کیون نہون بے فصل کی بہار ہون مین

کفن کا پاس نہ مجکو مزار کا ہے لحاظ
بڑا طپش کا ہو دونون سے شرمسار ہون مین

کسی سے کھوٹ نہین میرے دل مین دوست تو کیا
عدو بھی یار بنائے مجھے تو یار ہون مین

شکستگی سے سنورتا ہے اور کام مرا
شریک قسمتِ گیسوے تابدار ہون مین

شراب غیب سے میرے لیے اُترتی ہے
خدا کے گھر مین ہے حرمت وہ بادہ خوار ہون مین

امیر ملتی ہین بے مانگے نعمتین کیا کیا
بڑا کریم ہے جسکا امیدوار ہون مین

بانکی ادا ہے وہ نگہِ خشمگین نہین
غمزہ چھُری لیے ہے وہ چین جبین نہین

خلوت مین بیخودی سے پتا ہی کہین نہین
کیا سیر ہے وہان کہ ہمین ہین ہمین نہین

مانگی جگہ لحد کو تو بولا وہ شاہِ حُسن
تکیہ ہے بنے فقیر کا یہ وہ زمین نہین

کیا خوش ہو دل فلک پہ ستارونکو دیکھکر
افشان چُنی ہوئی یہ کسی کی جبین نہین

سرکار ہے کریم کی ساقی کی بارگاہ
جو آئے چھلک کے جائے کسی سے نہین نہین

حسرت سے دیکھیے تو یہ کہتی ہے وہ نگاہ
دشمن مرے کوئی نگہ واپسین نہین

کہتے ہین ذبح کرنے مین مجکو جھجھک ہو کیون
ہین نازنین ہون دل تو مرا نازنین نہین

عصمت یہ دستِ شوق سے کہتی ہے روزِ وصل
چھوجائے جسکو ہاتھ یہ وہ آستین نہین

غفلت نے میری مجکو بنایا ہے دھوپ چھاؤن
مخمل کا خواب ہون کہ جہان ہون وہین نہین

روتا ہے دردِ عشق مین اُس دلنواز کے
کچھ قدرِ غم جسے تجھے دل اندوہگین نہین

بسمل سے اپنے کہتی ہے مقتل مین تیغِ ناز
اس وقت بھی زبان پہ تری آفرین نہین

پیکانِ تیرِ یار سے کہتی ہین ناصرمین
تو دلنواز تو ہے مگر دل نشین نہین

نزدیک جاکے اُنکو جو دیکھا تو بول اُٹھے
چل دُور ہو نگاہ تری دُوربین نہین

دشوار ہے بہت دلِ معشوق تک گزر
اے آہ ہوشیار یہ عرشِ برین نہین

ہون مستِ شوق وہ تو کہون اُن سے چھیڑ کر
کیون میری جان اب نہین کہتے نہین نہین

شبّو کا پھول دیکھ کے بولا وہ جامہ زیب
واہ ایک آستین تو ہے ایک آستین نہین

جس بے نشان کو ڈھونڈتے ہین ہم جہان مین
کہتا ہے دل کہ مجھ مین نہین تو کہین نہین

بوسے جو عذرِ ضعف سے اُن کو طلب کیا
کیا آپ ناتوان ہین تو مین نازنین نہین

پچھلا کلام بھی ہے جو اس مین شریک امیر
دیوان مین اب کا رنگ کہین ہو کہین نہین

مشتاقِ وصل کون ترا نازنین نہین
کرتی پھنسی کہ لپٹی ہوئی آستین نہین

شکوہ جفا کا تم سے کچھ اے نازنین نہین
ایسے ہی تم مین ہوتے ہین اب تحسین نہین

عالم سے اُنکی انجمنِ ناز ہے الگ
چھت جسکی آسمان ہے یہ وہ زمین نہین

گذرا ہوا زمانہ پھر آتا نہین کبھی
وہ کونسا ہے دم جو دم واپسین نہین

بوسہ لپٹ کے لے ہی لیا ہمنے بزم مین
ہان ہان سُنی کسی کی نہ اُن کی نہین نہین

نقشِ سجود سے درِ دلدار ہے چمن
اک پھول اسی چمن کا ہے داغِ جبین نہین

دیکھے تجھے زمانہ تجھے دیکھتا ہے کیا
اے جان ناتوان ہون مین نازنین نہین

مقتل مین ہاتھ اُٹھاتے وہ شرمائے جاتے ہین
ننگی ہوئی تو دیکھو کہین آستین نہین

غش مین پڑے ہین جلوہ گہِ ناز مین کلیم
تحسین نہین سپاس نہین آفرین نہین

کہتے ہین ہو فنا کی کارونا نہ رو یہان
سارے جہان مین ہی یہی کچھ یہین نہین

ٹوٹا پڑا رہا ہے اُٹھکے مرے دل کو دردِ عشق
تجھ سے بلا ہوا تو مرا ہمنشین نہین

گھبراتے کیون ہو دم مری آنکھو مین ہے ابھی
پھیرو نہ آنکھ یہ نگہِ واپسین نہین

اللہ رے نازو ٹیکے کہتے ہین آئنہ
ہم نازنین نہین تو کوئی نازنین نہین

کہتے ہین سنگِ در پہ مرے سجدے تا کجا
کچھ زیرِ مشق یہ سبق خطِ جبین نہین

اک آہ کھینچنے کا ارادہ ہے ہوشیار
خیر آج تیری اے فلکِ ہفتمین نہین

نسبت ہو ایک عاشق و معشوق سے اسے
ناز آفرین ہے کیا وہ نیاز آفرین نہین

شادی کی انجمن میں بھی روتا ہوں مثلِ شمع
سمجھا جہاں میں کوئی اندوہگین نہیں

چوکھٹ سے تیری سر نہ ہٹے گا امیر کا
سجدے سے گر کے اُٹھے یہ ایسی جبیں نہیں

عالم میں کوئی دخترِ رز سا حسیں نہیں
شیشے میں اک پری ہے مے آتشیں نہیں

وہ شوخ لاکھ پردوں میں پردہ نشیں نہیں
اور پھر جو دیکھیے تو کہاں ہے کہیں نہیں

یا ہم ہی ہم تھے کوئی نہ تھا اُن کی بزم میں
یا اک جہان آج وہاں ہے ہمیں نہیں

اُن چتونوں کو دیکھ تو ناصح تڑپ ہی جا
بید رو تیرے دل پہ یہ چھریاں چلیں نہیں

ایسا ہی جوشِ گریہ ہے تو ہجرِ یار میں
یا ہم نہیں زمیں پہ یا یہہ زمیں نہیں

پردے ہی پردے میں ہیں تبسم کی شوخیاں
یہ بجلیاں ابھی کسی دل پر گریں نہیں

تو قابلِ سجود ہے اے میرے بے نیاز
یہ قابلِ سجود کسی کی جبیں نہیں

فرماتے ہیں کہ آئیں تو زاہد ہمارے پاس
ہم اُن کی تو یہ توڑنے کو نازنیں نہیں

شوخی کا ہاتھ اُٹھکے پکڑ لے شبِ وصال
اتنی بھی کام کی نگہِ شرمگیں نہیں

اے جان ابھی نہیں مری حسرت کا خاتمہ
پہلی نظر ہے یہ نگہِ واپسیں نہیں

تلواریں ایک چھوڑ کے دو دو کمر میں ہیں
اس بوجھ اُٹھانیکے لیے تم نازنیں نہیں

رویا جو میں وصال میں بولے ہٹا کے ہاتھ
آنسو کسی کے پوچھے یہ وہ آستیں نہیں

رسوا ہوا تو حشر میں اتنا کہوں گا میں
بندوں میں تیرے کیا میں جہاں آفریں نہیں

آنسو سے آشنا نہیں شمعِ مزار بھی
اب کوئی میرے حال پر اندوہگیں نہیں

دل ناز اُٹھانیوالوں کے کیا دیکھکر بڑھیں
ہر انجمن میں ناز ہے ناز آفریں نہیں

واعظ کو تم تو دیکھتے ہی ہنس پڑے امیر
باتیں تو ان بزرگ کی تم نے سنیں نہیں

یادِ قاتل میں لہو سے جو ہوئیں تر پلکیں
بن گئیں طائرِ مذبوح کی شہپر پلکیں

کھینچتی ہین دل بیمار پہ خنجر پلکین
ناتوان ہاکے چڑہا لاتی ہین لشکر پلکین

سو ہوا اس سے ہے انسان کی شرافت ثابت
مردمک آنکھ ہین ہی آنکھ سے باہر پلکین

گو رہین بھی خلش خار محبت سے دہی
آج تک دل ہین کھٹکتی ہین برابر پلکین

نرگسی آنکھین دکھاتے نہین یہ لالہ عذار
کھینچتے ہین مجھے کانٹون ہین دکھاکر پلکین

اثر سوز محبت نے دکھایا اعجاز
بہ گیا آنکھ سے دریا نہ ہوئین تر پلکین

اہل بینش کو بہت سیر جہان خوب نہین
مردم چشم سے کہتی ہین یہ جھک کر پلکین

قتل عشاق سے باز آئینگی کھاتی ہین قسم
طاق ابرو کی طرف ہاتھ اٹھاکر پلکین

چشم بد دور ہے کیا ظلم کی رسی بھی دراز
صاف بڑہکر ہوئین گیسو کے برابر پلکین

چشم مخمور سے ٹوٹے کہین انکا بھی خمار
ہین اذیت کش خمیازہ برابر پلکین

عیب اپنون کا نہین ہے سبب کلفت دل
لاکھ اڑے گرد نظر ہون نہ مکدر پلکین

کیا ہی ہمسائے کو ہمسائے کی ایذا ہو وبال
آنکھین روئین جو کھنچین بال برابر پلکین

ناتوانون کو ترسے دیگا فلک کیا گردش
گردش چشم سے کھاتی نہین چکر پلکین

آج آنکھون کو جوانی مین یہ زیور ہین امیر
گر کے ہو جائینگی کل خس کے برابر پلکین

عالم شگفتہ ہو جو ہین آفت رسیدہ ہون
صبح بہار ہون جو گریبان دریدہ ہون

مطلب کی سمت رخ ہے مراد رمیدہ ہون
گویا قصیدے ہین ہین گریز قصیدہ ہون

راغب مری طرف سے کوئی دل نہ کوئی گوش
بزم جہان مین حرف مکرر شنیدہ ہون

میرے صفائے دل نے جو کھولے ہین میرے عیب
شرمندہ مثل زنگی آئینہ دیدہ ہون

ماہی کی طرح ہے مجھے مرہم وہ آب تیغ
کیا مبتلا سے درد کے آبلہ بریدہ ہون

ضبط فغان سکھاؤن ہین اور دکھو ہون جو خاک
شرمسار پیکے صدا سے گنگ سے بریدہ ہون

چہرے پہ اسکے مطلع ابرو کا ہے یہ قول
دیوان آنوری کا ہین مضمون چیدہ ہون

ظلمِ جہان نہ دورِ فلک کا مجھے خیال
دریا کے جوش مین ہون تہِ پُل آرمیدہ ہون

اے اہلِ بزم مجکو اُٹھاؤ نہ بزم سے
شمعِ سحر ہون عمرِ بپایان رسیدہ ہون

ہین اور جم ہین پیرِ مغان دو ترے مرید
لیکن وہ بدعقیدہ ہے مین خوش عقیدہ ہون

مجروحِ تیغِ حُسن ہوا کب خبر نہین
یوسف کی جلوہ گاہ مین دستِ بُریدہ ہون

مارا ہے اہلِ کبر نے پردے مین عجز کے
مین بیخبر تو کشتۂ تیغِ خمیدہ ہون

اب تک کسی پہ میری حقیقت نہین کھُلی
حرفِ نگفتہ ہون سخنِ ناشنیدہ ہون

پیدا کیئے کی شرم الٰہی ضرور ہے
تو آفریدگار ہے مین آفریدہ ہون

صحرا کو کیسے پھاڑ کے چلتا ہون اے جنون
پا ہے شکستہ ہون نہ مین دستِ بُریدہ ہون

ہون دشمنون مین پر نہین فریاد کی مجال
بتّیس دانتون مین ہین زبانِ بُریدہ ہون

بہتا ہے یادِ رخ مین تو کہتا ہے طفلِ اشک
یوسف کے خاندان کا مین نورِ دیدہ ہون

مطلب خزان سے کچھ نہ غرض ہے بہار سے
دونون سے مثلِ سرو مین دامن کشیدہ ہون

دیکھون کسی کے عیب تو کیا خاک کہہ سکون
ہان غم سے آئینے کی طرح آبدیدہ ہون

کہتا ہے مُرغِ روح اجل سے ڈرا ہوا
صیّاد میرے پیچھے ہین صیدِ رمیدہ ہون

بلبل ہون مین نہ گل ہون گلستانِ دہر مین
ہان اک پرِ شکستۂ رنگِ پریدہ ہون

شبنم کے اے امیر ملے ہین مجھے نصیب
گُل ہنس پڑین چمن مین جو مین آبدیدہ ہون

کسکے چمکے چاند سے رخسار قیصر باغ مین
چاندنی ہے سایۂ دیوارِ قیصر باغ مین

سبزۂ خوابیدہ کیسا آگیا جو خفتہ بخت
اُسکے طالع ہو گئے بیدار قیصر باغ مین

فی الحقیقت یہ بھی کم گلزارِ جنت سے نہین
حورین پھرتی ہین سرِ بازار قیصر باغ مین

ہر روش پر چل رہی ہے ایسی صحت کی ہوا
چشمِ نرگس تک نہین بیمار قیصر باغ مین

پاؤن کا یان ذکر کیسا صاف ہے ایسی زمین
دل پھسلتے ہین دمِ رفتار قیصر باغ مین

بند جب ٹوٹین شکستِ توبہ کی آئے صدا
لین اگر انگڑائیان سبوئے قیصر باغ مین

لوٹتا پھرتا ہے یہ مارے خوشی کے صبح و شام
وجد مین ہے سایۂ دیوار قیصر باغ مین

یہ اشارہ نہر مین کرتی ہے ہر انگشتِ موج
سب کا ہو جائیگا بیڑا پار قیصر باغ مین

چار نغمون مین ہو سعدی کی گلستان کا جواب
بلبلین لکھو لین اگر منقار قیصر باغ مین

زیرِ شاخِ گل اگر سبزہ کبھی سونے لگا
شورِ بلبل نے کیا بیدار قیصر باغ مین

لٹتے پتّے بھی نہ ہونگے گلشنِ فردوس مین
جس قدر پھولون کے ہین انبار قیصر باغ مین

تشنگانِ شوق ہین شیرین لبونکے میہمان
بٹ رہا ہے شربتِ دیدار قیصر باغ مین

قطرے شبنم کے رگِ گل پر دکھاتے ہین بہار
گندھ رہے ہین موتیونکے ہار قیصر باغ مین

کہہ رہی ہے یہ صنوبر قامتون سے فاختہ
آؤ بھی بہرِ علمبردار قیصر باغ مین

آتے آتے لب تلک پہنچا ہے بکّا نور کا
کھینچیے گر آہِ آتشبار قیصر باغ مین

نخلِ گل ہے ہر تماشائی رہے فیضِ بہار
پھول جھڑتے ہین دمِ گفتار قیصر باغ مین

موجۂ مے کی نسیمِ صبح مین تاثیر ہے
بے صبوحی مست ہین ہشیار قیصر باغ مین

اے دلِ مایوس بے برگی سے افسردہ نہو
لا سکے گا نخلِ تمنا بار قیصر باغ مین

دُور ہونگی کلفتین مٹ جائینگی سب کاہشین
لالہ ہے بیداغ گل بیخار قیصر باغ مین

سایۂ بالِ ہما کیا ڈھونڈتا ہے اے امیر
بیٹھ زیرِ سایۂ دیوار قیصر باغ مین

داغ اے بہار جیسے ہمارے بدن مین ہین
اس رنگ و بو کے پھول کبھی تیرے چمن مین ہین

نالہ ذرا کرے تو سمجھ بوجھ کر کرے
بلبل سے کوئی کہدے کہ ہم بھی چمن مین ہین

شیخِ حرم سے ملکے ہوا سخت انفعال
کتنے ذلیل رسمِ نگہ برہمن مین ہین

سینون مین عاشقون کے کہان عاشقون کے دل
کچھ زلف مین ہین کچھ ترے چاہِ ذقن مین ہین

اک عمر سیتے سیتے رفوگر کو ہو گئی
کیا جانے کتنے چاک مرے پیرہن مین ہین

یاد آئین کیون قفس مین نہ گلشن کے ہمصفیر
غربت مین ہم ہین یار ہمارے وطن مین ہین

تھوڑا سا لطف اور بھی اسے پنچۂ جنون
دو چار تار اور ابھی پیرہن مین ہین

آتے ہین سب سمت کے تری صید گاہ مین
اب کوہ پہ ہین کبک نہ آہو ختن مین ہین

ہون آبدیدہ درد کی باتین نہ سن سکے آپ
پہلو ہزار طرح کے اپنے سخن مین ہین

پیاسی ہین آب خنجر قاتل کی دیر سے
جتنی رگین اسیر ہمارے بدن مین ہین

عزیز احباب ساتھی دم کے ہین پھر چھوٹ جاتے ہین
جہان یہ تار ٹوٹا سارے رشتے ٹوٹ جاتے ہین

کڑی منزل ہے پیری دانت بھی سب ٹوٹ جاتے ہین
قدیمی ساتھ یارون کے یہین تو چھوٹ جاتے ہین

الٰہی کیا علاقہ ہے وہ جب لیتا ہے انگڑائی
مرے سینے مین سب زخمون کے ٹانکے ٹوٹ جاتے ہین

ادا دل مانگتی ہے جان غمزہ اے شہ خوبی
ترے کشور مین ہے اندھیر لوٹا لوٹ جاتے ہین

عجب کانٹا ہے ساقی محتسب جب آنکلتا ہے
تو سب جام و سبو چھالون کی صورت پھوٹ جاتے ہین

زمانے بھر مین ہے مشہور حال اخوان یوسفؑ کا
طمع دنیا کی وہ ہے جس سے بازو ٹوٹ جاتے ہین

اسیر زار کی تربت کو چھت سمجھے ہین کیا گھر کی
یہ ماتمدار آکر چھاتیان کیون کوٹ جاتے ہین

منگا کر آئنہ مجھ تشنہ لب کو یاد کرتے ہین
وہ ساحل کو بھی لیکر ساتھ دریا مین اترتے ہین

شہید عشق جی جاتے ہین جی سے کیا گزرتے ہین
خدا یہ موت دے سبکو ہم اس مرنے پہ مرتے ہین

مقام شرم ہے ہم ہجر مین جی سے گزرتے ہین
پتنگے بھی تو رخصت شمع سے ہو ہو کے مرتے ہین

یہان آنکھون مین دم ہے اب کوئی ساعت مین جیتے ہین
قضا کہتی ہے جلدی کیا ہے آئینگے سنورتے ہین

زمانہ ذرہ و خورشید سے آئینہ خانہ ہے
مگر اب بھی جب دیکھا وہ پردے مین سنورتے ہین

ہمارے زخم بھرنا اور اسے جراح کیا جانین
اگر بھرتے ہین تو دم خنجر قاتل کا بھرتے ہین

رہے بیدار دل جو عمر بھر مردہ نہ جان انکو
برابر رات دن جاگے تھے اب آرام کرتے ہین

دلِ پُر آرزو کہتا ہے چلکر خضر سے پوچھو
سفینے قلزمِ امید کے کس گھاٹ اُترتے ہین

پھڑکنا اُن سے بسمل کا کبھی دیکھا نہین جاتا
چھُری دیتے ہین جسکو پہلے اُسکو پکڑتے ہین

خزان غافل نہین ہے ای جوانانِ چمن تم سے
نہین اُڑتے ہین پتّے یہ اُسی پرچے گرتے ہین

کسے ہے ہوش فصلِ گل مین رخت نو بدلنے کا
بدن سے مثلِ گل پھٹکر یہان کپڑے اُترتے ہین

نہین چلتی ہے قینچی یہ چھُری پھرتی ہے گلچین پر
پرِ بلبل نہین صیاد برگِ گل کترتے ہین

تفاوت اس قدر ہے زاہدون مین اور رندون مین
کہ وہ کچھ دل مین لی رہتے ہین یہ سب کہہ گزرتے ہین

نہ اتنی چاہ کر آبِ دمِ شمشیرِ قاتل کی
کڑا پانی ہے دو گھونٹ اسکے مشکل سے اُترتے ہین

نئے گل پھول لیتے ہین اپنی آہِ سرد سے ہر دم
جگر کے داغ دل کی چوٹ بن بنکر اُبھرتے ہین

یہان نہلا کے ہمکو دفن بھی احباب کر آئے
وہان حمام سے فرصت نہین اب تک نکھرتے ہین

شمیمِ گل ہین ہم بھی تم اگر بادِ بہاری ہو
جدھر چلتے ہو چلتے ہین جہان ٹھہرو ٹھہرتے ہین

خضر کو ڈھونڈتا پھرتا ہے کیا مجنون بیابان مین
ادھر آئے کہ ہم سے یہ طریقے خوب برتے ہین

غضب ہے سامنا غصے مین اُن خونخوار آنکھون کا
شکارِ شیر کرتے ہین جو یہ آہو بپھرتے ہین

کہان انگورِ شیرازی کہان میکش ہندی
پہنچ رہتے ہین وہ دانے جو قسمت مین اُترتے ہین

برنگِ طائرِ تصویر اسیر اُڑنا کہان ممکن
ہم اپنے آشیانے سے چمن مین کب اُترتے ہین

پھڑک کر مرغِ بسمل کی طرح عاشق جو مرتے ہین
یہ مقتل مین عروسِ تیغ کے صدقے اُترتے ہین

نکالے جاتے ہین وہ جس راہ سے بیچین کرتے ہین
ہزارون چٹکیان لیتے ہین جس دم مین گزرتے ہین

لبون پر آکے ہجرِ یار مین دم ضبط سے بولا
سلامت بیقراری ہم کہین گھٹ گھٹ کے مرتے ہین

لیا تو مین نے بوسہ خنجرِ قاتل کا مقتل مین
اجل شرما گئی سمجھی کہ مجھکو پیار کرتے ہین

مین اس شوخی پہ صدقے ہون کہ مجھسے بزم مین پوچھا
یہ سب تو غش مین ہین مجھپر آپ کہیے کسپہ مرتے ہین

تسلی خاک ہو وعدون سے انکی جیتے ہین ظالم
اشارون سے یہ کہتی ہین کہ دیکھا اب مکرتے ہین

ہماری جان تم ہو وہ ہماری جان کا دشمن
تمہارے دوست ہیں ہم اسلیے دشمن سے ڈرتے ہیں

میں کہتا ہوں تمھیں نے دل لیا میرا تو کہتے ہیں
کہ ہاں ہاں لے لیا اچھا کیا ہم کب مکرتے ہیں

حسینوں کی تعلی ہے سبب محبوب ہونے کا
جو چڑھ جاتے ہیں نظروں پر وہی دل میں اُترتی ہیں

بڑے رستم ہیں تیرے چشم و ابرو دیکھنے والے
نہ خنجر سے جھجکتے ہیں نہ وہ قاتل سے ڈرتے ہیں

بتوں کے چاہنے والوں میں بھی ہے شانِ محبوبی
قضا مرتی ہے اُن پر جو ادا پر اُن کی مرتے ہیں

نہ رحم آجائے قاتل کو نہ رک جائے کہیں خنجر
نگاہِ حسرت آگیں ہم اثر سے تیرے ڈرتے ہیں

خبر ہم سخت جانوں کی وہ سُنکر طنز سے بولے
کوئی مرنے کی حد بھی مر نہیں چکتے ہیں مرتے ہیں

سلیماں ہمکو یادِ چشم و گیسو نے بنایا ہے
ہمارے گھر میں شب بھر تخت پریوں کے اُترتے ہیں

رہیں بینا بیاں خطِ یار کو لکھتے نہیں دیتیں
جگر سے جب اُٹھاتے ہیں تو دلپر ہاتھ دھرتے ہیں

شباب اُن کا غضب ہی ہاتھ پڑتا ہے جو سینے پر
نکلتا ہے منہ سے مار ڈالا ہائے مرتے ہیں

شبِ وصلت بھی یہ عالم ہے میری بیقراری کا
تڑپ جاتے ہیں وہ دلپر جو میرے ہاتھ دھرتے ہیں

کبھی مدِ نظر گر عاشقوں کا قتل ہو تمکو
ہمیں بھی یاد رکھنا ہم بھی تمکو پیار کرتے ہیں

برنگِ نبض چلنے سے ہیں اپنے دست و پا چلتے
ٹھہر جاتا ہے سارا قافلہ جب ہم ٹھہرتے ہیں

بری ہیں پاکبازانِ محبت رشک سے دیکھو
جو تمکو پیار کرتے ہیں ہم اُنکو پیار کرتے ہیں

امیر اُس جان کے دشمن سے تمکو ڈر نہیں لگتا
وہ ڈرتے سے تم اُسکے منہ پہ کہتے ہو کہ مرتے ہیں

دبا پایا جو ہے ہمکو تو یہ بھی ظلم کرتے ہیں
ہماری قبر کے تختے بھی اب ہم سے بگڑتے ہیں

عدم کے جانیوالے راستے میں کب ٹھہرتے ہیں
جہاں بیٹھے گھر سے جا کے منزل پر اترتے ہیں

پھرو میں گرد تو وہ ڈر کے کچھ خیرات کرتے ہیں
مرے قرباں ہونے پر وہاں صدقہ اُترتے ہیں

عجب پردہ ہے پردہ شرمِ عصیاں کا دمِ آخر
اسی پردے میں ساری عمر کے بگڑے سنورتے ہیں

مریضِ عشق سے پہلو تہی طرفہ تماشا ہے
ہوئے بیمار تو ہم اور پرہیز آپ کرتے ہیں

خیالِ بادۂ ابرو مین جو یادِ چشمِ ساقی ہے
حرم مین بیٹھے بیٹھے میکدے کی سیر کرتے ہین

لڑی ہین اُنکی آنکھین آئنے مین خطِ عارض سے
غزالانِ حرم فردوس کے سبزے مین چرتے ہین

ذرا خط پھینک کر قاصد کے منہ پر طنز سے بولے
خلاصہ سارے اس طومار کا یہ ہے کہ مرتے ہین

پڑے ہین ابروون پر بل یہ کیون بدنظر کیا ہے
یہ دُہرے قہر کے خنجر آپ کیسے تیز کرتے ہین

تسلی دل کو ہم دیتے ہین کیفِ چشمِ ساقی سے
شرابِ حسن لیکر عشق کے ساغر مین بھرتے ہین

خدا سے آبِ خنجر رحم کر ان تشنہ کامون پر
نہ اُنکی پیاس مرتی ہے نہ یہ پیاسے ہی مرتے ہین

نہ مہر اُس گل کا ہمسر ہے نہ ماہ اُسکے برابر ہے
ہین دونون ایک ہی سے کچھ ذرا پٹہ ہی تو اُترتے ہین

چلے ہی جاتے ہین بیکِ نفس اک عمر گزری ہے
نہ منزل ہے کہین انکی نہ رستے مین ٹھہرتے ہین

ہین کسکی دید کا طالب ہون کس کی وصل کا خواہان
یہ کسکی حسرتین ہین آپ جن کا خون کرتے ہین

نہ اتنا محتسب کا خوف ہے ہمکو نہ قاضی کا
کہین تو یہ میخانے مین آ کے اُس سے ڈرتے ہین

انھین کا مال تھا اچھا کیا دل لے لیا میرا
کوئی چھینے نہین لیتا کہ اُنسے کیون مکرتے ہین

بھرا ہے حسرتون سے دل کہان داغون کی گنجایش
یہ سب ارمان ہین جو داغ بن بنکر اُبھرتے ہین

مغنّی کی نہ میخانے مین حاجت ہے نہ مطرب کی
شکستِ توبہ کی آواز پر ہم وجد کرتے ہین

ابھی اے جان تو نے مرنے والون کو نہین دیکھا
جیے ہم تو دکھا دین گے کہ دیکھ اسطرح مرتے ہین

یہ اپنے داغ ہین دن رات جن کا ایک عالم ہے
ستارے ڈوبتے ہین ڈھلکر یہ تو انکو ابھرتے ہین

وہ سر سے پاؤن تک تصویر ہین بیساختہ پن کی
سنورنے سے بگڑتے ہین بگڑ کر بھی سنورتے ہین

وہم آرائش آئینہ جو دیکھا ناز سے بولے
اُدھر یہ کون میری لاگ پر بیٹھے سنورتے ہین

قیامت تھا دورِ تنہائی کا عالم روح پر صدمہ
ہمارے دن لحد مین دیکھیے کیونکر گزرتے ہین

جو رکھ دیتی ہے شانہ آئنہ تنگ آ کے مشاطہ
ادائین بول اُٹھتی ہین کہ دیکھو یون سنورتے ہین

خیال آتا ہے پیری مین جوانی خواب تھی گویا
پلک پیچھے جھپکتی ہے یہ دن یہی گزرتے ہین

کیا ہی نام کیا استاد کا روشن خدا رکھے
امیر استادزادون پر ہم اپنے فخر کرتے ہین

حباب آسا محیطِ عشق سے جو پار اُترتے ہین
گزر جاتے ہین پہلے سر ہی سے پاؤن دھرتے ہین

لگاتے ہین جو سرمہ آئنے کو دُور و بھرتے ہین
ستم دیکھو وہ اپنی چتونون سے آپ ڈرتے ہین

تصور مین اُڑا کر رنگِ رُخ نیرنگ کرتے ہین
کہ تصویرِ خیالی مین تری ہم رنگ بھرتے ہین

بتو اہلِ حرم بیجا نہین تم کو بُرا کہتے
برہمن ہی کا گھر بھرتے ہو جب صدقے اُترتے ہین

نہین ہے دیر سے خورشید کی وہ گرم بازاری
ہوا ہے دھوپ کا مُنہ زرد شاید وہ نکھرتے ہین

پسند آیا انھین مجکو اسے کیا شکر کیا کم ہے
کہ شکوہ لیکے بیٹھون آپ دل لیکر مُکرتے ہین

مرے سینے پہ مقناطیس تیرا ہاتھ ہے اے بُت
کہ جتنے دل مین پیکان جمع ہین سب اُبھرتے ہین

شبِ غم مین ہے جینے سے بُرا ہو سخت جانی کا
نہ آئی موت اس غیرت کے مارے ہم تو مرتے ہین

جوابِ اعضا ہین دیتے ہین کیون اے ضعفِ پیری مین
جوانی کی تو ہم ان سے نہین درخواست کرتے ہین

چمن کی سیر ہی چھوٹی تو پھر جینے سے کیا حاصل
گلا کاٹین مرا صیاد پر نا حق کترتے ہین

چل اے بادِ بہاری اک ذرا آہستہ آہستہ
کہ وہ مجھ سے اُلجھتے ہین جو بال انکے بکھرتے ہین

لبِ عیسیٰ جانفزا خط کا یہ رنگ اِس قہر کی آنکھین
مسیح و خضر و عزرائیل تینون تم پہ مرتے ہین

تصور مین بھی مُنہ چومون تو اُڑ جاتا ہے رنگ انکا
بلائین خواب مین بھی لُون تو بال انکے بکھرتے ہین

قیام اس بحرِ طوفان خیزِ دنیا مین کہان ہمدم
حباب آسا ٹھہرتے ہین تو کوئی دم ٹھہرتے ہین

جھجک جاتے ہین وہ سائے سے اپنے روزِ روشن مین
اندھیری رات مین زلفون کی لہرانے سے ڈرتے ہین

دکھایا انقلابِ تازہ عالم کے حوادث نے
جو مرتے ہین وہ جیتے ہین جو جیتے ہین وہ مرتے ہین

بہت سنبل چمن مین آج پیچ و تاب کھاتا ہے
کسی محبوب کے شاید کہین گیسو سنورتے ہین

امیر اول سرِ لشکر ہدف ہے تیرِ آفت کا
شکار انداز پہلے مرغ کے شہپر کترتے ہین

بخت ایسے کہان ہین جو کرون یار سے باتین
کرتا ہون مین شب بھر در و دیوار سے باتین

کیا سمجھین ہم اُس آنکھ کا ایما سو نرگس
بیمار نے کین رات کی بیمار سے باتین

اقبال سکندر سے مرے اُلٹے گئے طالع
حسدن ہوئین اُس آئینۂ رخسار سے باتین

ٹھیک اُنکے نہ وعدے ہین نہ ٹھیک اُنکی مدارات
دو چار سے گھاتین ہین تو دو چار سے باتین

ڈرتا ہے یہ وحشی ابھی آواز سے تیری
صیاد نہ کر مرغ گرفتار سے باتین

کیا دھیان امیر آیا کہ وہ ہٹ گئے پیچھے
جھک جھک کے جو ہم کرنے لگے پیار سے باتین

شوخی تھی قیامت تری مستانہ ادا مین
فتنون سے قدم چوم لیے لغزشِ پا مین

چھوڑا ہے شگوفہ یہ نیا ناز و ادا مین
اک شاخ تغافل کی لگا دی ہے جفا مین

شرمائی ہوئی چتون پہ اُسکی نہ جانا
شوخی بھی چھپی بیٹھی ہے پہلو سے حیا مین

بیمار محبت نے کبھی منہ نہ لگایا
تاثیر کھلی جاتی ہے اس غم سے دوا مین

اس ڈر سے وہ پامال نہین کرتے ہین مجھکو
الجھا سے نہ دل پس کے کہین رنگِ حنا مین

کہتی ہے شب وصل یہ چتون کی شرارت
آج آگ لگا دون گی مین دامنِ حیا مین

جوہر جو تغافل کے ازل مین ہوئے تقسیم
کچھ میری قضا مین گئے کچھ تیری ادا مین

دل ایک خریدار ہین دو خیر ہو یارب
یہ جل جائے کہین آج نہ شوخی و حیا مین

کہتا ہے جوانی مین یہ اُس شوخ کا جوبن
ہمسے نہ رہا جائے گا اس تنگ قبا مین

مشکل ہے مسیحا کو بھی اب جان بچانا
نکلی ہے قضا چھپ کے حسینون کی ادا مین

کسطرح ہو نہ ناز مجھے عجز پہ اپنے
وہ چیز ہے یہ جو نہین درگاہِ خدا مین

آنے کا نکیرین کو رستہ نہین ملتا
کیا حور و ملک جمع ہین مزارِ شہدا مین

احباب کے ماتم مین کٹی عمر ہماری
ہم ساتھیون کے رونے کو اُترے تھے سرا مین

عکس آئنے مین اُن سے یہ کہتا ہے کہ ای شوخ
پورا ترا شاگرد ہون مین جور و جفا مین

شرماتے ہین جب وصل مین وہ مجھسے تو شوخی
لے لیتی ہے چٹکی وہین پہلو سے حیا مین

مانگی جو دعا مین نے ندا عرش سے آئی
تاثیرین گئین سب ترے دشمن کی دعا مین

کیونکر نہ امیر اس سے تر و تازہ ہون روحین
پھولون کی ہے بو دامنِ گلچین کی ہوا مین

قابلِ عفو مین آلودۂ عصیان ہولون
اے اجل صبر کر اتنا کہ پشیمان ہولون

پھر وہی مین ہون وہی جامہ دری وحشت مین
پہلے واعظ سے ذرا دست و گریبان ہولون

پھر کے پتلی نے دمِ نزع کہا قاتل سے
مرتے مرتے ترے ہاتھون پہ مین قربان ہولون

آنے دیگی مجھے پھر کاہیکو وحشت سوے شہر
رخصت احباب سے اے شوقِ بیابان ہولون

ابھی نکلا ہی نہ گلستان سے پھنسا کر صیاد
ہمصفیرون مین ذرا رہ کے خوش الحان ہولون

مرہمِ زخم جو لائی وہ زبانِ شیرین
لبِ خندان سے کہا مین نمک افشان ہولون

نیمجان کر کے مجھے چھوڑ دے دم بھر قاتل
خاک مین خون مین جی کھول کے غلطان ہولون

قدرِ راحت کی پس رنج ہے دنیا مین امیر
تب چلون باغ کو جب قیدیِ زندان ہولون

باعث تڑپ کا شوخ ستمگر سے کیا کہین
دل تو ہی کچھ بتا دے کہ دلبر سے کیا کہین

اُس بت کے جور خالقِ اکبر سے کیا کہین
آپس کی چھیڑ داورِ محشر سے کیا کہین

غم نے ترے نچوڑ لیا سر سے پاؤن تک
رگ رگ پکارتی ہے کہ نشتر سے کیا کہین

شرم آتی ہے گناہون سے اے پردہ پوشِ خلق
محشر مین جا کے شافعِ محشر سے کیا کہین

خالق ہی جب نہ دے تو گلہ آسمان سے کیا
ساقی نہ منہ لگائے تو ساغر سے کیا کہین

واقف دلون کے بھید سے ہے آفریدگار
آئینے اپنا حال سکندر سے کیا کہین

بگڑا ہوا وہ آپ ہے اُس کا قصور کیا
بگڑین بھی ہم اگر تو مقدر سے کیا کہین

سارے بدن مین اب تو لہو بوند بھر نہین
سوکھی زبان دکھائے تو خنجر سے کیا کہین

ٹھہرا ہے روزِ حشر پہ دیدار یار کا
اللہ حشر تک دلِ مضطر سے کیا کہین

دل پیچ و تاب مین ہے تو قسمت کے پیچ سے
وہ بے خطا ہے زلفِ معنبر سے کیا کہین

ملتا نہین مکان سے تا لامکان پتا
ہم کیا ہوے نکل کے تری گھر سے کیا کہا

کہنے کی بات ہو تو کسی سے کہے کوئی
دل اُنکو دے دیا ہے ہمین دلبر سے کیا کہا

کمبخت ہین سُنتے تو کہین اُس سے دردِ دل
کعبے مین اینٹ چوسف سے پتھر سے کیا کہا

قسمت سے سامنا کبھی ہوتا بھی ہے اگر
پہروں یہی سوچتے ہین کہ دلبر سے کیا کہا

پیاسے شرابِ وصل کے ہین ہم تو اے امیر
شرم آتی ہے کہ ساقیٔ کوثر سے کیا کہین

محبت کے جو داغ ڈالے ہوئے ہین
اُبھر کر وہی دل مین چھائے ہوئے ہین

یہ بُت سب مرے دیکھے بھالے ہوئے ہین
تصور کو سانچے مین ڈھالے ہوئے ہین

خوشامد جو کی ہم نے جوبن کی بولا
ارے یار ہم بھی نکالے ہوئے ہین

نہ کر بے نیازی سے تو خونِ ارمان
کہ سب تیرے نازونکے پالے ہوئے ہین

کبھی خون سوداییون کا گرا تھا
اُچھل کر وہی قطرے لالے ہوئے ہین

ہرن کب ہین غصے مین آنکھین تمہاری
یہ دو شیر آنکھین نکالے ہوئے ہین

بلا کا بلا نوش ہے دل ہمارا
غمِ دو جہان دو نوالے ہوئے ہین

زمانہ قضا کے حوالے ہے اور ہم
تمہاری ادا کے حوالے ہوئے ہین

بتون کا تصور جو انکو نہین ہے
تو بت کیون یہ اللہ والے ہوئے ہین

گراتے ہین کیا بجلیان بھرکے سسکی
تڑپ کر وہ تڑپانے والے ہوئے ہین

رہو ہین تو ٹوٹنے سے کے ہاتھ ٹوٹین
بہت دل شکستہ پیالے ہوئے ہین

لپیٹے ہین چوٹی مین ہار اُس پری نے
جو کالے تھے اب کونڈیالے ہوئے ہین

جو آتا ہے تو تڑپتا ہین جلد آؤ
سنبھالے ابھی کچھ سنبھالے ہوئے ہین

نہ تھی کوچہ گردی نہ صحرا نوردی
یہ رستے ہمارے نکالے ہوئے ہین

پیالے کہان وصل کے میکدے مین
کفِ دستِ ساقی پیالے ہوئے ہین

یہ سپ لپٹے ہین گیسو کہ اسے بُت کنہیا
کمر مین تری ناتھ ڈالے ہوے ہین

چلی ہے دُلہن بنکے کیا تیغ قاتل
عروسِ اجل کے یہ چالے ہوے ہین

امیر ایسے روئے ہین ہم میکدے مین
لہو سے لبالب پیالے ہوے ہین

ستارے مرے دیکھے بھالے ہوے ہین
یہ سب گیند اُنکے اُچھالے ہوے ہین

یہ موے مژہ بھی ہین جادو کے پُتلے
کہ جب دیکھیں آئی ہین بھالے ہوے ہین

ہر اضبط کہتا ہے مجھ سے کہ کہدو
اُٹھے درد ہم دل سنبھالے ہوے ہین

یہ تلوارین کس کے گلے پر چلین گی
کہ بل تیوریون پر وہ ڈالے ہوے ہین

ادھر ضعف ادھر ضبط تڑپون ہین کیونکر
یہ شہ زور دونون سنبھالے ہوے ہین

ادھر یار سے ہم اُدھر آسمان پر
اثر سے ہم آغوش نالے ہوے ہین

ترے ضبط سینے مین دم گھٹ رہا ہے
مگر دل ہم ابتک سنبھالے ہوے ہین

ہرن چوٹ کرتے ہین تیرون پہ دیکھو
حسین ہم پیر آنکھین نکالے ہوے ہین

عجب بیخودی صحبتِ وصل مین ہے
وہ ہم کو ہم اُن کو سنبھالے ہوے ہین

چمن مین یہ پھولون نے کیا گل کھلایا
کہ بلبل کو بھی جینے کے لالے ہوے ہین

الٰہی یہ کس کے لہو کے ہین پیاسے
کہ خنجر زبانین نکالے ہوے ہین

کوئی کیچلی مین ہے ناگن کہ یارب
وہ لچکے کا موباف ڈالے ہوے ہین

سُنا ہے جو بیلے آپ دشتِ جنون کو
تو چھاگل لیے ساتھ چھالے ہوے ہین

جگر دل کو دل روکتا ہے جگر کو
یہ بسمل کو بسمل سنبھالے ہوے ہین

پیین شیخ جی بیدھڑک ان مین پانی
یہ سب جام مے کے کھنگالے ہوے ہین

ہوا ہین عجب حسن سے گیسوؤن کا
پری اُڑکے پردار کالے ہوے ہین

امیر اُن سے کیا کیا لپٹتے ہین شب بھر

رقابت مین یکتا دوستانہ لیے ہوئے ہین

ذرا چلمن تک آ بیٹھین گھر مین وہ کیا انکو بیٹھے ہین — ہزارون سر بکف مشتاق کیون سے بیٹھے ہین

اٹھین وہ مجمع اغیار مین کب انکے بیٹھے ہین — وہان دشمن ہی سب اٹھتے ہوئے جوبن کے بیٹھے ہین

عجب برسات ہے کیا کیا سَتے گھر انکے بیٹھے ہین — کہین کہا دون کی فریادی کہین ساون کے بیٹھے ہین

ملا کر خاک مین بھی ہائے شرم اُن کی نہین جاتی — نگہ نیچی کیے وہ سامنے مدفن کے بیٹھے ہین

ہمارے دوست کے پہلو مین جب بیٹھا ہو وہ جمکر — تو خنجر کی طرح پہلو مین ہم دشمن کے بیٹھے ہین

نمود حسن دوبالا ہو گئی ہے خود نمائی سے — ابھر آیا ہے جوبن اور جوبن وہ تنکے بیٹھے ہین

بگاڑ دینگے ہزارون گھر بناوٹ کی اداؤن سے — بنا بن کے بہت کچھ آج وہ پھر بنکے بیٹھے ہین

وہ میرا مال لیکر کیا مرے دشمن کو دیدینگے — مرا دل لیکے کیون پہلو مین وہ دشمن کے بیٹھے ہین

کسیکو تونے تاکا چوٹ آئی میرے ہی دل پر — لٹا سکے ہی پہ سب نادک تری چتون کے بیٹھے ہین

اڑا لیجاتے ہین عاشق کے دلکو سینہ زوری سے — غضب ہے کہ وہ آنچل بھی ہٹا جوبن کے بیٹھے ہین

نگاہ شوق ایسی پردہ در ہے کچھ نہین کھلتا — کہ چلمن کے ادھر یا وہ ادھر چلمن کے بیٹھے ہین

تری دھن مین جو آیا آفتاب حشر بھی سر پر — تو ہم سمجھے کہ سایہ مین ترے دامن کے بیٹھے ہین

علاقہ میرے دشمن سے نہین جاتا نہین جاتا — نہین دشمن تو اب وہ سوگ مین دشمن کے بیٹھے ہین

یہ کہتے آئینہ خانے سے اٹھ بھاگے وہ گھبراکر — یہان سب لوٹنے والے مرے جوبن کے بیٹھے ہین

لپٹے ہین وصل مین کیا کیا نیاز و ناز کے جھگڑے — کبھی ہم روٹھ کر اٹھے کبھی وہ من کے بیٹھے ہین

دکھاتے ہین عدم کی راہ اُن کے مردم دیدہ — حقیقت مین یہ رہزن بھیس مین رہزن کے بیٹھے ہین

بگڑ کر جب وہ اٹھے ہین تو دل بیٹھے ہین لاکھون کے — ہزارون فتنے اٹھے ہین جہان وہ بنکے بیٹھے ہین

بڑے ہی قدردان کانٹے ہین صحرائے محبت کے — کہین گاہک گریبان کے کہین دامن کے بیٹھے ہین

ترے دروازے پر غنچہ نہین نظارہ بازون کا — یہ گلچین پھول چننے کو تری گلشن کے بیٹھے ہین

چھڑانا جان کا مشکل ہے کانٹون ہی علاقے سے — یہان سب کھینچنے والے مرے دامن کے بیٹھے ہین

کبھی اُبھرے ہوئے اُن جوبنون پر یہ نہین پھبتی
کہ دو مالی یہ دو غنچے لیے سوسن کے بیٹھے ہین

امیر آتی ہے مجکو شرم اس محفل مین کچھ پڑھتے
کہ مین ناقص ہون اور کامل یہان ہر فن کے بیٹھے ہین

وہ دل کی تاک مین جب شوق سے بن ٹھن کے بیٹھے ہین
تو سو غمزون سے پھر تیر اُس چتون کے بیٹھے ہین

اُدھر ہو عکس اِدھر وہ دونون بانکے بنکے بیٹھے ہین
غضب جوبن ہے دو دو گرز تولے تنکے بیٹھے ہین

یہ آہو چشم جلنے کو کہین بن بن کے بیٹھے ہین
وہ سب یاری ہوئے ظالم تری چتونکے بیٹھے ہین

وہ آمادہ ستانے پر ہم آمادہ ہین مرنے پر
اُدھر وہ بن کے بیٹھے ہین اِدھر ہم تنکے بیٹھے ہین

عداوت ہم سے کیجاتی ہے پردے مین محبت کی
اُٹھا کر ہمکو خود وہ سامنے دشمن کے بیٹھے ہین

اذیت سے نہین خالی کوئی پہلو اپنا فرقت مین
اُٹھے ہین درد بنکر نقشِ حسرت بنکے بیٹھے ہین

یہ کیا بیہودہ فرمائش ہے اُس سے اے دلِ نادان
بھلا پردہ نشین باہر کہین چلمن کے بیٹھے ہین

اشارہ کرکے آئینے کی جانب کہتے ہین مجھسے
وہ دیکھو دیکھنے والے مرے جوبن کے بیٹھے ہین

جو میرا دل دکھاتا ہے مرے پہلو مین آ بیٹھین
الگ پھر مجھسے کیون پہلو مین وہ دشمن کے بیٹھے ہین

وہ کہتے ہین اِدھر عاشق اُدھر عاشق کدھر جاؤن
دو طرفہ کھینچنے والے مرے دامن کے بیٹھے ہین

پڑی ہے آنکھ تیری بھی تو رونا تجکو آیا ہے
تری محفل مین ہم تصویرِ حسرت بنکے بیٹھے ہین

وہی انصاف سے کہدین کہ ہے کسکی جگہ اچھی
بغل مین اُنکی ہم پہلو مین وہ دشمن کی بیٹھے ہین

بھلا بے پردہ کوئی جلوہ اُس کا دیکھ سکتا ہے
یہ کیا کم ہے کہ ہم نزدیک اُس چلمن کے بیٹھے ہین

وہ آئینے مین پیاری شکل اپنی دیکھ کر بولے
کہ یہ ہین کون میرے گھر مین جو بن ٹھن کے بیٹھے ہین

دل آغاز و شبابِ عمر کے بھولو مزے کیونکر
جوانی کے وہ سکے نقش پہ بچپن کی بیٹھے ہین

وہ رخ غارتگرِ جان ہے تو خطِ سبز پھر کیسا
تماشا ہے کہ خضر آغوش مین رہزن کے بیٹھے ہین

لگے چھپکا نہ آہِ آتشین کا دل دہلتا ہے
وہ رکھکر ہاتھ خنجر پر مرے مدفن کے بیٹھے ہین

نکال انکو جو غیرت ہو کہ لے قاتل ترے ارمان
تری کشتے کی تربت پر مجاور بنکے بیٹھے ہین

نہین اے ماہ وش یہ آسمان پر جا بجا تارے
پتنگے کچھ تری شمع رخِ روشن کے بیٹھے ہین

یہ کیا بے وقت کی لے حضرتِ دل آئی کو سوجھی
اُٹھے ہین روٹھ کر اب آپ جب وہ منکے بیٹھے ہین

کڑی منزل ہے بوڑھون کی جو موت آئی تو یہ طے ہو
تھکے ماندے مسافر منتظر رہزن کے بیٹھے ہین

امیر اچھی غزل ہے داغ کی جسکا یہ مصرع ہے
بھوین تنتی ہین خنجر ہاتھ مین ہے تنکے بیٹھے ہین

مفت وہ کس کی جان لیتے ہین
دے کے منہ مین زبان لیتے ہین

آزمائش مین جان لیتے ہین
خوب آپ امتحان لیتے ہین

ناتوانی سے ہم حسینون مین
چھانٹ کر دھان پان لیتے ہین

فقرے فقرے مین دل پہ ہین چوٹین
باتون باتون مین جان لیتے ہین

وصل مین کچھ نہین نہین ہی نہین
مانتے ہین تو مان لیتے ہین

پیر ہوتے ہین جو شباب کے بعد
تیر دے کر کمان لیتے ہین

طعنے دیتے ہین عشق مین بے مہر
چٹکیان مہربان لیتے ہین

سوزِ دل اُس پری سے کہنے کو
شمع سے ہم زبان لیتے ہین

دختِ رز کی جو بات آتی ہے
مغبچے خوب ٹھان لیتے ہین

کس سے سیکھے ہین ظلم پوچھو تو
کس کا نام آسمان لیتے ہین

ساتھ مستون کے مفت مین قاضی
دخترِ رز کو سان لیتے ہین

لبِ میگون و خطِ سبز کے مست
مے مین سبزی بھی چھان لیتے ہین

ہر قدم پر بہ رنگِ نقشِ قدم
دم ترے ناتوان لیتے ہین

وصل مین بھی جھجک نہین جاتی
پھیر کر منہ وہ پان لیتے ہین

کیون سراپا نہ جان ہون معشوق
سارے عالم کی جان لیتے ہین

میکشون کو عروجِ مستی مین
ہاتھون ہاتھ آسمان لیتے ہین

ہم سند کے لئے لغت میں امیر
فصحا کی زبان لیتے ہیں

وصل میں یوں وہ جان لیتے ہیں
ضبط کا امتحان لیتے ہیں

دل تو لیتے ہیں جان بوجھ کے پھر
بنکے انجان جان لیتے ہیں

دل بچے کس طرح حسینوں سے
ملکے سب چھین چھان لیتے ہیں

نہیں ساقی یہ قلقلِ مینا
ہچکیاں نیم جان لیتے ہیں

میری ہر بات پر ہیں سو سو عذر
غیر کی خوب مان لیتے ہیں

ہوگئے برباد تیرے خانہ خراب
لامکاں میں مکان لیتے ہیں

ہائے کیا دلبری کی ہیں گھاتیں
دم دلاسے میں جان لیتے ہیں

یہ ملا اوج خاکساری سے
کہ قدم آسمان لیتے ہیں

نقدِ دل دیکے مصرِ حسن سے ہم
کب اکیلا جوان لیتے ہیں

چھوڑتے ہیں وہ سینے میں پیکاں
دلدہی کرکے جان لیتے ہیں

ہر گلوری پہ چھیڑتے ہیں شبِ وصل
ہم یہ رخصت کا پان لیتے ہیں

دہنِ زخم چوستے ہیں وہ تیغ
کیا مزے بے زبان لیتے ہیں

پھیر دیں دل نہیں جو ان کو پسند
کیوں غریبوں کی جان لیتے ہیں

چوم کر خط و رخ کو اس گل سے
الٹے ہم پھول پان لیتے ہیں

ق
مردمِ دیدہ پہلے گردِ نظر
سات پردوں میں چھان لیتے ہیں

شپہ مژہ دیکھ بھال کا تیری
دور سے میری جان لیتے ہیں

تاک کر دل مرا کہا کہ امیر
ہم تو ایسا جوان لیتے ہیں

عشق میں گر [illegible] تے بھی نہیں
جائیے جائیے ہم آپ میں آتے بھی نہیں

بت بنے بیٹھے ہین کچھ بات بتاتی بھی نہین
اور یہ غصہ کہ ہین روٹھا تو مناتے بھی نہین

کچھ وفا کچھ ہے حیا جان ہے کس مشکل مین
دل سے جاتے بھی نہین آنکھون مین آتی بھی نہین

نیمجان کرکے مجھے سر پہ کھڑے ہین چپکے
ہاتھ اُٹھاتے بھی نہین ہاتھ لگاتی بھی نہین

روٹھنا روز کا ٹھہرا ہے تو یہ سُن رکھیے
روز کے روٹھنے والی کو مناتی بھی نہین

آگے آئینے کے بیٹھے ہین جھکائے آنکھین
چوٹ کھاتے بھی نہین چوٹ لگاتی بھی نہین

اپنے پہلو مین بٹھاتے نہین عاشق کو مگر
بیٹھ جائے تو مروت سے اُٹھاتی بھی نہین

اُن نگاہون سے جوانی مین حیا کہتی ہے
جاؤ اب پردے مین ہم تمکو بٹھاتی بھی نہین

نکلے ہی پڑتے ہین محرم سے اُچکتے دیکھو
شرم کی بات ہے تم ان کو دباتی بھی نہین

جی دھڑکتا ہے کہ چوری نہ ہو دل کی ثابت
منھ سے انکار بھی ہے آنکھ ملاتی بھی نہین

پرسشِ حشر مین جو کہے تو وہ مجھ سے بولے
تم کھڑے دیکھتے ہو اور بتاتے بھی نہین

ہیچ ہین حور و پری لیلی و شیرین کیسی
ایسی ویسیونکو تو وہ دھیان مین لاتی بھی نہین

ہنس ہی دین دیکھ کے رونا نہ کرین ہمدردی
مجکو رونا تو یہی ہے کہ رُلاتے بھی نہین

آکے تربت پہ مری کہتے ہین لو اُٹھ بیٹھو
اتنی مدت ہوئی ہم تمکو ستاتی بھی نہین

پھیر دو دل جو نہین دیتے ہو بوسہ یہ کیا
مال پر لوٹ بھی ہو دام لگاتے بھی نہین

ناز کہتا ہے کہ جان اسکی ہو تم جی نہ اُٹھے
مارے اس ڈر کے جنازے پہ وہ آتی بھی نہین

زاہد حق تو یہ ہے تم ہو بڑے بے توفیق
اپنے مہمان کو دو گھونٹ پلاتے بھی نہین

جب سے عاشق کے ہوئی پھول پہننا کیسا
کپڑے وسواس ہی پھولون مین بساتی بھی نہین

لطف مرنے کا دکھائین کسے فرقت مین امیر
نہین آتے وہ تو ہم جان سے جاتی بھی نہین

اے خوشا غم ہوئی اُلجھن جو سر مو دل مین
بڑھتے بڑھتے وہی آخر ہوئی گیسو دل مین

انکھڑیان تیری ہین نظرون مین مری تو دل مین
سیر ہے آنکھون مین پریان ہین پریرو دل مین

دانہ اب ڈالے گا خالِ تہِ ابرو دل مین
جال لائے ہین بچھانے کو وہ گیسو دل مین

ضعف ایسا ہے کہ آیا مجھے غش جب آیا
کوئی پہلو کے بدلنے کا بھی پہلو دل مین

گرمیان کرکے رُلاتے ہو مجھے یاد رہے
چھالے ڈالینگے یہ جلتے ہوے آنسو دل مین

جوڑ پورا دلِ صد چاک کا ہوا اچھا ہے
ساتھ شانے کو بھی لے آئین وہ گیسو دل مین

ہجر مین ہوش نہین صبر نہین تاب نہین
اُٹھ بھی اے دردِ دل اب کیون ہے پڑا تو دل مین

کرتی ہے آنکھ تری داغِ محبت پیدا
گُل کھلاتی ہے تری نرگسِ جادو دل مین

طرفہ سانچا ہے غم و دردِ محبت جس سے
ڈھلتے ہین آٹھ پہر موتی سے آنسو دل مین

ہوگئے مست سب اُٹھی جو تری رخ سے نقاب
رنگ اس پھول کا آنکھون مین گیا بو دل مین

ہے نگہ تیرِ ادا نیشترِ بلا نیشترِ قضا
دل ہے پہلو مین مرے تیر سہ پہلو دل مین

ناوکِ ناز ہے آواز تری جھاگل کی
لے پری بلگئے پیکان تری گھنگرو دل مین

کرتے ہین اپنے تصور کے مکان کی زینت
دو دو آئینے لیے آئے ہین زانو دل مین

دل سے جلتی ہوئی آنکھون نے جو مانگا پانی
ضبطِ الفت نے کہا قید ہین آنسو دل مین

کھینچکر سُرمے کا دنبالہ دکھائی مجھے آنکھ
پھر گئی کو کبِ دُمدار کی جھاڑو دل مین

ناز انداز ادا غمزہ کرشمہ شوخی
لیکے آیا ہے پریخانہ پریرو دل مین

کہتے ہین تیر و کمان دونون ہین میرے سر پاس
جھوٹی باتین ہین نہ مژگان ہے نہ ابرو دل مین

اب خدا حافظ و ناصر مرے ارمانون کا
پھانسیان لیتے ہوئے آئی ہین گیسو دل مین

پڑگئی جان جو آیا تری افشان کا خیال
سارے آہون کی شرر بنگئے جگنو دل مین

ناوکِ ناز و ادا کا ترے اللہ رے ادب
حسرتین جتنی ہین بیٹھی ہین دو زانو دل مین

کونسی چیز ہے معشوق کو عاشق سے عزیز
مژہ دل مین ہے نگہ دل مین ہے ابرو دل مین

آنکھ اس آنکھ سے دیکھو نہ مقابل ہو امیر
اسی کھڑکی سے اُتر آتا ہے جادو دل مین

طرفہ آیا ہے پہنچنے کا یہ پہلو دل مین
تیر جاتے ہین چھری بن کے وہ ابرو دل مین

چھوٹے موتی جو سمجھتا ہے انہین تو دل مین
اور اس غم سے نکلے جاتے ہین آنسو دل مین

غمزہ اُس شوخ سے کہتا ہے ادا سے اُسکی
چٹکیان لون مین کھینچے مین تو لی تو دل مین

حکم ہو ضبط محبت کا کہ ہو راز نہ فاش
آ کے آنکھون مین پلٹ جاتی ہین آنسو دل مین

شوخی اُس شوخ کی آنکھونکے تصور مین بھی ہے
بھرتے ہین چوکڑیان آ کے یہ آہو دل مین

ڈیوڑھی سے شہ نشین تک ہو مہک پھولونکی
آنکھون مین وہ گل رخسار ہون خوشبو دل مین

سلسلہ دیکھتے اشکون کا یہان آ بیٹھو
خوب آتی ہے نظر سیر لب جو دل مین

خالی معشوق سے عشاق کہین رہتے ہین
دھیان تیرا ہے جو لے یار نہین تو دل مین

سرو گلزار سے فردوس سے طوبیٰ اکھڑے
پیر جما ہی رہے وہ قامت دلجو دل مین

طفل اشک اُٹھ کے جو دوڑین تو سنبھالی اُنکو
اب تو اتنا بھی نہین ضعف سے قابو دل مین

ہو چکا حسرت و ارمان کا تو خون اے قاتل
کسپر اب کھینچے ہین چھریان ترے ابرو دل مین

نکل لے یاس کہ ہے دل مین ارمان کا ہجوم
اب جگہ اتنی نہین ہے کہ رہے تو دل مین

ایک ایک ان مین شرارہ تھا جہنم کا اسیر
آگ لگجاتی جو رہجاتے یہ آنسو دل مین

وہ رخ و زلف نہ تڑپائین یہ ممکن ہی نہین
ہاے راتین بھی قیامت ہین فقط دن ہی نہین

رنگ پیری مین جوانی کے ہون ممکن ہی نہین
چھو لینے پھلنے کو اب دن ہی نہین سن ہی نہین

دیکھئے محکمہ حسن سے کیونکر ہو نجات
مجرم عشق ہون میرا کوئی ضامن ہی نہین

جذب دل اُن سے یہ کہتا ہے کہ اب کیون آئیے
تم تو کہتے تھے کہ آنا مرا ممکن ہی نہین

یون تو سلجھے گا نہ اُلجھا ہوا بوسون کا حساب
سہل سا گر ہین بتا دون تجھے تو گن ہی نہین

سادگی مین مرے محبوب کی ہے لاکھ بناؤ
سر سے مستی سے سنورنیکے ابھی دن ہی نہین

اُن سے مطلب کی کہی بات تو ہنسکر بولے
بات وہ کہیے جو ممکن ہو یہ ممکن ہی نہین

دارِ فانی مین پتا اُس کا ہین کس سے پوچھون
سب ہین پردیسی یہان کا کوئی ساکن ہی نہین

میرے آغوش مین آنیکو جو وہ اُٹھتے ہین
نازکی کہتی ہے بیٹھو ابھی یہ ممکن ہی نہین

نالہ کش دل کو نہ دیکھا تو وہ کافر بولا
اچھی مسجد ہے جہان کوئی مؤذن ہی نہین

جب کہا مین نے کہ اب حکم ہے واجب لے لے
آپ واجب کہین یا فرض یہ ممکن ہی نہین

اے صنم وصل مین کیا قید کہ ٹھہرے کسدن
سب دن اللہ کے ہین کوئی برا دن ہی نہین

وہ جفا کو ابھی جانین نہ وفا کو سمجھین
بارہوین سال کا آغاز ہے کچھ سن ہی نہین

تیغِ قاتل ہے کبھی مجھ سے اجل روٹھی ہے
کس کا احسان اُٹھاؤن کوئی محسن ہی نہین

غیر کے پاس سے اُٹھکر جو مین اُن سے لپٹا
بولی پریان بھی بنی آگ کی ہین جن ہی نہین

اُن سے ہی وصل کی درخواست وہ جو چاہین کہین
غمزہ کیون بیچ مین بول اُٹھتا ہے ممکن ہی نہین

صنعتِ کاتبِ قدرت ہین رخ و خط دونون
وہی اس متن کا شارح بھی ہے ماتن ہی نہین

بے جگہ شام ہوئی جاتی ہے جنگل مین امیر
ہاے کیا پہنچین گے منزل پہ کہ اب دن ہی نہین

ردیفِ واو

الفت مین برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو
ہر بات مین لذت ہے اگر دل مین مزا ہو

ہم تم ہون شبِ وصل اکیلے تو مزا ہو
ہم سے ہوا اب دور جیا تم سے جدا ہو

آئے جو مری لاش پہ وہ طنز سے بولے
اب مین ہون خفا تم سے کہ تم مجھ سے خفا ہو

جو اُن سے ادا ہوتی ہے کہتا ہے مرا دل
اس پردے مین اللہ کرے میری قضا ہو

مہمانِ چمن آج ہے میرا گلِ نازک
کہدو کہ دبے پاؤن روان بادِ صبا ہو

گھبرا کے وہ بولے جو سُنا شورِ قیامت
دیکھو مرے عاشق کا جنازہ نہ اُٹھا ہو

آئے جو دمِ نزع کہا ہنسکے سدھارو
پریون کو تو چاہا بہت اب حورونکو چاہو

کیا شوق تھا مرقد سے قیامت مین مین پہنچا
کہتا ہوا اب وعدۂ دیدار وفا ہو

جھنجھلا کے سزا دین وہ مجھے ہاتھ سے اپنے
ایسی کوئی لے دل جو خطا ہو تو مزا ہو

ہر رنگ مین ہے یار نیا رنگ تمہارا
بے پردہ جو شوخی ہو تو در پردہ حیا ہو

وحشت کو مری ساتھ مرے دفن نہ کرنا
گھر خانہ خرابی کا مرے گھر سے جدا ہو

تو صورت دریا ہے حباب اہل جہان مین
تیرا ہے تری راہ مین سر جس کا فدا ہو

ہنس ہنس کے چھُری پھیر گلے پر مرے قاتل
آخر کی تڑپ ہے یہ کچھ اس مین تو مزا ہو

نیرنگی حسن اُن کی یہ کہتی ہے شب وصل
چتون مین شرارت ہو تو آنکھون مین حیا ہو

رحم اس دل پُر داغ پر اے لذت مژگان
کانٹون مین نہ کھینچ اُسکو جو پھولون مین تُلا ہو

اس وہم سے گندھواتے نہین چوٹی کہ وہ چھپکے
مشاطہ کا بہروپ نہ عاشق نے بھرا ہو

اُٹھ جاتے ہین محفل سے جو ہوجاتی ہے گل شمع
ڈرتے ہین کہ مجھ سے نہ ملی باد صبا ہو

کیا ربط ہے سینے سے کھینچے تیر تو پیکان
ناوک سے جُدا ہو مرے دل سے نہ جدا ہو

لایا مہ نو بدر کا آئینہ بغل مین
اتنا بھی نہ اپنا کوئی مشتاق لقا ہو

کیا ہاتھ مین درکار امیر انکو ہے مہندی
چھو لین گُلِ عارض تو وہی رنگ حنا ہو

بولے وہ آئے جو ناصح مرے سمجھانیکو
کون ہو تم نہ ستاؤ مرے دیوانے کو

گھر سے ہم نکلے تھے مسجد کی طرف جانیکو
رند بہکا کے ہمین لیگئے میخانے کو

تو نے کمبخت کبھی پی ہی نہین کیا سمجھے قدر
محتسب دیکھ مری آنکھ سے پیمانے کو

زلفین اتنی نہ بڑھا ہے وہ بہت زار نحیف
بیڑیان چاہیے ہلکی ترے دیوانے کو

یہ زبان چلتی ہے ناصح کہ چھری چلتی ہے
ذبح کرنے مجھے آیا ہے کہ سمجھانے کو

ہٹ گئی عارض روشن سے تمہارے جو نقاب
رات بھر شمع سے نفرت رہی پروانے کو

شمع دولت ہے جہان آپ ہی آرہتے ہین لوگ
بزم مین کون طلب کرتا ہے پروانے کو

چشم ساقی کی ادا نے سبھی مے نوش کیا
دختر رز آکے لگا لیگئی میخانے کو

مے کہان فرقتِ ساقی مین میسر ہم کو
رکھکے ہم سینے پہ سو رہتے ہین پیمانے کو

گور مین آئے نکیرین تو مین یہ سمجھا
ناصح آ پہنچے یہان بھی مرا سر کھانے کو

شورِ ہو حق ہے یہان بڑھ کے وہان سے زاہد
اپنی مسجد سے لڑا لے مرے میخانے کو

آج کچھ اور بھی پی لون کہ سنا ہے مین نے
آتے ہین حضرتِ واعظ مرے سمجھانے کو

باغبان ہاتھ لگاتا نہین پھولون کو ترے
آ نکلتا ہون کبھی دل کے مین بہلانے کو

وہ کہان دن کہ رہا کرتا تھا دورِ ساغر
آنکھ بھر آتی ہے اب دیکھ کے پیمانے کو

رات دن خال و خط و زلف کا رہتا ہے خیال
گھیرے رہتی ہین بلائین ترے دیوانے کو

جا بجا گل نہین چھلّے کے بدن پر یہ امیر
کیاریان پھولون کی ہین جی مرا بہلانے کو

بولے وہ مین نے کہا جی کے جو بہلانے کو
منہ لگاتے نہین دشمن مرے دیوانے کو

ساقیا دخترِ رز کا تو بڑا رتبہ ہے
بے وضو مین کبھی چھوتا نہین پیمانے کو

موئے مژگان یہ نہین گرد تری آنکھون کے
غول پریون کے ہین گھیرے ہوے میخانے کو

چھیڑ ہر بات مین اچھی نہین یہ اے ناصح
چٹکیان لینے کو آیا ہے کہ سمجھانے کو

دل مین تیرا جو تصور ہے تو اے رشکِ پری
دیکھنے آتی ہین پریان ترے دیوانے کو

بے ادب جا کے جو لپٹا تو سزا بھی پائی
آگ مین پھونک دیا شمع نے پروانے کو

مے پلانے کو جو ہوتی ہے رقیبون کی طلب
زہر تھوڑا سا عنایت ہو مجھے کھانے کو

آ گئے نزع مین ہم راہِ سفر کی کھوٹی
رک رہے تھم گئے تیار تھے ہم جانے کو

بختِ وارون کو کرا اے ساقیِ دوران سیدھا
کیا کرون لیکے مین الٹے ہوے پیمانے کو

خوانِ الفت مین وہ ہے کون سی نعمت جو نہین
خونِ دل پینے کو ہے لختِ جگر کھانے کو

میری آتش قدمی سے نہین واقف حدّاد
بھون ڈالے گی یہ زنجیر کے ہر دانے کو

بجلیان جان پہ توبہ کی گرانے کے لیے
بدلیان گھیرے ہوے ہین مرے میخانے کو

اب خدا چاہے تو مقتل مین اُٹھین خوب مرے
برق دم تیغ ہوئی ہے مرے تڑپانے کو

واعظو تم جسے سمجھے ہو سحاب رحمت
سے اُڑی ہے یہ صبا دوش پہ پہنچانے کو

یارکو محفل خوبان سے اُڑا لائے امیر
لیچلے لُوٹ کے ہم آج پریخانے کو

صدقے مین مُرغ دل کو ہمارے رہا کرو
تم بادشاہِ حُسن ہو اسکو ہما کرو

عصمت یہ اُن سے کہتی ہے اب تم چھپا کرو
تا ہم خدا جوان ہوسے ہو حیا کرو

چلتے ہو ساتھ میرے جنازے کے ہے یہ خوف
ایسا نہو لحد یہ قیامت بپا کرو

شوخی یہ ہے کہ دیکے وہ عاشق کو گالیان
کہتے ہین شاد جی مرے حق مین دعا کرو

لو ہم تو آگے جاتے ہین صحرائے عشق مین
یارو تم اپنے پاؤن سے کانٹے چُنا کرو

جب پوچھتا ہون مین کوئی تدبیر وصل کی
کہتے ہین بت کہ اپنے خدا سے دعا کرو

پردے مین تم ہو اسپہ یہ عالم ہے حُسن کا
پردے سے باہر آؤ تو کیا جانے کیا کرو

ہم مانگتے ہین بوسہ تو جھنجھلا کے بار بار
کہتا ہے اپنے مُنہ سے جو چاہو بکا کرو

کیا روٹھتے ہو عکس سے آئینہ دیکھکر
اپنی طرف خیال تم اسے مدلقا کرو

جب پوچھتا ہون اُن سے دوا درد عشق کی
کہتے ہین پہلے ہوش کی اپنے دوا کرو

مشکل ہے اُس سے حضرت دل یون تو رسم و راہ
پہلے تم اپنے درد سے دل آشنا کرو

کہتے ہین بزم مین تو تمہارا یہ رنگ ہے
تنہا جو مجکو پاؤ تو کیا جانے کیا کرو

کیا قدر ہے فسانۂ الفت کی وان امیر
کہتے ہین ہم سُنین نہ سُنین تم کہا کرو

اسے تیغ یار ملکے گلے سے جُدا نہو
اب رُوٹھنے کا وقت نہین سر سے خفا نہو

وہ کیا خرام ناز ہے جو فتنہ زا نہو
وہ فتنہ کیا ہے جس سے قیامت بپا نہو

حسن و وفا کا ساتھ ہو تو اسے دل ہوا نہو
معشوق نام اُسیکا ہے جس مین وفا نہو

اُس سے کہتی ہے شبِ وصل یہ حسرت میری
مجھ سے روٹھا ہے مری جان منا لے دل کو

ناوکِ ناز پرایسا ہے بھروسا مجکو
مفت بھی لے تو کرون اسکو حوالے دل کو

تم تو وہ ہو کہ کبھی بوسۂ گیسو بھی نہ دو
کس توقع پہ کوئی پیچ مین ڈالے دل کو

ٹوٹ کر آبلے ناسور ہوے جاتے ہین
ہاے چھلنی کیے دیتے ہین یہ چھالے دل کو

اُنکے گیسو تو بلا ہوکے پڑے ہین پیچھے
بے لیے ڈسے آج نہ چھوڑینگے یہ کالے دل کو

کوئی پامال بھی کرنے کو نہین لیتا ہے
مجکو دو بھر ہے کرون کس کو حوالے دل کو

تیری خلخال کی آواز سے چیخ اُٹھتا ہے
تیرے گھنگرو ہی توسکھلاتی ہین نالے دل کو

دل کیا نذر جو مین نے تو کہا ٹھکرا کر
جان اپنی جسے دو بھر ہو وہ پالے دل کو

مغبچے دخترِ رز سے ہین لگاوٹ مین سوا
تاکتے رہتے ہین یہ میکدے والے دل کو

تم جو پوچھو تو کرے کون تمنا سے اجل
جان بھی دین نہ قضا کو جو اوالے دل کو

ہوگیا سرد تڑپ کر تو وہ بولے ہنس ہنس
کیا ہوا آج مرے چاہنے والے دل کو

اسکو زنجیر مین جکڑے گی گلے کی زنجیر
طوق پہنائین گے وہ کان کی بالے دل کو

اپنے مطلب کی انہین آتی ہین کیا کیا گھاتین
ناز سے مانگتے ہین نازو نکے پالے دل کو

چکھ چکا خوب محبت کے مزے دل دیکر
لاؤ جاؤن مین کرو میرے حوالے دل کو

سخت نادان ہے کہ ملتا ہے وہ پاؤن کی تلے
کچھ بھی سمجھے تو کلیجے سے لگا لے دل کو

وہ دمِ رقص جو ہر بار لگائین ٹھوکر
پھر کہان تک کوئی سینے مین سنبھالے دل کو

کہتے ہین شوق سے آئین مری محفل مین امیر
ساتھ لائین نہ مگر لوٹنے والے دل کو

حسن کس کام کا جو آن نہو
کیا وہ معشوق جس مین شان نہو

اے جنون لیچل اب وہان کہ جہان
یہ زمین اور یہ آسمان نہو

اُسکی تصویر لیکے سوتا ہون
کہین وہ شوخ بدگمان نہو

یون مٹا الفت خدا مین خودی
نام باقی رہے نشان نہو

ہم رہین تم رہو وصال رہے
غم نہین ہے جو یہ جہان نہو

ہو رہین ہم تو اے صنم تیرے
تو ہمارا خدا کی شان نہو

وہ بھی معشوق ہے کوئی معشوق
جسمین جوبن ہو آن بان نہو

زلف مجھ زار کو دکھائی واہ
اُسپہ سودا رہے جسمین جان نہو

مست عالم کو کرتی ہے وہ آنکھ
میفروشی کی یہ دکان نہو

وہ اُٹھاتے نہین مرا مُردہ
کہتے ہین دیکھو اسمین جان نہو

سینون کا عروج کیا جب تک
پاؤن کے نیچے آسمان نہو

مین جو آیا کہا یہ اُس نے امیر
دیکھنا یہ وہی جوان نہو

منہ دکھا دو جو ہم ندیدون کو
تو جِلا لو اجل رسیدون کو

ملتے ہین تربتون مین عیدون کو
کیا خوشی ہے ترے شہیدون کو

سکتے ہین رشک سے کہ لیٹی ہین
حسرتین کیون مرے شہیدون کو

تو وہ بت ہے جو کعبے جا نکلے
بت بنا دے خدا رسیدون کو

ہر جفا کو ادا سمجھتے ہین
کیا مزے ہین ستم کشیدون کو

نامہ بر لا مرے خطون کا جواب
پھاڑ کر پھینکدے رسیدون کو

اس ادا سے کیا شہید اُس نے
خونبہا لگ گیا شہیدون کو

دیکھ لے حالِ شمع و پروانہ
گھر جہنم ہے زن مریدون کو

سیرِ فردوس و سایۂ طوبی
ہو مبارک ترے شہیدون کو

اور تو آسرا نہین کوئی
یاس ہے آس نا اُمیدون کو

آئنہ تھامے ہین وہ کہتے ہین
کوئی دیکھے تو ان ندیدون کو

چشم بد دور اب تو حورین بھی
گھورتی ہین ترے شہیدون کو

جتنے بت ہین یہان وہ جنت مین
سب ملین گے خدا رسیدون کو

قفلِ خاطر تو کیا کھلے گا امیر
آزماتے ہین ہم کلیدون کو

قتل کرتے ہو دکھا کر جو ادائین مجکو
پہلے لے لینے دو جی بھر کے بلائین مجکو

دیکھے ان زلفون کو دل جان مصیبت مین پڑی
لپٹی جاتی ہین زمانے کی بلائین مجکو

حکم دے عفو کو یا رب کہ کرے مطلع صاف
مرگ کے بعد بھی گھیرے ہین خطائین مجکو

ہاے وہ لوگ جو رکھتے تھے مدام آنکھون مین
اب لحد مین بھی جو ڈھونڈین تو نپائین مجکو

دلکو بند ہوجاتا ہے جس شب ترے گیسو کا خیال
نظر آتی ہین بلائین ہی بلائین مجکو

نقش بیٹھا ہے مرا کوچہ جانان مین امیر
کیا نگہبانون کی طاقت کہ اٹھائین مجکو

غیر سے آنکھین چار کرتے ہو
جاؤ بھی کسکو پیار کرتے ہو

عکسِ آئینہ سے وہ کہتے ہین
تم بھی کیا مجکو پیار کرتے ہو

ہے جو نفرت امیدوارون سے
کیون پھر امیدوار کرتے ہو

دلکے دو ٹکڑے اک نگہ مین کیے
اور پھر آنکھ چار کرتے ہو

بنکے انجان مجھ سے کہتے ہین
سچ کہو کسکو پیار کرتے ہو

ایک نالہ جو ہم کرین تو ابھی
منتین تم ہزار کرتے ہو

روز آنے کو جب کہا بولے
اک تمھین مجکو پیار کرتے ہو

تم ہو خنجر ہے مین ہون قتل کرو
کس کا اب انتظار کرتے ہو

مین نے تعریف حسن کی تو کہا
کیون مجھے شرمسار کرتے ہو

سچ کہو کس کو دل دیا ہے امیر

جان کسپر نثار کرتے ہو

سیکڑون اُلجھو نہ واعظ سے عبث جانے بھی دو
منہ کی کھائیگا جو آئے مُنہ پہ مُنہ آنے بھی دو

آنسوؤن کے ایک چھینٹے مین بجھا دونگا مین آگ
آتش افروز اُنکو بھڑکا ئین تو بھڑکانے بھی دو

خوف کیا تنہا ہے وہ مجمع یہان ہے سیکڑو
محتسب آتا ہے میخانے مین تو آنے بھی دو

وہ خطِ عارض وہ گیسو دیکھکر آیا خیال
غول پریون کا ہے اُسکے ساتھ دیوانے بھی دو

لختِ دل میرے جو دیکھے ہنسکے اُس گل نے کہا
پھول یہ بے فصل کے ہین اُنکو مُرجھانے بھی دو

آؤ ہم تم سیکڑو مسجد سے میخانے چلین
یہ جو سر سجدون مین ٹکراتے ہین ٹکرانے بھی دو

کون پوچھے گا تمہاری نغمہ سنجی کے حضور
زُہرہ ایسی سی اگر گاتی ہے تو گانے بھی دو

ابرو دنکو اور آنکھون کو تو اُن کی دیکھیے
ساتھ ہی دو مسجدو نکے ہین یہ میخانے بھی دو

حضرتِ دل اب تو چند سے ربط پریون سے ہے
حورین جنت مین جو گھبرائی ہین گھبرانے بھی دو

تنگ ہو کر کہتی ہے مشاطہ اُن سے بار بار
اس قدر اُلجھو نہ صاحب بال سُلجھانے بھی دو

بوسۂ لب لیکے خود ہی بن گیا ہے بت امیر
بات کیا ہے تم بھی چُپکے مہر ہو جانے بھی دو

دیکھ سکتے نہین پیاسا مرے آنسو مجکو
روز دیجاتے ہین پانی کوئی چُلّو مجکو

پھولون کی سیج سے آتی ہے تری بُو مجکو
تکیے پہلو کے ہین اب حور کے زانو مجکو

آبرو سے نگہِ لطف سے گر تو مجکو
سب جگہ آنکھون پہ دین صورتِ ابرو مجکو

سُرمگین آنکھین جو آئینے مین دیکھین تو کہا
گھورتے ہین یہ جگائے ہوے جادو مجکو

کُشتہ ہون وحشتِ طرزِ نگہِ قاتل کا
خطِ شمشیر ہے موجِ رمِ آہو مجکو

ہون وہ بلبل کبھی صیاد کو آیا جو ترس
پھولون مین چھوڑ دیا توڑ کے بازو مجکو

چتونین چلتی ہین سے لیکے نکیلی چھریان
دو دو تلوارون سے دھمکاتے ہین ابرو مجکو

گھر سے کیون مجلسِ ماتم مین لیے جاتی ہے حرص
چار زانو سے بٹھائے گی دو زانو مجکو

میری نگاہِ یاس کی اک چوٹ کھا تو لے
بیدرد پھر مین دیکھون کہ درد آشنا نہو

چٹکا چمن مین غنچہ تو بولا جھجک کے یار
ٹوٹا کہین مرا ہی یہ بندِ قبا نہو

موسیٰ پڑے ہین غش مین تڑپتی ہے برقِ طور
پردہ تمھارے رُخ سے کہین ہٹ گیا نہو

ہنستے ہین اوچھی زخم تو خوش ہو کی تو بھی ہنس
یہ تو ہنسی کی بات ہے ظالم خفا نہو

اے ضعف اسقدر تو گھُلا میرے جسم کو
آئینے مین بھی شکل مری رونما نہو

ہر وار مین نمک کی بھی چٹکی چلی ہی جائے
کس کام کی تڑپ ہے وہ جس مین مزا نہو

حسرت سے دیکھتا ہون جو اُن کی طرف امیر
کہتے ہین دیکھو دیکھو کوئی دیکھتا نہو

حکم درباں کا ہے عشاق سے سر کو سر کو
ہاے جائین یہ کہان چھوڑ کے تیرے در کو

بدشگونی دمِ رخصت نہ کرو گرم نہو
ٹھنڈے ٹھنڈے مری جان جاؤ سدھارو گھر کو

ہند مین آکے ہے آئینہ مصفا جب اُن کا
مژدہ دے روم مین جا کر کوئی اسکندر کو

تھا وہ پیاسا جو گیا خلد مین دل نے پوچھا
پہلے تسنیم کو پی جاؤن کہ مین کوثر کو

معتکف حجرون مین بن بنکے جو بت بیٹھے ہین
کیا بلا دیر بنایا ہے خدا کے گھر کو

کون میخوار ہے ذی رتبہ جہان مین مجھسا
تاک دیتا ہے کنیزی مین مجھے دختر کو

ناخدا ہے جو خدا پار ہے بیڑا تیرا
پھینک دے توڑ کے کشتی سے الگ لنگر کو

محتسب نے تو کیا دونون کا خون اے ساقی
روئین میخوار ترے شیشے کو یا ساغر کو

ملکے بیٹھا مین شبِ وصل تو جھنجھلا کے کہا
دم گھُٹا جاتا ہے گرمی سے ذرا تو سرکو

پھیر کر گردنِ بسمل پہ جو رک جاتے ہین
ذبح کرنے کا سکھاتے ہین چلن خنجر کو

میری ایذا کا ہے کب وادیِ وحشت خواہان
پاؤن سے کہتی ہین کانٹون کی زبانین سر کو

پھیرنا آنکھ کا اچھا نہین مجھ سے قاتل
پھیر دے اس سے تو گردن پہ مری خنجر کو

اس قدر ہے ادبِ پیرِ مغان مجھکو امیر

سب لے وضو ہاتھ لگاتا نہیں میں ساغر کو

آج وہ چھاؤں میں تاروں کی سدھارے گھر کو
لگ گئی آگ دُھندلکے میں ہمارے گھر کو

ہائے برسات کی رُت میں وہ سدھارے گھر کو
پھونکدے پھونکدے اے برق ہمارے گھر کو

کوے قاتل کو چلیں ہم تو عدم کو پہنچیں
راہ جاتی ہے اُدھر ہو کے ہمارے گھر کو

دیکھو کیا ڈھیٹ ہوا ہے یہ دل خانہ خراب
پوچھتا تم سے ہے رستے میں تمہارے گھر کو

راہ میخانے کی ہم بھول گئے ہیں زاہد
لے ثواب اُٹھ کے جو پہنچا دے ہمارے گھر کو

دل جو پھنک جائے تو ٹھنڈا ہو کلیجا میرا
خوش ہوں میں آگ لگا دے کوئی سارے گھر کو

دیکھوں اب خانہ خرابی مجھے لیجائے کہاں
ٹھکرا کے تو ہیں آپ سدھارے گھر کو

گھر سے ہم وادیِ وحشت کی طرف چل نکلے
چھوڑ کر خانہ خرابی کے سہارے گھر کو

ڈوبنا دل کا جو اشکوں میں ہمیں یاد آیا
رو دیے دیکھ کے دریا کے کنارے گھر کو

کہتی ہے یادِ وطن مجھ سے نہ ڈھونڈھ اب من جا
چھوڑ غربت کو پلٹ چل مرے پیارے گھر کو

میں نے پوچھا جو بنا گھر کا بگڑ کر بولے
ہم سے پوچھا نہ کرے کوئی ہمارے گھر کو

خانہ بر دوش ہیں ایسے کہ بگولے کی طرح
بادِ صرصر لیے پھرتی ہے ہمارے گھر کو

دم نکلتے ہی ہوئی لاش جو ایسی دوبھر
کیا ہوئی ہم سے محبت تھی جو سارے گھر کو

جب اُترتی ہیں فلک سے تو یہیں آتی ہیں
تاک رکھا ہے بلاؤں نے ہمارے گھر کو

کیا خبر تھی کہ گراں ہوگا ہمارا آنا
ہم تو گھر اپنا سمجھتے تھے تمہارے گھر کو

خیر دل کی نہیں افشاں کے تصور میں امیر
ایک دن پھونک ہی دینگے یہ شرارے گھر کو

مسجدوں میں نہ بے محل بیٹھو
زاہدو میکدے میں چل بیٹھو

یارو پڑھتا ہوں میں غزل بیٹھو
پیری بار ہی ہے اب سنبھل بیٹھو

گھر میں مستو نہ آج کل بیٹھو
فصلِ گل ہے چمن میں چل بیٹھو

دیکھو نکلی شہیدِ ناز کی لاش
تم بھی گھر سے ذرا نکل بیٹھو

کہہ رہی ہے یہ سوزنِ ساعت
چلنے والو نہ ایک پل بیٹھو

جب مین اٹھتا ہون کوے قاتل سے
روک کر کہتی ہے اجل بیٹھو

شوقِ دیدار کا تقاضا ہے
حشر مین سب سے پہلے چل بیٹھو

درد کہتا ہے مجھ سے رہ رہ کر
دیکھو اٹھتا ہون مین سنبھل بیٹھو

وہ جو اٹھتے ہین فتنے کہتے ہین
ہے تمھین سے چہل پہل بیٹھو

بزمِ ماتم کسی کی سونی ہے
دو قدم پر تو گھر ہے چل بیٹھو

دیکھو دیکھو وہ آسمان آیا
چوٹ پڑ جاے گی سنبھل بیٹھو

یادِ احبابِ رفتہ کہتی ہے
کسی تکیے مین اب تو چل بیٹھو

دونون ہاتھون سے تھام لو دل کو
آہ کرتا ہون مین سنبھل بیٹھو

بیقرارون کی دیکھنا ہو جو سیر
کبھی چلمن سے تم نکل بیٹھو

کشتۂ ناز کے ہین پھول اے جان
جی مین آے تو تم بھی چل بیٹھو

ہو جو مسجد مین دل گرفتہ امیر
کسی بھٹی پہ کیون نہ چل بیٹھو

رازِ توحید کا جو ظاہر ہو
ایک منظور اور ناظر ہو

کوسِ رحلت سے آتی ہے آواز
کہ خبردار اے مسافر ہو

شبِ فرقت دراز ہے دیکھین
عمر آخر ہو یا یہ آخر ہو

سخت منزل ہے امتحان کی جگہ
ٹھہرے ایوب سا جو صابر ہو

کیا مزہ ہو جو ذبح سے پہلے
پاے قاتل پہ لوٹتا سر ہو

اتنی وابستگی جہان سے ہے کیا
شہر بیگانہ تم مسافر ہو

او دلِ عشق مین یہ حال امیر

تم تو آغاز ہی مین آخر ہو

نہ آؤ تم تو مزاج جہین بحال نہو
شجر نہال نہو گل کا چہرہ لال نہو

ہے ایک عمر سے پنہان اسے ملال نہو
شب فراق مین ذکر شب وصال نہو

نکل چلی ہے بہت تیغ ناز دیکھ اسے یار
کوئی غریب کہین سینے چھری حلال نہو

یہ غیر سے ہے محبت کہ مین جو ہون بیمار
وہ دیکھنے کو نہ آئین جو غیر حال نہو

جو اوچھے زخم بھی ہنستے مین یہ ڈرتا ہون
ہنسی ہنسی مین کسیکو کہین ملال نہو

یہ چاہتا ہے مصور کہ دونون ہون تصویر
ادھر جواب نہو کچھ ادھر سوال نہو

دم خرام یہ کہتی ہے پاؤن کی چھاگل
وہ سر فراز نہین ہے جو پایمال نہو

خوشی کی دل مین تمنا بھی کر نہین سکتا
خیال ہے ترے غم کو کہین ملال نہو

کر دبناؤ سنوارو تم اپنے گیسو کو
پر اس قدر کہ پریشان کسی کا حال نہو

عروس مرگ سے بھی مین لپٹ نہین سکتا
خیال ہے کہ انہین اور کچھ خیال نہو

ہٹی جو زلف یہ چہرے کی روشنی پھیلی
مین ڈر گیا کہین صبح شب وصال نہو

ترے مریض محبت کو کوئی کیا جانے
وہی بتائے گا یہ حال جسمین حال نہو

یہ ہمکو رہتا ہے اظہار دوستی مین بھی خوف
کہ دشمنون کو تمہارے کہین ملال نہو

بہت ہوئی ہین زمانے مین لوگ شادی مرگ
شب وصال ہے اپنا کہین وصال نہو

نمود خط رخ یار سے ہے خوف امیر
کہ خضر کو بھی کہین زندگی وبال نہو

مارہی ڈالتے ہین گیسو کون والے دل کو
پیچ پر پیچ ہین اللہ بچا لے دل کو

کیسے الفت مین پڑے جان سے لالے دل کو
اس مصیبت سے اب اللہ نکالے دل کو

ہون مین بیکس کوئی ہمدم ہے نہ غمخوار مرا
درد ہی اُٹھکے سنبھالے تو سنبھالے دل کو

تاک کر تیر ہی سینے پہ لگائے ظالم
یون ہی نکلے مری حسرت کہ نکالے دل کو

لوٹتا ہے دلِ دیوانہ لپٹنے کے لیے — سانولے رنگ کی پریان ہین وہ گیسو مجھکو

چوم کر آنکھون مین رکھہ لون اُنھین پُتلی کیطرح — یاد دلواتے ہین جب جگنی تری جگنو مجھکو

شمع سان کیا ہے مجھے حاجتِ دریا پے غرق — آپ لے ڈوبے گا میرا عرقِ رو مجھکو

آرسی سامنے آئی تو کہا جھنجھلا کر — دیدے پھوٹین ترے کیون گھورتی ہی تو مجھکو

میرے پہلو مین تری طرح وہ جگر بیٹھے — دردِ دل ایسا بتا دے کوئی پہلو مجھکو

ہون جوان آمدِ پیری سے مگر ڈرتا ہون — کہ جبین سے نہ بنا دے کہین ابرو مجھکو

مین جہان بیٹھ کے روتا ہون ہنسی ہوتی ہے — ہر جگہ کرتے ہین رسوا مرے آنسو مجھکو

سمجھے ہین دیکھنے والا جو تری آنکھون کا — کیسے شرماتے ہین اب دیکھ کے آہو مجھکو

سمٹا جاتا ہے مرا حشر مین رو یان رویان — شرمِ عصیان نے بنایا ہے لجالو مجھکو

سیکشِ راز ہون بستر ہے مجھے چادرِ آب — ہے حبابِ لبِ جو تکیۂ پہلو مجھکو

کون پہنچائے مجھے کوچۂ جانان تک امیر
لے چلین کاش بہا کر مرے آنسو مجھکو

چین آتا نہین دم بھر کسی پہلو مجھکو — اِتنی تکلیف تو اے دردنہ دے تو مجھکو

عالمِ غش مین بھی ہے الفتِ گیسو مجھکو — چاہیئے لخلخۂ نافۂ آہو مجھکو

میرے قاتل کو تڑپنے سے ہوئی ایسی نفرت — ذبح کرتا ہے دبا کر تہِ زانو مجھکو

کشتۂ عشق ہوا دیکھکے آنکھین اُسکی — شیر کے منہ پہ لگا لے گئے آہو مجھکو

نگہِ شوق سے کہتی ہے یہ عصمت اُسکی — کہ اچھوتا مرا پنڈا ہے نہ چھو تو مجھکو

کیون نہ مضمون ترے گوہرِ دندان کو تُلین — طبعِ سنجیدہ کی ہاتھ آئی ترازو مجھکو

عاشقِ چشم ہون دل لوٹ گئے رہتا ہے — نظر آتا ہے جو قیدی کوئی آہو مجھکو

ضبط سے اور محبت مین گلا گھٹتا ہے — آنسو پیتا ہون تو ہو جاتا ہے اُچھو مجھکو

ہون وہ میخوار کہ بھٹی مین ملی شوکتِ جم — ٹاٹ مسند ہے سبو تکیۂ پہلو مجھکو

چشم و ابرو کے اشارون سے ہوا ثابت
زیرِ شمشیر بلاتے ہین یہ آہو مجکو

بار بار اُس گلِ خوبی کا سمٹنا شبِ وصل
یاد دلواتے ہین شرما کے لجالو مجکو

ہون وہ خوش چشمون کا عاشق کہ ختن سے احباب
چھانٹ کر بھیجتے ہین تحفے مین آہو مجکو

سب کو سنجیدہ کیا خود نہ ہوا سنجیدہ
طالعِ بد نے کیا سنگِ ترازو مجکو

آبرو جان پہ کمبخت ہین سب کے دشمن
مار ڈالین گے ڈبوکر مرے آنسو مجکو

اس توقع پہ پھرا کرتا ہون گلزارون مین
کہ کسی گل سے کبھی آئے تری بو مجکو

کس کی آنکھون کا ہون وحشی کہ خوشی کے مارے
بھرتے ہین چوکڑیان دیکھ کے آہو مجکو

روح ہوتی ہے جو رخصت تو یہ کہتا ہے بدن
اسی دن کے لیے لائی تھی یہان تو مجکو

پھونک ہی دیتی ہے مجھے گرمیِ رخسار امیر
اپنے سائے مین نہ لے لیتے جو گیسو مجکو

حسرت آئی یہ انھین دیکھ کے بسمل مجکو
چلبلا ایسا ہی ملجاے کوئی دل مجکو

دیکھتا نیند جو آئی دمِ بسمل مجکو
اپنے زانو پہ سلا رکھے گا قاتل مجکو

تو ہو کچھ درد سے آگاہ مین بیدردی سے
دل مرا تجکو ملے اور ترا دل مجکو

بوسے پر بوسے دمِ ذبح اشارون مین لیے
اچھی سوجھی یہ تہِ خنجرِ قاتل مجکو

چٹکیان لیتا ہے پہلو مین مرے آٹھ پہر
دلربا بن کے ستاتا ہے مرا دل مجکو

آنکھ جھپکے نہ پتنگون سے تو اس مجمع مین
پھونکدے پھونکدے اے گرمیِ محفل مجکو

پھر مزہ تجکو چکھا دون مین دل آزاری کا
چار دن کو کبھی جو ملجائے ترا دل مجکو

کچھ اس انداز سے وہ ناز بھرے ہاتھ چلے
آگئی نیند تہِ خنجرِ قاتل مجکو

شبِ غم کون ترس کھا کے ہے رونیوالا
کبھی رو لیتا ہون مین دل کو کبھی دل مجکو

ناتوانی نے بنایا ہے مجھے نقشِ قدم
پاؤن رکھتا ہون جہان ملتی ہے منزل مجکو

کچھ خبر مجکو نہین ہے کہ کہان جاتا ہون
کہین کھینچے لیے جاتا ہے مرا دل مجکو

وہ مسافر ہون ہوا دفن بھی اپنے گھر مین
گھر تلک آکے مرے لیگئی منزل مجھکو

بن سنور کر جو نکلتے ہین ادھر سے وہ کبھی
گدگدا دیتا ہے ارمان بھرا دل مجھکو

دست و بازو کی ہو خیر اور لگا دے اک ہاتھ
میرے بیدرد نہ جا چھوڑکے بسمل مجھکو

اُسکی رحمت سے جو ہو خاتمہ بالخیر امیر
پھر ہے سب سہل کڑی ہے یہی منزل مجھکو

بوسہ دیتے نہین پھر دیتے سے حاصل مجھکو
چھیڑ دو چھیڑ دو اسے جان مرا دل مجھکو

غنچے حورون کے جو فردوسِ برین مین دیکھے
یاد آئی کسی محبوب کی منزل مجھکو

سانس کے ساتھ رگِ جان سے لہو آتا ہے
نیشتر نکلے نہ چھیڑ اے خلشِ دل مجھکو

اسکے خنجر نے کہا کیا مین کوئی مرشد ہون
وجد مین آتے ہین کیون دیکھ کے بسمل مجھکو

ہون وہ مجنون کہ جو لیلی کی طرف جا نکلون
اُٹھکے تعظیم کو لے پردۂ محمل مجھکو

اس تمنا مین کہ ملجائین مجھے اُٹھ نہ سکا
ہوے اُترے ہوی بار اُنکے سلاسل مجھکو

دشتِ وحشت مین یہ آنکھون مین بسی ہے لیلے
ہر بگولے مین نظر آتا ہے محمل مجھکو

وہ نگہ کہتی ہے کس گھر مین نہین میری جگہ
نکلی مین آنکھ سے باہر تو ملا دل مجھکو

وہ نزاکت سے یہ کہتے ہین نہ پہنونگا مین ہار
عکس دانتون کا پہناوے گا حمائل مجھکو

تشنہ لب دیکھکے کھینچا مجھے خنجر کی طرف
لیگیا پیاس مین قاتل لبِ ساحل مجھکو

شوقِ نظارۂ لیلے جو بنائے اندھا
سرمہ دے دوڑکے گردِ پسِ محمل مجھکو

شوقِ پابوس کسیکا ہے مجھے وحشت مین
پاؤن چومے گی جو پائے گی سلاسل مجھکو

گڑگڑا کر کچھ اس انداز سے بوسہ مانگا
بھیک دیتے وہ بڑھے جانکے سائل مجھکو

ساری دنیا مجھے اس پردے مین اللہ نے دی
کہ دیے آنکھون مین رکھ لینے کے دو تل مجھکو

یاد اُس شوخ کی تڑپاتی ہے اسکو جو امیر
چین لینے نہین دیتا ہے مرا دل مجھکو

کم نہین ہوسے کمر سے جسم لاغر دیکھ لو
فرق کیا ہے ہو گئے ہم تم برابر دیکھ لو

میری حیرت پر عبث ہو اسقدر حیران تم
اک ذرا آئینہ اپنے آگے رکھ کر دیکھ لو

دیدۂ بلبل سے نظارہ رخ گل کا کرو
فاختہ کی آنکھ سے قدِّ صنوبر دیکھ لو

نزع مین ہچکی جو آئی اُس نے کوٹھے سے کہا
سر اُٹھا کر ایک ذرا نیچے سے اوپر دیکھ لو

باغ مین تم نے کیا طاؤس کو تو پائمال
کوہ پر ہے کبک اب اُسکو بھی چلکر دیکھ لو

حسن مین بیجا ہے یکتائی کا دعوی جانِ من
اک حسین ہے اور آئینے کے اندر دیکھ لو

نزع مین جاتے تو ہو بالین سے مجھ بیمار کے
اک نظر آنکھون کا صدقہ اور پھر کر دیکھ لو

سوچ کیا نظارۂ برقِ تجلی مین امیر
کھولدو آنکھین دکھائے جو مقدر دیکھ لو

ہو وصل پر دوئی کی کہین اُس مین بو نہو
تو ہو تو مین نہون مین اگر ہون تو تو نہو

زاہد شرابِ ناب سے جب تک وضو نہو
قائل نماز ایسے کے مسجد مین تو نہو

پہلو سے دل جدا ہو تو کچھ غم نہین مجھے
اے دردِ دل جدا مرے پہلو سے تو نہو

وہ گمشدہ ہون مین کہ اگر چاہون دیکھنا
آئینے مین بھی شکل مری روبرو نہو

قاتل لگا رہا ہے جو تیغ تجھ سے زخم
منظور ہے کہ چاکِ جگر مین رفو نہو

ملنا تو کیا عدو کو لگا مین نہ ہاتھ وہ
جب تک شریکِ خونِ ہزار آرزو نہو

مسجد مین مین نے شیخ کو چھیڑا یہ کہکے آج
مے لاؤن میکدے سے جو آبِ وضو نہو

مہندی لگاتے ڈرتے ہین کہتے ہین بار بار
شامل کسی شہید کا اِس مین لہو نہو

غش آگیا ہے مجکو گمان اور کچھ نکر
اچھا ہون مین اُداس مری جان تو نہو

شاخین اِسی کی ہین یہی جڑ ہے فساد کی
پہلو مین دل نہو تو کوئی آرزو نہو

تو ہو تو بتکدہ مجھے کعبے سے کم نہین
کعبہ صنم کدہ ہے جو کعبے مین تو نہو

مین اُن کو دیکھتے ہی جو بیکل لوٹنے لگا
بولے تمہارے مارے کوئی خوبرو نہو

ایذا پسند ہین وہ ترے زخمیون مین ہم
دوڑے نہ دل جو زلف تری مشکبو نہو

صحنِ چمن ہوا ہر ہو شیشہ ہو جام ہو
یہ سب تو ہون غضب ہے کہ پہلو مین تو نہو

آنسو بہائے مین نے جو محفل مین تو کہا
دیکھو اسقدر نہ رو کوئی بے آبرو نہو

کہتے ہین سامنے ترے آ بیٹھین ہم مگر
یہ شرط ہے کہ آگے کوئی آرزو نہو

ساری چمک دمک تو انہین موتیون سے ہے
آنسو نہون تو عشق مین کچھ آبرو نہو

پردے مین آئینے کے یہ دل ہے امیر کا
پہچان لے جو وہ تو کبھی روبرو نہو

ابھی آئے ابھی جاتے ہو جلدی کیا ہے دم لیلو
نہ چھیڑونگا مین جیسی چاہو تم مجھسے قسم لیلو

نہ دو بوسہ نگاہِ لطف ہی پر دل صنم لیلو
تمہارا مال ہے تم دیکے قیمت بیش و کم لیلو

گلا خنجر پہ مین نے رکھدیا آتے ہی تو بولے
کرینگے ذبح ٹھہرو کیون مرے جاتی ہو دم لیلو

سوئے میخانہ آ نکلے جو قاضی دخترِ رز بولی
بڑے مرشد ہین حضرت میکشو اٹھو قدم لیلو

زمینِ گور ہر مہمان سے اپنے یہ کہتی ہے
اُتر جائے تھکن آگے کڑی منزل ہے دم لیلو

خدا نے دن یہ دکھلایا کہ وہ بت میہمان آیا
ملے تو شیخ سے کہہ سُنکے دو دن کو حرم لیلو

خبر ہے حضرتِ مجنون کہ آئی نجد مین لیلے
نہ پہنچے ہاتھ محمل تک تو ناقے کے قدم لیلو

فراقِ یار کا دن کم نہین عاشور سے نالو
اُٹھاؤن تعزیہ مین اپنے دل کا تم علم لیلو

دکھاتا ہے جو زورِ نشہ بسم اللہ میخوارو
فلاطون سے نہ ہاتھ آئے اگر خُم جامِ جم لیلو

نہ ملنے تک یہ اے شیخِ حرم سار القدس ہے
برہمن دے تو سجدے کرکے مٹی کا صنم لیلو

ابھی تو آسمانو خاک مین گڑ جاؤ تم ساتون
جو میرے سر سے اپنے سر پہ میرا بارِ غم لیلو

چمن سے پینے کو ہے میکشو برسات مین لازم
نہ بیچے تو کرایہ دیکے رضوان سے ارم لیلو

نہین کچھ انتہا اُس ترک کے کشتون کی اے عیسیٰ
کہان تک تم کہوگے منہ سے تھک جاؤ گے دم لیلو

غرض تو میکشو مستی سے ہے تکرار سے حاصل
ملے پیرِ مغان سے جسقدر مے بیش و کم لیلو

ہم اُسکے قد کے ہین عاشق ہمین کیا غیر سے مطلب | عبث کہتی ہے یہ قمری صنوبر کے قدم لیلو

امیر اُس عیسی دوران کو خط لکھنا جو ہو تمکو
فلک سے مانگ لو کاغذ عطارد سے قلم لیلو

سمجھ وحشت نہ بوسہ ایذا ہو ذرا بھی لعل جانان کو
گہر کی طرح پیسون توڑ کر بیٹا اپنے دندان کو

اُتارا دل مین آنکھین دیکھکر اُس شاہ خوبان کو
جگہ پہلو مین دی پریون کے لالچ سے سلیمان کو

گلون سے جا کیے ہین نے داغ دل پہ لالائی تھی
نہین شبنم پسینا آگیا ہے یہ گلستان کو

خدا نے حُسن کو تیرے عجب تاثیر بخشی ہے
یہ نعمت دیکھنے سے سیر کر دیتی ہے مہمان کو

بہو رو رو کے ان آنکھون سے ایسے گل کھلائے ہین
چمن سے دیکھنے آتے ہین گلچین میرے زندان کو

اجل آتے کہین پیری مین ہم اس در سے چھوٹین
شکستہ حال دیکھا نہین جاتا ہے دندان کو

مین اُٹھتا ہون تو کانٹے پاؤن پڑ پڑ کر یہ کہتے ہین
ارے بیٹھو بھی کیون ویران کرتے ہو بیابان کو

جب اگلی صحبتین یاد آتی ہین یاران رفتہ کی
نکلکر گھر سے دیکھہ آتا ہون مین گور غریبان کو

تسلی یادِ رخ مین جب کسی صورت نہین ہوتی
تو بوسہ دیکے آنکھون سے لگا لیتا ہون قرآن کو

وہ آنکھین تاکتی ہین اوٹ سے مژگان کی دل میرا
کہ پریان جھانکتی ہین ان چھپرو کو نسی سلیمان کو

اگر یون کھٹکے جیسے دل مین وہ مژگان کھٹکتی ہے
مژہ کی طرح رکھ لون آنکھ پر خار مغیلان کو

سو اب خاک ہو نکلے نہین حسرت کوئی باقی
کہ مٹی ہو گیا جی دیکھکر گورِ غریبان کو

قیامت سے نہ دون تشبیہ اُسکی چال کو کیونکر
اُٹھا کر راہ مین چلتے ہین فتنے جسکے دامان کو

تڑپنا جانتا ہون لذت ناوک سے اے قاتل
نہ مین سوفار کو جانون نہ پہچانون مین پیکان کو

گیا مین بزم جانان تک تو بولے وہ سکندر سے
اُٹھا دو آئنے کو بیٹھنے دو میرے حیران کو

مین اُس پردہ نشین کی جامہ زیبی کا ہون دیوانہ
چھپاتے رکھتی ہے پردے مین عصمت جسکے دامان کو

عبث ترکش مین قاتل رکھو رکھے زنگ لگتا ہے
مجھے دے چھیر کر پہلو مین رکھ لون تیر پیکان کو

تصور قید مین ہے اے امیر اک بت کی آنکھون کا

پر بچانہ بنا رکھا ہے مین نے اپنے زندان کو

غضب ہے اپنے عیبون کا خیال آئے نہ انسان کو
کیا ہے شرمِ عریانی نے خم شمشیرِ عریان کو

کرین مجھ سے محبت مین تو بھوکا ہون محبت کا
اُٹھا رکھین نہ منعم اپنی نعمتہا سے الوان کو

مین اک غربت زدہ باقی رہا تھا مین بھی آتا ہون
مبارک باد دے آ کے کوئی گورِ غریبان کو

نہ جانے دین نگہبان مجکو زندان سے نہین پروا
مری زنجیر کے نالے تو جاتے ہین بیابان کو

مین اسے بت مصحفِ رخ کو ترے چھو کر ہوا مجرم
مسلمان راتدن بوسے دیا کرتے ہین قرآن کو

ملاحت ناوک افگن کی جو وقتِ صید یاد آئی
دہانِ زخم نے چوسا مزے لے لیکے پیکان کو

خیالِ آسودگانِ خاک کا دل سے نہین جاتا
لیے پھرتا ہون اپنے ساتھ مین گورِ غریبان کو

پری کو بھی اُترتے یون نہین دیکھا ہے شیشے مین
عجب انداز سے تو نے اُتارا دل مین پیکان کو

اُن آنکھون کی نظر بازی مین دل کھویا گیا میرا
تکا ہون مین اُڑا کر لیگئین پریان سلیمان کو

جو ملتا ہے یہ مہندی مین تو مہندی رنگ لاتی ہے
پسند اسواسطے کرتے ہین وہ خونِ شہیدان کو

جگر کو ڈھونڈتی پھرتی ہے تیغِ نازِ قاتل کی
کسیکے دل مین جا بیٹھون یہ دھن ہے اُسکے پیکان کو

دبا رکھا ہے اُسنے ایک مدت سے گلا میرا
کوئی جھٹکا تو دے اسے پنجۂ وحشت گریبان کو

بہت ہی مختصر ہے وصل کی شب کچھ تو بڑھ جائے
مری خاطر سے دم بھر کھولدو زلفِ پریشان کو

بہارِ گل مین کام آئے ترے اے پنجۂ وحشت
لگا رکھا ہے مین نے اسلیے اپنے گریبان کو

کیا تھا شام کو نالہ تڑپ کر تیرے وحشی نے
ہلایا زلزلے نے صبح تک دیوارِ زندان کو

بہت ہی زور پر دستِ جنون ناصح الگ رہنا
ترا دامن نہ پکڑے چھوڑ کر میرے گریبان کو

ہوا سے گل سے کہتے ہین اے بلبل کہ جنگل مین
لیے پھرتا ہے ہر طاؤس ساتھ اپنے گلستان کو

مین وہ بدمست وحشی ہون جو میرا دسترس چلتا
بناتا بوتلون کی ڈاٹ واعظ کے گریبان کو

امیر ایسی کہان قسمت کہ پہنچون اُڑ کے پھولون تک
کبھی چاک قفس سے جھانک لیتا ہون گلستان کو

گر وا غیار نہ بیچ مین تو ہو
ہائے کیونکر قضا پہ قابو ہو

جام ہو شیشہ ہو لب جو ہو
یار ہو مین ہون ساقیا تو ہو

بوسہ کب چاند سی جبین کا لیا
کیا سبب ہے کہ چین بابرو ہو

آئنہ اور وہ رخ روشن
شانہ ہو اور اُس کا گیسو ہو

عشق ابرو سے عاشقو مشکل
تیغ باندھو جو زور بازو ہو

بات کہتے زبان کٹتی ہے
کس سے تعریف تیغ ابرو ہو

کیا تمہارا ملے چمن مین نشان
رنگ مین رنگ بو مین تم بو ہو

عاشق چشم بھی شراب پئین
جاسے ساغر جو چشم آہو ہو

پاس سے تم اُٹھو تو دل بیٹھے
کبھی خالی نہ اپنا پہلو ہو

قد ہے طوبےٰ تو لب ترے کوثر
وہی فردوس ہے جہان تو ہو

فکر کس بات کی ہے تمکو امیر
کیا سبب ہے کہ سر بزانو ہو

وصل کی رات تو راحت سے بسر ہونے دو
شام ہی سے ہے یہ دھمکی کہ سحر ہونے دو

ناوک ناز کا پہلو مین گزر ہونے دو
کب سے برباد ہے آباد یہ گھر ہونے دو

دیکھنا کیسی برابر کی پڑینگی چوٹین
یار کا آئنہ خانے مین گزر ہونے دو

وصل ہو قتل ہو جو مد نظر ہو ہو جائے
یا اِدھر ہونے دو یا مجکو اُدھر ہونے دو

جسنے یہ درد دیا ہے وہ دوا بھی دے گا
لا دوا ہے جو مرا درد جگر ہونے دو

مین غریب اور غریبون کا خدا والی ہے
ہونے دو سارے زمانے کو اُدھر ہونے دو

تلملانے مین تڑپنے مین کمی کی کسدن
ہے جو اسپر بھی خفا درد جگر ہونے دو

کبر سب خاک مین ملجائیگا مغرورون کا
اک ذرا گور غریبان مین گزر ہونے دو

ذکر رخصت کا ابھی سے نہ کرو بیٹھو بھی
جان من رات گزرنے دو سحر ہونے دو

ہم تصور مین نہ کھینچین یہ نہ ہوگا ہم سے
لاکھ نازک ہے حسینون کی کمر ہونے دو

تو بھی مجھسے سوا صبر تڑپ کر کھینچے
میرے دل تک تو ذرا اسکا گذر ہونے دو

وصلِ دشمن کی خبر مجھ سے ابھی کچھ نہ کہو
ٹھہرو ٹھہرو مجھے ابھی تو خبر ہونے دو

ہاے وہ وصل کی شب انکا ادا سے کہنا
باندھنے دو مجھے جوڑے کو سحر ہونے دو

جاگ کر کاٹتے ہین ہجر مین ہم بھی راتین
رتجگے ہوتے ہین گر غیر کے گھر ہونے دو

شوق سے تم ہو در و بام پہ سرگرم خرام
دونون عالم ہون اگر زیر و زبر ہونے دو

آنے دو آنے دو زلفون کو ذرا گالون پر
شام ہر شب کو ہم آغوشِ سحر ہونے دو

خواب مین آکے وہ بوسے مرے ارمانون سے
بیخبر کو نہ خبر وا خبر ہونے دو

چھیڑتے کیون ہو جوانی ہین حسینون کو امیر
رات ہی بھر کا ہے جوبن ہے سحر ہونے دو

ردیفِ ہاے ہوز

کتنی ہے گرم دخترِ رز کی ادا تو دیکھ
واعظ ذرا سی پیکے تو اس کا مزا تو دیکھ

اے گل بہار جاتی ہے رکھا ہی گھر مین کیا
بلبل کا سن نہ حال چمن کی فضا تو دیکھ

بت سنگِ طور کے ہین نرے سنگ ہی نہین
زاہد کدھر خیال ہے نورِ خدا تو دیکھ

وہ رخ بھی لاجواب وہ گیسو بھی برہمن
کعبے کا دیکھنا نہ سہی کالکا تو دیکھ

اب تو نہ بند کر رہِ میخانہ محتسب
نکلا ہے چاند عید کا سوے سما تو دیکھ

اُس آستان کو عرش سے تشبیہ دی امیر
پہنچا کہان رسائی ذہنِ رسا تو دیکھ

چمن مین غیر بھی آئے جو میرے یار کی ساتھ
ہزار نالے کرون باغ مین ہزار کے ساتھ

خزان مین کہیے نہ بلبل سے چھپانے کو
کہ وہ بہار کی باتین گئین بہار کے ساتھ

کیا وہ نالہ کہ دل سے نکل گئین پھانسین
ہوا مین اڑتے ہین خس جسطرح غبار کے ساتھ

مزار سے جو یہ آتی ہے دردناک صدا
رہین تو روتے ہین شمع سر مزار کے ساتھ

پھرا سے رنج و مشقت سے جی نہ طالب عیش
کہ نوش نیش کے ہمراہ گل ہی خار کے ساتھ

شب وصال جھگڑنے سے فائدہ کیا ہے
مزہ تو یہ ہے کہ باتین ہون چاہ پیار کے ساتھ

بجا ہے آنکھ جو ہے جوش گریہ سے بے نور
نظر بھی بہ گئی ہے آنسوؤن کے تار کے ساتھ

عدم کو روح گئی رہ گیا تن خاکی
پہنچ سکے نہ پیادہ کبھی سوار کے ساتھ

ذرا ہوے جو وہ آزردہ اپنی آئی اجل
امیر پھر گئین آنکھین نگاہ یار کے ساتھ

رکھتے ہو رقص مین جو کمر پر اٹھا کے ہاتھ
سوسے کمر سے باندھو گے دزد حنا کے ہاتھ

چھوٹین جو اپنے ہاتھ سے اُس دلربا کے ہاتھ
سارے جہان سے بیٹھ رہین ہم اٹھا کے ہاتھ

ڈہکا نہ بار بار مرے پاس لا کے ہاتھ
دے ڈال جام کھینچ نہ ساقی بڑھا کے ہاتھ

اب تک تو تیغ یار سے موڑا نہین ہے منہ
آئندہ آن بان ہے اپنی خدا کے ہاتھ

کچھ بھی ہوئی جو سست درازی شب وصال
چین جبین سے اُسنے چھری لی بڑھا کے ہاتھ

ڈرتا ہون اور کچھ نہ سمجھ کر وہ چھپ جائے
سینے پر اپنے رکھ نہین سکتا اٹھا کے ہاتھ

لین اُسنے ہاتھ اٹھا کے جو انگڑائیان کبھی
جوبن نے کتنے چھین لیے دل بڑھا کے ہاتھ

کب سعی سے اُچھلتے ہین ڈوبے ہوئے نصیب
دریا کے پار کب ہوئین موجین لگا کے ہاتھ

دکھلا کے پاؤن کتنون کو پامال کر دیا
کتنون کو تم نے ہاتھ سے کھویا دکھا کے ہاتھ

دیکھی جو اُسکی زلف مین افشان ہوا یہ شوق
کیا چاندنی سے توڑیئے تارے بڑھا کے ہاتھ

وہ سخت جان ہون مین نہ چلا کچھ کسی کا بس
جلاد بیٹھ بیٹھ گئے سب تھکا کے ہاتھ

کہتا ہے قاتل آپ ہی مرتے تھے جان نثار
بدنام ہاے مفت ہوئے ہم لگا کے ہاتھ

قاضی کو شوق بادہ کشی کا ہے آج کل
بنت العنب پڑی ہے عجب پارسا کے ہاتھ

بس مین مرے نہ موت ہی میری نہ زیست ہے
یہ ہے قضا کے ہاتھ تو وہ ہے ادا کے ہاتھ

بے کار عشق مین نہ گئین میری ہڈیان
بھیجا سگِ حبیب کو تحفہ ہما کے ہاتھ

خون اُسنے میرے دل کا کیا ہی یہ کون ہے
مہندی نے باندھی کیون ہین مرے دلربا کے ہاتھ

تارِ شعاعِ مہر سمجھتے ہو تم جسے
سورج یہ لے رہا ہی بلائین بڑہا کے ہاتھ

یہ دل چرا چرا کے کسے اُسنے دیدیے
خالی ہین دیکھنے مین تو دزدِ حنا کے ہاتھ

قاصد اُڑا رہا ہے تو کچھ غم نہین امیر
خط لکھ کے بھیجدونگا مین پیکِ صبا کے ہاتھ

راہ بتلاتے ہین ہم اور اُسے وحشیان ہی کچھہ
دل کو سمجھائیے کسطرح یہ انسان ہے کچھ

کرکے پامال مرے دل کو کہا ظالم نے
کون تعظیم کرے اسکی یہ قرآن ہے کچھ

نہین کرتا ہے ملاقات تو زاہد نہ کرے
لا اُبالی ہین ترے رند انہین ارمان ہے کچھ

سبز عمامہ بسنتی ہے عبا ریش سپید
لو بہو رنگ ہین واعظ کی عجب شان ہے کچھ

کرکے زخمی مجھے مقتل سے چلا ہے قاتل
دوڑ کر کوئی یہ کہدے کہ ابھی جان ہے کچھ

غیب سے آئی صدا قصد جو قاصد نے کیا
شیر کے مُنہ مین چلا ہے اری نادان ہے کچھ

ہو نہو آئی ہے اُس کوچۂ گیسو کی ہوا
جوشِ سودا ہے امیر آج پریشان ہے کچھ

چاند سا چہرہ نور کی چتون ماشاء اللہ ماشاء اللہ
طرفہ نکالا آپ نے جوبن ماشاء اللہ ماشاء اللہ

گُل رُخ نازک زلف ہو سنبل آنکھ ہو نرگس سیب زنخدان
حُسن ہی تم ہو غیرتِ گلشن ماشاء اللہ ماشاء اللہ

ساقیِ بزمِ روزِ ازل نے بادۂ حسن بھرا ہی اسمین
آنکھین ہین ساغر شیشہ ہی گردن ماشاء اللہ ماشاء اللہ

قہر غضب ظاہر کی رکاوٹ آفتِ جان درپردہ لگاوٹ
چاہ کی تیور پیار کی چتون ماشاء اللہ ماشاء اللہ

غمزہ اُچکا عشوہ ہی ڈاکو قہر ادائین سحر ہین باتین
چور نگاہین ناز ہی رہزن ماشاء اللہ ماشاء اللہ

نور کا تن ہی نور کے کپڑے اُسپر کیا زیور کی چمک ہے
چھلے کنگن اسکے جوشن ماشاء اللہ ماشاء اللہ

جمع کیا ضدین کو تمنے سختی ایسی نرمی ایسی
موم بدن ہے دل ہی آہن ماشاء اللہ ماشاء اللہ

واہ امیر ایسا ہو کہنا شعر مین یا معشوق کا کہنا
صاف ہے بندش مضمون روشن ماشاء اللہ ماشاء اللہ

ردیف یاے تحتانی

کیون وصل کی چرخ کو خبر کی — آہ رہے جو شام سے سحر کی
کیسی ارنی و لن ترانی — تھی ایک صدا ادھر اُدھر کی
اے یاس نہ دل مین پاؤن پھیلا — پھانسین نہ چبھین مرے جگر کی
خط لیتے ہی چل بسا عدم کو — اتنی ہی لکھی تھی نامہ بر کی
نیرنگی بہار باغ عالم — گدڑی ہے ترے گداے در کی
کچھ میری سنو کہو کچھ اپنی — باتین نہ کرو ادھر اُدھر کی
خط یار نے اُس طرف کیا چاک — یان اُڑ گئین دھجیان جگر کی
دن بھر مجھے رکھتی ہین پشیمان — شرمائی وہ چتونین سحر کی
ہر بات مین ہو زبان سے نکلا — جب بات ہمنے کہی اُدھر کی
غفلت مین کٹی شباب بلبل — پروا نہ ہے جان عمر بھر کی
سینے مین نہین ہے داغ ظالم — اُبھری ہین یہ چٹکیان جگر کی
چھاگل کا یہ شور ہو شب وصل — آواز سنون نہ مین گجر کی
عنقا جسے جانتا ہے عالم — پہچانی ہین ہے وہ تری کمر کی
آنکھین کھولین کبھی بند بھی کین — وہ شکل نہ سامنے سے سرکی
ہنگامۂ حشر کو جو دیکھا — ڈیوڑھی سمجھا مین تیرے گھر کی

شام شب ہجر و عمر آخر
امید امیر کیا سحر کی

دوسرا کون ہے جہان تو ہے — کون جانے تجھے کہان تو ہے

لاکھ پردون مین تو ہے بے پردہ — سو نشانون پہ بے نشان تو ہے
تو ہے خلوت مین تو ہے جلوت مین — کہین پنہان کہین عیان تو ہے
نہین تیرے سوا یہان کوئی — میزبان تو ہے میہمان تو ہے
جسم کہتا ہے جان ہے تو ہی — جان کہتی ہے جانِ جان تو ہے
نہ مکان مین نہ لامکان مین کچھ — جلوہ فرما یہان وہان تو ہے
رنگ تیرا چمن مین بو تیری — خوب دیکھا تو باغبان تو ہے

تجھ سے ہم راز تو بہت ہین امیر
جسکو کہتے ہین رازدان تو ہے

بخشی گئی کہ نامہ سیاہی مین رہگئی — اتنی ہی دیر عفوِ الٰہی مین رہگئی
حسرت نہین وطن کی تباہی مین رہگئی — کچھ گرد تھی کہ دامنِ راہی مین رہگئی
صد شکر عفو میرے گنہ حشر مین ہوے — حسرت گدا کی مجلسِ شاہی مین رہگئی
آنکھ اُس نے پھیر لی تو کہان پھر ہماری زیست — آدھی تو جان نیم نگاہی مین رہگئی
تھی زار کوے یار مین کیا جانی اپنی خاک — اتنی تھی کم کہ اڑکے ہوا ہی مین رہگئی
دی بھی تو قدِ یار کو طوبے سے دی مثال — پستی مری بلند نگاہی مین رہگئی
دیکھو تو لیان مری قسمت بل آہ کی — کیسی اٹک کے عرشِ الٰہی مین رہگئی
ڈوبے ہوے نصیب نہ اُچھلے کسیطرح — کشتی ابھر ابھر کے تباہی مین رہگئی
بخت سیہ سے آنکھین نہ اُس سے ہوئین دوچار — چمک چمک کے سیاہی مین رہگئی
ساحل پہ آکے تھتے دکھائین وہ شوخیان — پتلی تڑپ کے دیدۂ ماہی مین رہگئی
ابلیس اُدھر ٹھٹکا تو مرا دل اِدھر پھڑکا — دو ہاتھ چل کے رہزن و راہی مین رہگئی
منہ روزِ حشر موڑ گئی تیغ یار بھی — چلتی ہوئی زبان گواہی مین رہگئی
صد شکر منہ سے نام محمد نکل گیا — بات اپنی بارگاہِ الٰہی مین رہگئی

ابرو پہ اُسکے آگئی اُڑکر ہوا سے زلف
کیا رویتِ ہلال سیاہی مین رہگئی

اللہ رے انقلاب محل ہے نہ قصر ہے
تربت فقط عمارتِ شاہی مین رہگئی

صد شکر حق نے میری تواضع قبول کی
اچھی تھی سے خزانہ شاہی مین رہگئی

اُمیدِ ناخدا کی کہان بحرِ عشق مین
ہان اک خدا کی آس تباہی مین رہگئی

اظہارِ جرمِ عشق مین کی آہ نے کمی
ایسی زبان دراز گواہی مین رہگئی

پردے سے اُسکی ذات کو کیا کام تھا امیر
چھپ کر صفاتِ نامتناہی مین رہگئی

آئینہ ترے حسن کا دل بھی ہے جگر بھی
ہے ایک ہی صورت کہ ادھر بھی ہو اُدھر بھی

خورشید بھی اُس نور کا مظہر ہے قمر بھی
اے بے بصرو کچھ تمھین آتا ہے نظر بھی

ساقی ہون تری بزم مین مین تشنہ جگر بھی
صدقے تری آنکھون کے کوئی جام ادھر بھی

تو چشمِ سخن گو سے مجھے پوچھ دے اتنا
ہین باتین ہی باتین کہ ہے کچھ مدِ نظر بھی

کھلا سے چلے جاتے ہین گل کسکی ہے آمد
گھبرائی ہوئی پھرتی ہے کچھ بادِ سحر بھی

کیا پاس نہین میرے جو تم غیر سے مانگو
پہلو مین مرے دل بھی ہے سینے مین جگر بھی

اللہ رے ناطاقتی و ضعف کا عالم
ہین کیا کہ پہنچتی نہین وان میری خبر بھی

منہ مہرِ فلک کا جو ادھر کو نہین پھرتا
شاید کوئی معشوق تمھین سا ہے اُدھر بھی

کیا جانیے کیا حال ہے یارانِ عدم کا
اک عمر ہوئی ہے نہین آئی ہے خبر بھی

وہ چہرہ پرنور ہے اک برقِ تجلی
کس آنکھ سے دیکھون مین ٹھہرتی ہے نظر بھی؟

بتخانے سے دل اپنا نہ کعبے سے پھرا ہے
کچھ سوچ کے انجام ادھر بھی ہے اُدھر بھی

رک رک کے جو چلتا ہے گلے پر مرے خنجر
کچھ دل مین ہے قاتل کے ترحم کا اثر بھی

کس کس کا گلہ کیجیے یارب کہ شبِ وصل
دشمن ہے موذن کیطرح مرغِ سحر بھی

کیا تنگ ہو جلاد مری سختیِ جان سے
ہر وار پہ کہتا ہے کہ ظالم کہین مر بھی

جوبن مری آنکھون مین پھرا گلبدنون کا
گدرائے ہوئے باغ مین دیکھے جو ثمر بھی

رفتار تری دیکھ کے کہتے ہین فرشتے
اللہ غنی ایک ہی فتنہ ہے بشر بھی

مقصود مزہ ہے تو امیر اور کہو شعر
ہونگے انہین پھولون انہین پتون مین ثمر بھی

غیرون سے ہین باتین بھی عنایت کی نظر بھی
پر دیکھتے جاتے ہین کنکھیون سے ادھر بھی

پیری مین بھی جائیگی جوانی کی نہ غفلت
اللہ رے جو آنکھ کھلے وقت سحر بھی

سچ کہدو نکل بھاگے ہو قابو سے یہ کسکے
لب خشک ہین ایجان پسینے مین ہو تر بھی

جاتا ہے مجھے وعظ کی محفل مین نہ کر دیر
ساقی مے گلرنگ سے ساغر کہین بھر بھی

جب قتل کو آیا ہے مرے غمزۂ قاتل
کیا تیز چھری کھینچ کے نکلی ہے نظر بھی

کیا غم ہے خزان مین جو نہین طاقت پرواز
نکلین گی جو کلیان تو نکل آئین گے پر بھی

معلوم نہین کس کو کیا قتل کہ ڈر کر
غائب ہے دہن یار کا روپوش کمر بھی

جاتا ہے جو ہستی سے عدم کو نہین پھرتا
بے شبہ کوئی شہر ہے دلچسپ ادھر بھی

ہے شوق جو بالون کے بڑہانے کا تو ایجان
پیدا کرو اس بوجھ اٹھانے کو کمر بھی

پہلو مین مرے رہتے ہین جی دیتے ہین انپر
دل ہو کہ جگر دونون ادھر بھی ہین ادھر بھی

بیمار ہین کس کا ہون کہ آئے جو مسیحا
تعظیم کو اٹھا نہ مرا درد جگر بھی

ڈرتا ہون شب وصل کہ تقدیر بری ہے
آئے نہ کہین شام کے ہمراہ سحر بھی

اُن آنکھون کی الفت مین ہوا ہون مین لاغر
کافی مرے دب جانے کو ہے گرد نظر بھی

ڈرتے ہین سیہ خانے سے میری جو یہ دونون
منہ پھیرے ہوئے شمس بھی جاتا ہے قمر بھی

رخ عرش کی قندیل ہے قد شمع تجلی
اللہ کی قدرت کا تماشا ہے بشر بھی

فرقت مین امیر ایسی برستی ہے اداسی
روتے ہین مرے حال پہ دیوار بھی در بھی

پیکاں ہی ترے تیر کا پہلو میں در آئے
ٹکڑا ہو کلیجا ہی امید بر آئے

آمد جو شبِ وصل کی سن لے مرے گھر میں
اللہ رے ضد شام سے پہلے سحر آئے

رخصت ترے بیکس کو کرے کون دمِ نزع
ہچکی ہی الٰہی کوئی وقتِ سحر آئے

اللہ رے ستم بیخودیِ عشق کے ہم پر
ہم آپ میں آئے تو کہا تم کدھر آئے

عاشق کی طرف خود نہیں جاتے ہو تو کہہ دو
کچھ ناوکِ دلدوز ہی تسکین کر آئے

آئے وہ دمِ بازپسیں یوں مرے گھر میں
جسطرح کہیں چاندنی پچھلے پہر آئے

کوٹھے سے نزاکت تو اترنے نہیں دیتی
تم آنکھوں سے دلمیں مرے کیونکر اتر آئے

ہمسائے ہی کے کوٹھے پر آئے کبھی وہ ماہ
چاند اور کے گھر چاندنی ہی میرے گھر آئے

دیکھی جو مری یاس ترس کھا کے یہ بولے
اللہ کرے اب تری امید بر آئے

یاد آئے اگر مجھکو چمن کنجِ قفس میں
دامن میں لیے پھول نسیمِ سحر آئے

ہنس ہنس کے بہت زخمِ جگر چھیڑ رہے ہیں
قاتل وہ لگا ہاتھ کہ دل تک اتر آئے

کسطرح امیر اُن سے نبا ہے کوئی الفت
دل دینے کو ہر روز کہاں سے جگر آئے

ہیں اشارے یہ تیغِ قاتل کے
آؤ ارمان نکالدوں دل کے

داغ افسردہ ہو چلے دل کے
جھلملائے چراغ محفل کے

شرم لیلےٰ تو مانعِ دیدار
سخت بدنام پردے محمل کے

ہم سے سیکھیں جو طرزِ نالہ کشی
پھول منہ چوم لیں عنادل کے

دل میں آکر نہ دل سے پھر نکلے
تم تو ارمان بن گئے دل کے

سوتے کیا ہیں پڑے ہیں تکیے میں
تھکے ماندے غریب منزل کے

فیصلہ کر رہے ہیں مجنوں کا
بیچ میں پڑ کے پردے محمل کے

غمِ کونین سے مجھے کیا کام
کسی کونے میں پڑ رہے دل کے

اب تو کپڑے بھی وہ پہنتا ہے
چھاپے وسے دیکھ خونِ بسمل کے

ہون جو واقف جزاے احسان سے
ہاتھ چومین کریم سائل کے

کیسے مجنون کے بنگئے ہین رقیب
پاکے لیلیٰ کو پردے محمل کے

حالِ دل درد و داغ سے پوچھو
یہ بڑے رازدار ہین دل کے

موت سے وہ جھڑک کے کہتا ہے
ہٹ نہ آپاس میرے بسمل کے

پوچھتے ہین وہ مجھ سے عید کے دن
کہو کیا مل گیا گلے مل کے

تیر آتے ہی دل کو لے نکلے
اچھے آئے یہ مدعی دل کے

اُس کی رحمت سے لو لگا کہ امیر
آڑے آئیگی وقت مشکل کے

وہ بن سنور کے اِدھر آتے ہین جفا کے لیے
مرے ہین آج دلِ درد آشنا کے لیے

خیال ہی ہین مرے وصلِ دلربا کے لیے
لیے جو بوسے تو ہونٹون سے بھی چھپا کے لیے

مجاز مین بھی ہے اپنی نظر حقیقت پر
بتون کی راہ مین پھرتے ہین ہم خدا کے لیے

خدا کی شان جو شوخی سے آشنا ہی نہ تھین
ترس رہی ہین وہی آنکھین اب حیا کے لیے

دہانِ زخم مین خنجر وہ رکھ کے کہتے ہین
کہ لے زبان تجھے دیتے ہین مرحبا کے لیے

دکھاؤنگا شبِ وصل اُنکو پھول داغون کے
لگا رہا ہون یہ ڈالی اک آشنا کے لیے

یہ ہچکیان نہین آتی ہین نزع مین پیہم
بٹھائی جاتی ہے ڈاک آمدِ قضا کے لیے

وہ آئین نزع مین چلتی نہین زبان نہ چلے
نگاہِ یاس تو ہے عرضِ مدعا کے لیے

دمِ اخیر تو ترسا نہ اپنے جلوے کو
مسافرون پہ ترس کھا ذرا خدا کے لیے

نگاہِ لطف بھی خالی نہین ہے شوخی سے
کسی ادا کو تو رکھ چھوڑیے حیا کے لیے

یہ کس کے وصل کی ہے آرزو کہ یاس بھی اب
دعائین مانگ رہی ہے مری دعا کے لیے

دل و جگر کو مرے تاک کر وہ کہتے ہین
نشانے خوب ہین یہ ناوکِ جفا کے لیے

ٹپک رہی ہے مرے بال بال سے حسرت
یہ سب زبانیں ہیں اظہارِ مدّعا کے لیے

درست کرتی ہے کیوں بار بار مشاطہ
شکست عیب نہیں گیسوئے دوتا کے لیے

امیر کعبے کو جاتا ہوں میں تو دیر سے بت
پکارتے ہیں اِدھر بھی ذرا خدا کے لیے

کہہ رہی ہے حشر میں وہ آنکھ شرمائی ہوئی
ہائے کیسی اس بھری محفل میں رسوائی ہوئی

ٹھوکریں کھلوائے گی یہ چال اٹھلائی ہوئی
کیا جوانی پھرتی ہے جوبن پہ اترائی ہوئی

آئینے میں ہر ادا کو دیکھ کر کہتے ہیں وہ
آج دیکھا چاہیے کس کس کی ہے آئی ہوئی

جان بلب حسرت میں پائی ہے جو مجھ ناشاد کو
کیا ہنسی پھرتی ہے اُن ہونٹوں پر اترائی ہوئی

کھل گیا جوبن تو عصمت سے حیا نے یہ کہا
ایک انگڑائی سے ہم دونوں کی رسوائی ہوئی

کہہ تو اے گلچیں اسیرانِ قفس کے واسطے
توڑ لوں دو چار کلیاں میں بھی مرجھائی ہوئی

میں تو رازِ دل چھپاؤں پر چھپا رہنے بھی دے
جان کی دشمن یہ ظالم آنکھ للچائی ہوئی

کیفِ مستی میں بھی رہتا ہے یہ جوبن کا لحاظ
اُن کو انگڑائی بھی آئی ہے تو شرمائی ہوئی

موت آئی روح جاتی ہے کرے کون اہتمام
اِک نگاہِ واپسیں پھرتی ہے گھبرائی ہوئی

کیوں ترے لب پر تبسم مجلسِ ماتم میں ہے
یہ ہنسی بھی کیا مرے پھولوں میں ہے آئی ہوئی

آنکھ اُٹھے پردہ ہٹے یہ بھی ہے کوئی دیکھنا
آڑ میں گھونگھٹ کی آنکھ اور وہ بھی شرمائی ہوئی

وصل کی شب واہ ری بیتابیٔ شوقِ وصال
شرم بھی نیچی نگاہوں سے تماشائی ہوئی

غمزہ و ناز و ادا سب میں حیا کا ہے لگاؤ
ہائے رے بچپن کہ شوخی بھی ہے شرمائی ہوئی

جو ادا کی جس حسین نے میری آنکھوں نے کہا
ہیں یہ سب پائے نگہ کی ٹھوکریں کھائی ہوئی

وصل میں خالی ہوئی اغیار سے محفل تو کیا
شرم بھی جائے تو میں جانوں کہ تنہائی ہوئی

اُٹھ گیا پردہ تکلف کا اُٹھے جب آنکھ اٹھا
آ کے حسن و عشق میں مشاطہ انگڑائی ہوئی

کیا لپٹے چھو سکے گی امیدِ دل پیرِ آرزو
یاس کے دامن میں ہے یہ پردہ شرمائی ہوئی

گرد اڑی عاشق کی تربت سے تو جھنجلا کر کہا
واہ سر چڑھنے لگی پاؤن کی ٹھکرائی ہوئی

شعر گلدستے ہین مجھ افسردہ دل کے کیا امیر
دامن گلچین مین کچھ کلیان ہین مرجھائی ہوئی

کیا رنگ کہون ضبط نفس پاس ادب سے
رہ رہ گئی فریاد مری ہونٹھون مین دب کے

وہ آکے تصور مین جدا ہو گئے کب کے
ہم لے رہے ہین بوسے ابھی تک رخ و لب کے

غمزے رمضان مین ہین وہی بنت عنب کے
شعبان کے کام آسے نہ اعمال رجب کے

ٹھہرین کہین محشر مین بھی بے جرم نہ مجرم
کشتے تری آزردگیِ غیر سبب کے

جس نخل کے سائے کے تلے راہ مین ٹھہرے
ہم راہروِ زار وہین رہ گئے دب کے

دیوانو گلستان کو چلو باد بہاری
پتے جو اڑا لائی ہے خط ہین یہ طلب کے

الٹین تو وہ محشر مین ذرا چہرے سے پردہ
آگے ابھی ہو جائین گے پیچھے ہین جو سب کے

ایک ایک گھڑی روز قیامت سے بڑی ہے
کس طرح کٹین چار پہر ہجر کی شب کے

لین ساتھ مجھے ڈرتے ہین کیون حضرت موسیٰ
طالب ہین وہ خود دیدۂ دیدار طلب کے

بتلائین گے کیا مجکو یہ دربار کا آئین
خود ہوش ٹھکانے نہین خدام ادب کے

آئینے حسینون تلک آنے بھی نہ پاتے
افسوس یہ ہے ہم ہوئے حاکم نہ حلب کے

کس مے کے ہین سائل یہ حباب لب دریا
خالی ہے جو ایک ایک قدح ہاتھ مین سب کے

معشوق حقیقی مین بھی گرمی کی ہین باتین
قرآن مین بھی آئی ہین آیات غضب کے

واعظ کا کسے ڈر ہے جو ساقی ہے سلامت
ہم مست تو ملتے نہین گردن بھی دب کے

گھر بیٹھے ہمین ہاتھ لگی منزل مقصود
جب توڑ کے ہم بیٹھ رہے پاؤن طلب کے

جب تیغ تری آکے گلے ملتی ہے قاتل
آتے ہین ہمین یاد مزے وصل کی شب کے

ہر ماہ مین دیکھا کیے وہ مصحف رخسار
اس سال مین سب چاند ہوئے ہمکو رجب کے

سنتے ہین کہ آئینگے حسین فاتحہ پڑھنے
دن پھرتے نظر آتے ہین کچھ گور کی شب کے

کوسون کا تفاوت ہے وفا اور جفا مین ۔۔۔ مین گو کہ تمہاری ہون نہ تم ہو مری ڈھب کے
وہ فتنہ ہے تو جن مین ہرے چار عناصر ۔۔۔ ہین قہر کے آفت کے قیامت کے غضب کے

باقی ہے امیر اب تو فقط جان کا جانا
ہوش و خرد و تاب و توان جا چکے کب کے

رند و چلو حضرت قاضی سے تو ڈب کے ۔۔۔ سمجھو کہ بزرگون مین ہین ہیبت عنب کے
دیوانو پری سنگ بہار آئی ہے اب کے ۔۔۔ غمزے ہین قیامت کے تو عشوے ہین غضب کے
کیا رعب جنون وادی وحشت مین ہوا اب کے ۔۔۔ کانٹے بھی مری چھالون سے ملتے ہین تو دب کے
بتخانے مین آ دیکھی اسے حضرت زاہد ۔۔۔ دیکھو کہ تماشے ہین عجب قدرت رب کے
سو لینے دے اے قبر ہم اٹھ لین تو دبانا ۔۔۔ آئے ہین بھرے نیند مین جاگے ہوئے شب کے
اچھے وہ رہے سامنے اللہ کے ادب سے ۔۔۔ جو بیٹھنے والے تھی تری بزم ادب کے
ساقی نے مجھے آنکھین دکھا کر یہ کہی بات ۔۔۔ دو جام مرے پاس ہین یہ آپکے ڈھب کے
افلاک نے چمکائے ستارے تو مین سمجھا ۔۔۔ نقشے یہ اڑائے ہین تری بزم طرب کے
دل ہی مین رہے جاتے ہین سب شکوے افسوس ۔۔۔ کیا کیجیے معشوق نہین ملتے ہین ڈھب کے
ٹھوکر سے مرا سر نہ ہٹاؤ نہ ہٹاؤ ۔۔۔ دیکھو کہین کھل جائین نہ ہاتھ ادب کے
معلوم نہین خون شہیدان کی تھین قدر ۔۔۔ مہندی بھی ہے ہاتھ بندھی ہوئی ہاتھ ادب کے
جی بھر کے تڑپتے انھین چھاتی سے لگاتے ۔۔۔ دل اور بھی دو چار جو ملتے اسی ڈھب کے
جی چاہے جہان جائین حسین کون ہے مانع ۔۔۔ ہمزاد نہین کچھ جو رہون ساتھ مین سب کے
ہر مرتبہ کہتے ہو کہ ہم جاتے ہین گھر کو ۔۔۔ سب باتین تو اچھی ہین یہ فقرے ہین غضب کے
ہر صبح جو ہوتے ہین عیان خط شعاعی ۔۔۔ لوگون کو خدا آتے ہین ادھر سے یہ طلب کے
زلف سیہ حور ہو یا تیرگی گور ۔۔۔ دونون یہ نمونے ہین مری ہجر کی شب کے
زاہد انھین لوگون کو وہان چاہین گی حورین ۔۔۔ جو چاہنے والے ہین یہان بنت عنب کے

شاخون پہ نہین پھول یہ تختون پہ ہین پریان
دیوانو بہار آئی نئے رنگ سے آب کے

ماتم ہین مرے خاک ہوا سنے یہ اڑائی
جو گاڑنے آئے تھے وہ خود رہگئے دب کے

قرآن مین امیر آئے ہین حورونکے جو اوصاف
درپردہ وہ انداز ہین سب حسن طلب کے

ناز کی کہتی ہے تسمہ تو لگا رہنے دے
ناز کہتا ہے لگی میری بلا رہنے دے

عشق کے راز کو پنہان کوئی کیا رہنے دے
داغ کچھ درد نہین ہے کہ چھپا رہنے دے

خلشِ نوکِ مژہ کا نکر اے دل شکوہ
کیا مزے کی ہے یہ پھانس اسکو چبھا رہنے دے

اے دل اس دور مین ایسی نہین سنتا کوئی
نہ کر اس قصے کو اب ذکرِ وفا رہنے دے

بے پروبال ہون طاقت نہین اڑنیکی صبا
اک ذرا شاخِ نشیمن کو جھکا رہنے دے

روسیہ ہون سرِ محشر نہ بلا داورِ حشر
مجکو تو خاک کے پردے مین چھپا رہنے دے

اے نمک پاش خدا کے لیئے چٹکی نہ رکے
کوئی دم اور تڑپنے کا مزہ رہنے دے

سو بلائین ہین مرے ہوش کی دشمن شبِ وصل
لے اڑین اور ادائین جو حیا رہنے دے

درد بیدرد مرے دل کو ستاتا کیون ہے
چپ پڑا ہے یہ غریب اسکو پڑا رہنے دے

جب وہ بت ہی نہین جنت مین تو جنت کیسی
ایسی جنت سے تو دوزخ مین خدا رہنے دے

بیقراری جو اٹھاتی ہے مجھے اس در سے
ضعف کہتا ہے نہ چھیڑ اسکو پڑا رہنے دے

دل لیا صبر لیا ہوش لیا جان ہی چھوڑ
کچھ تو گھر مین مرے اے دزدِ حنا رہنے دے

کثرتِ رنج سے رو رو کے نہ کر دل خالی
یہ بھرا گھر نہ اجاڑ اسکو بسا رہنے دے

دل شکستون کی نہ توڑ آس ترس کھا اے یاس
آسرا آسرے والون کا لگا رہنے دے

اے فلک گورِ غریبان کو تو برباد نہ کر
اس لٹے قافلے کا کچھ تو پتا رہنے دے

اک کھٹک سی ہو مزے کو ہمین درکار جنون
کوئی کانٹا کسی چھالے مین چبھا رہنے دے

سو چمن صدقے کیے دامنِ گلچین پہ امیر

ذکر پھولون کا یہان بادِ صبا رہنے دو

لوٹ ہو جس پہ تبسم وہ دہن کسکا ہے
قلقل شیشہ ہین یہ بے ساختہ پن کسکا ہے
پوچھا اسے تیغ ادا تیغ قضا سے چل کر
تو اسے لاسے مرے گھر نہین باور آتا
پھونک دیتی ہے دو عالم کو ہوا سے دامن
بات پھنس پھنس کے نکلتی ہے ہنسی پس پس کر
پھنس رہی ہین دل پُرداغ مین پلکین کس کی
گھر اُجڑتے بھی ہین بستے بھی ہین لیکن اے روح
دیر سے ہم گئے کعبے کو تو کعبے نے کہا
تیر چٹکی مین کمان ہاتھہ مین خنجر قریب
مین تو ہون غش مین وہ کہتے ہین گھبرا کر مجھسے
نظر آتی ہے کہین جب نئی چادر کوئی
دیکھکر خط ترے گالون پہ کہتی ہے بہار

باتین میٹھی جو ہین وہ اندازِ سخن کسکا ہے
شہر کی کچھ نہین چلتی یہ چلن کسکا ہے
تیر سے چلتے ہوئے تند نہین چلن کسکا ہے
یہ نیا شعبدہ اسے چرخ کہن کسکا ہے
تجھ مین اسے گرمیِ رفتار چلن کسکا ہے
اسقدر تنگ سوا تیرے دہن کسکا ہے
تلتے مین پھولون مین کانٹے یہ چمن کسکا ہے
جو اُجڑ کر یہ بسے پھر وہ وطن کسکا ہے
آسیہ رو بیٹھے ہو گھر قبلۂ من کسکا ہے
انتظار اب تجھے اسے تیر فگن کسکا ہے
پوچھ تو جاؤ کہ یہ سیب ذقن کسکا ہے
دل دھڑکتا ہے کہ یارب یہ کفن کسکا ہے
کانٹے پھولون سے ہین بار یہ چمن کسکا ہے

بولے مجھ زار کی تربت مین نکیرین تا اسیر
لاش تو ہے نہین خالی یہ کفن کسکا ہے

نہ سنے درد دل مرا نہ سنے
دل کی یارب وہ دلربا نہ سنے
یون وہان چل کہ پاؤن کی آہٹ
کسی نا آشنا کا کیا شکوہ
لاکھہ دلچسپ ہے مرا قصہ

مین کہون گا سنے وہ یا نہ سنے
ایسی حسرت بھری صدا نہ سنے
پاسبان کیا ہے نقش پا نہ سنے
آشنا کی جب آشنا نہ سنے
مگر اسنے کبھی سنا نہ سنے

جو کسیکو برا بھلا نہ کہے / وہ کسی سے برا بھلا نہ سُنے
دل وہاں ٹھنڈی سانسیں لیتا ہے / کوئی فقرہ جلا بھنا نہ سُنے
خواہشِ وصل پردہ شوخی سے / بوسے بس جانیے دو حیا نہ سُنے
وائے قسمت جو سب کی سنتا ہے / وہ بھی عاشق کی التجا نہ سُنے
دل جو کہتا ہے بے اثر ہے دوا / درد کہتا ہے چپ دوا نہ سُنے
پھول آہستہ توڑا سے گلچیں / دیکھ ظالم کہیں صبا نہ سُنے
وعدۂ وصل چپکے چپکے ہو / غمزہ عشوہ ادا حیا نہ سُنے
حال پھولوں کا جو خزاں نے کہا / کہیں بلبل وہ ماجرا نہ سُنے
میری فریاد رائگاں تو ہو / بت ہی سُن لیں اگر خدا نہ سُنے
درد پر دل نثار دل پر درد / ایسے دیکھے ہیں آشنا نہ سُنے
نالے میرے سُنے وہ اور تڑپے / میں سناؤں اگر تو کیا نہ سُنے
بہت اسے دل وفا وفا نہ پکار / کہیں وہ دشمنِ وفا نہ سُنے
میں تو سنتا ہوں تو جو کہتا ہے / اے ستمگر مگر خدا نہ سُنے
رات تھوڑی سی حسرتیں بیحد / کیا کرے کیا سُنے وہ کیا نہ سُنے
ناز اُٹھواتی ہے قضا مجھ سے / کہیں اُس شوخ کی ادا نہ سُنے

جو کوئی درد آشنا ہو امیر
ادھر آئے مرا فسانہ سُنے

منہ پہ کہدیں گے ہم قیامت کے / ہیں یہ فتنے کسی کے قامت کے
پھر وہ چمکے نصیب فرقت کے / تم چلے دن پھرے قیامت کے
چھپتی پھرتی ہیں حسرتیں پس مرگ / گوشے گوشے میں میری تربت کے
اس ادا سے چلے وہ حشر کے دن / فتنے پس پس گئے قیامت کے

مچلے جاتے ہین روٹھے بیٹھے ہین
کیا گلے ہین میری شکایت کے

عیش کر لو نئی جوانی ہے
ابھی دو چار دن ہین فرصت کے

ہجر کی ایک شب نے دکھلائے
سیکڑون دن مجھے قیامت کے

جلوۂ بزم عیش و سیر چمن
ہین ترارے سمندِ دولت کے

دیکھکر دخترِ رز کو بہکے شیخ
اٹھو ڈھونڈے سے وضو ہین حضرت کے

رتبہ دیکھو ہمارے نالون کا
کنگرے ہین قصورِ جنت کے

کیا کیا کوہکن سے شیرین نے
بھاگ سائے سے بے مروت کے

نازکی طرح اٹھے گا تابوت
ہم ہین کشتے تری نزاکت کے

باغ لوگون کو ہم کو داغ ملے
تجھے بھی پھول اپنی قسمت کے

دل کی افسردگی ہے مرکے وہی
جھلملے ہین چراغ تربت کے

ہفت دوزخ کو جانتا ہے امیر
گرم فقرے تری شرارت کے

دل ہین جو داغ ہین ندامت کے
پھول ہین سب یہ باغِ جنت کے

سوکھے جب پھول میری تربت کے
دوڑے سقے سحابِ رحمت کے

وصل کے دن قریب آتے ہی
جوڑ چلنے لگے نزاکت کے

کہتے ہین عاشقون سے اب اٹھیے
مرے جاتے ہین اپنی رخصت کے

دل مرا اور آرزو تیری
جان صدقے ہوا ایسی حسرت کے

تیری صورت بنا کے بیٹھ رہے
کارکن کارگاہِ صنعت کے

کیون نہو رنگ آنسوؤن کا سیاہ
ہین عزادار دل کی حسرت کے

ہوگئے سرخ ہونٹھ ہاتون مین
واہ کیا رنگ ہین نزاکت کے

دونون عالم ہوئے تہ و بالا
تم تھے پر فتنے ہین کیا قیامت کے

تیرے کشتون کے حق مین ہین قائل — رگڑے خنجر کے گھونٹ شربت کے

کہتے ہین تمکو دیکھکر یوسف — صدقے اِس پیاری پیاری صورت کے

جسکو دیکھا حسین لوٹ گئے — ہم تو عاشق ہین اِس طبیعت کے

وصل کیونکر ہو دونون قیدی ہین — ہم نقاہت کے وہ نزاکت کے

اُسکا نقشہ کھنچے تو اے نقاش — رنگ بھرنا مری طبیعت کے

اُسنے تلوون سے میرے دل کو ملا — آج ارمان نکلے حسرت کے

قتل کو دوڑکر چلے آئے — وصل مین عذر تھے نزاکت کے

رکھکے خنجر گلے پہ کہتے ہین — کیون چکھا دون مزے محبت کے

چلتے پھرتے ہین سو رہے ہین امیر
یار ہین سب ہماری صحبت کے

یہ گالی جو اے دلربا مل رہی ہے — دعا دی تھی اُسکی سزا مل رہی ہے

لگا چاہتی ہے کوئی آگ تازہ — شرارت سے اُنکی حیا مل رہی ہے

بھری زہر سے ہین عیادت کی باتین — مریضو تمکو اچھی دوا مل رہی ہے

گلے پر جو رک رک کے چلتا ہے خنجر — یہ گویا قضا سے ادا مل رہی ہے

الٰہی اُنھین راس آئے یہ زینت — لہو مین ہمارے حنا مل رہی ہے

مرے قتل کا دن ہے کیا عید کا دن — گلے تیغ کے کیون قضا مل رہی ہے

بہار آئی ہے چہچہاتے ہین بلبل — قیامت صدا سے صدا مل رہی ہے

مرا دل وہ تلوون سے ملتے ہین ہیہات — پہ مٹی مین میری وفا مل رہی ہے

امیر التجا کیون کرون چارہ گر سے — اذیت مین لذت سوا مل رہی ہے

امیر اب کہان شعر مین کوئی کامل
رہی ہے تو اک بحر کامل رہی ہے

قد نے گیسو کو سر چڑھایا ہے
سرو سے بھی بلند سایا ہے

خود نہین ابر گھر کے آیا ہے
شوق مستون کا گھیر لایا ہے

روح پھر آگئی بدن مین مرے
دیکھو تربت پہ کون آیا ہے

سجدے کرتے ہین طاقِ ابرو مین
ہمنے کعبہ نیا بنایا ہے

مشربِ صلحِ کل مین اسے زاہد
دیر بھی اک حرم کا سایا ہے

طرفہ آفت ہے روزِ فرقت بھی
حشر نے راس سے بٹھایا ہے

دیدۂ تر سے کرکے ہم چشمی
کیا سمندر نے غوطہ کھایا ہے

گیسوؤن سے ضیائے رخ ہے عیان
نورِ مہتاب چھن کے آیا ہے

کھیلتے ہین وہ غیر سے ہولی
دل لہو ہو کے رنگ لایا ہے

ہو نہو چھپ زلف مین ہوگا
ہمنے دل کا پتا لگایا ہے

مقصدِ طاعت جو روز کرتے ہین نذر
خلد کا پیشگی کرایا ہے

اُنس پیکان سے کیون نہو دل کو
اپنا ہمشکل یار پایا ہے

گھڑیون روئے ہین ہم امیر لہو
زخم کوئی جو مسکرایا ہے

کیون وہ مشتر نہین اپنے دربان سے
حورین چھپتی نہین ہین رضوان سے

نشتر اُن کی نکیلی پلکون کے
مانگتے ہین لہو رگِ جان سے

آبلے دل کے جب دکھاتا ہون
چھیڑ دیتے ہین نوکِ مژگان سے

پھنکے بلبل نے دام مین یہ کہا
آب و دانہ اٹھا گلستان سے

نخلِ امید ہوتا ہی ہین اسر سبز
سینچیے اسکو آبِ پیکان سے

چاک کرنے کی وضع پوچھتی ہے
صبحِ محشر مرے گریبان سے

چاندنی کو اگر چمکنا ہے
مانگ لے ذرے اُسکی افشان سے

وستِ وحشت سے پیشتر اُٹھے
آگے چل نکلے ہم گریبان سے

یادِ مژگان ہوئی پیامِ اجل
خون آنے لگا رگِ جان سے

برگِ گل لکہا سے ابر نہین
تیرے دامن مرے گریبان سے

پھول جھڑتے نہین خزان مین امیر
روٹھے جاتے ہین گل گلستان سے

شکلِ آئینہ جو حیرت ہوگی
دیکھ لینے کی تو صورت ہوگی

کچھ تو کچھ جائین گے آنسو میرے
لاش پر تمکو جو رقت ہوگی

کہتے ہین آئینگے ہم بھی پے دفن
کنگھی چوٹی سے جو فرصت ہوگی

وصل مین شام سے یہ خوف رہا
صبح کو کیا مری حالت ہوگی

لوگ کہتے ہین کہ بجلی چمکی
میری آہون کی شرارت ہوگی

دوڑ ساقی کہ ترے مستون کو
ہوش آیا تو قیامت ہوگی

نزاع مین ہون نہ چراؤ آنکھین
دیکھو پھر تمکو بھی حسرت ہوگی

کب تک اے شیخ حسینون سے گریز
یہی حورون کی بھی صورت ہوگی

ہے یہی چال تو دو ہی دن مین
آگے تم پیچھے قیامت ہوگی

گر د اسے حور ترے کوچے کی
اُڑ کے بوئے گلِ جنت ہوگی

یادِ خوبان ہے تو کیا رنجِ فراق
شبِ غم حور کی صورت ہوگی

دم لبون پر ہے بہت دیر نہین
آپ سے جلد فراغت ہوگی

آئنہ دیکھیے سنئیے نہ مجھے
آپ کی بھی یہی صورت ہوگی

بیخودی شیشہ نہ لوٹے کوئی
مجکو ساقی سے خجالت ہوگی

لاش اُس حور کے کوچے مین گڑی
روح اب داخلِ جنت ہوگی

ہم بھی محشر مین طلب ہونگے امیر
کیا قیامت مین قیامت ہوگی

نہ اُٹھو نزع میں حسرت ہوگی
یار پھر کا ہے کو صحبت ہوگی

آپ گھر غیر کے جائیں ہم بھی
مر ہی جائیں گے جو غیرت ہوگی

یہی بیتابی دل ہے تو مجھے
مر کے بھی خاک نہ راحت ہوگی

وہ تو ہونے کے نہیں گرم خرام
کون کہتا ہے قیامت ہوگی

رو دیئے گا نہ مرے ماتم میں
قبر میں مجھکو اذیت ہوگی

گرمی مہر قیامت کیسی
طپش دل کی شرارت ہوگی

ہمسے دیوانے اگر جمع ہوئے
کیا پریشان قیامت ہوگی

کشتہ اک چاند سے رخسار کا ہوں
چاندنی چادر تربت ہوگی

آنکھ اُس حور کو تکتے تکتے
نرگس گلشن جنت ہوگی

یہ اُٹھا دینے کی حکمت ہے نئی
کہتے ہیں پھر بھی زیارت ہوگی

دل اُٹھاؤں گا میں اُس سے ناصح
ناز اُٹھانے سے جو فرصت ہوگی

میں نے شکر اُنکا کیا غیروں سے
اُنکو اس کی بھی شکایت ہوگی

آئنہ دیکھنے دو اُن کو امیر
دیکھنا اور ہی صورت ہوگی

اُٹھا پردہ تو شرم حائل ہوئی
نہ بیٹھی ہے پتلی مقابل ہوئی

طبیعت کہیں اُن کی مائل ہوئی
جو پازیب تھی وہ سلاسل ہوئی

جب اُس شمع رو سے مقابل ہوئی
چراغ سحر شمع محفل ہوئی

بڑھا ہجر میں اس قدر ضعف دل
مجھے سانس لینی بھی مشکل ہوئی

چھپا دختر رز کو پیر مغان
جوان ہو کے پردے کے قابل ہوئی

اجل آ گئی اپنی پیری میں یاد
سحر کو جو گل شمع محفل ہوئی

چھری کھنچ کے اُس ترک کی میان سے
گلا بیچ میں رکھنے کے قابل ہوئی

شبِ غم جو اُس زلف کا تھا خیال
بلا بھی پری بنکے نازل ہوئی

ہوا وصل اُس سے تو اک دم کے دم
یہ سمٹی کہ شب آنکھہ کا تل ہوئی

ہوا گرم رحمت کا جب محکمہ
مرے جرم کی فرد باطل ہوئی

شبِ غم کی صورت نہ نکلی کبھی
بلا جو مرے گھر مین نازل ہوئی

کبھی قتلگہ مین جو تیغِ ادا
قضا شوق سے بڑھکے بسمل ہوئی

وہ لاغر ہون باہر جو ہون آپ سے
تو سمجھون کہ طے کوئی منزل ہوئی

جوانی کے دن آئے نامِ خدا
وہ گات اب چھپانے کے قابل ہوئی

ہوا دونون آنکھون سے یہ جوشِ اشک
کہ گنگا سے جمنا مقابل ہوئی

نظر بھر کے دیکھا یہ کس مست نے
کہ سرشار محفل کی محفل ہوئی

بڑھی قیدِ غم دیکھکر زلفِ یار
مرے دل کی اُلجھن سلاسل ہوئی

چھُری تیری مژگان کی ایسی ہے تیز
کہ ساقی بطِ مے بھی بسمل ہوئی

وہان باغ مین کی قبا گل نے چاک
یہان ٹکڑے ٹکڑے سلاسل ہوئی

مین دیوانہ کیون ہو وحشت مین آگیا
یہ کیسی مری عقل زائل ہوئی

پڑھا ما عرفناک برسون اسیر
تو کچھہ معرفت اُسکی حاصل ہوئی

حجابِ نور ایسا درمیان ہے
عیان ہو کے وہ آنکھون سے نہان ہے

رقیبون پہ جو وہ مہربان ہو
ہمارا حق نصیبِ دشمنان ہے

نزاعِ مرگ و ہستی اب کہان ہے
قدم خنجر کا تیرے درمیان ہے

کہین وہ ایک بوسے پر جو دون دل
کہا ہان اچھا مگر قیمت گران ہے

ہوا تو ہے ترے عشاق مہ جبین
جدھر تو اُسطرف عالم روان ہے

کہو لیلی سے اب پردہ الٹ دے
ترے ناقے کا مجنون ساربان ہے

اٹھا جب ابر و وٹر سے مست بیخود
فلک کیا میفروشی کی دکان ہے

زلیخا کیا جو تمکو دیکھہ پائین
کہین یوسف بھی کیا اچھا جوان ہے

ہزارون خوبرو رہتے ہین اس مین
یہ دل بھی کیا تماشے کا مکان ہے

تڑپ کر کہتے ہین مژگان کے کشتے
یہ لذت زخم خنجر مین کہان ہے

یہ وقت مرگ لیلے کی دعا تھی
الٰہی خوش رہے مجنون جہان ہے

تم اپنے پاؤن سے کانٹے نکالو
مجھے اے ہمرہو فرصت کہان ہے

نہین بیوجہ میری بیقراری
کوئی شاید کسیکا میہمان ہے

صدا یہ تیشۂ فرہاد کی تھی
الے تیری مشقت رائیگان ہے

کرے دو حصے مجکو تیغ اُس کی
امید ایسی مری قسمت کہان ہے

مہر الفت مین تیری جلتا ہے
صبح کا تجھہ پہ دم نکلتا ہے

ہے زمانہ بھی کیا ترا بیتاب
رات دن کروٹین بدلتا ہے

شمع کہتی ہے یہ پتنگون سے
کہو پہلے سے کون جلتا ہے

حورین کیونکر تری زبان سیکھین
لب و لہجہ کہین بدلتا ہے

سوز غم بعد مرگ بھی ہے وہی
ہڈیون سے دھوان نکلتا ہے

ہے گلرنگ یہ نہین ہے امیر
دہن شیشہ لعل اگلتا ہے

بدن مین جان شب وصل دوستان آئی
اجل ہوا بھی ہو اسوقت تو کہان آئی

ہزار طوطی و بلبل نے مشق پیدا کی
نہ اسکو آئی نہ اُسکو مری زبان آئی

بہار جوش پہ ہے شور سے ہین پھولون مین
ذلیل ہوگی جو اب باغ مین خزان آئی

کہا جگر نے کہ اب چھیڑیے مرا قصہ
جو خاتمے پہ کبھی دل کی داستان آئی

پھری نہ مرضیِ جلاد سے کبھی گردن
ہزار بار تہِ تیغِ امتحان آئی

وہ بادہ کش ہین قدم جھکگئے امیر وہین
جو میفروش کی ہمکو نظر دُکان آئی

کوے جانان مین ہوئی ہے جو شہادت میری
دامنِ حور کے سائے مین رہی تربت میری

آج کل آئنۂ یار سے حیرت میری
چڑھتی ہے مُنہ پہ سکندر کے بھی قسمت میری

پیچ مین عشق کے ہون پر ہے یہ ہمت میری
تیرے گیسو بھی بل کرتی ہے قسمت میری

ہنسکے فرماتے ہین وہ دیکھ کے حالت میری
کیون تم آسان سمجھتے تھے محبت میری

پھیر لیتا ہے مجھے دیکھ کے منہ آئینہ
میرے آگے سے سرک جاتی صورت میری

سو پریخانے مرے وحشتِ جنون کے صدقے
تختِ پریون کے اُڑا لائی ہے وحشت میری

یاد آتی ہے دمِ فکر جو وہ طرزِ خرام
نازکرتی ہوئی چلتی ہے طبیعت میری

کیا وفادار ہے تا گور مرا ساتھ دیا
میرے گھر تک مجھے پہنچا گئی غربت میری

چارہ گر مجھ سے مکدر ہے الٰہی کیا ہے
آج مٹی ہوئی جاتی ہے طبیعت میری

کس سے شرماتے ہو تم وصل مین یان غیر نہین
مین ہون یا ایک مرے پاس ہے حسرت میری

ہو چکے قتل دو عالم تو کہا ظالم نے
آج کچھ رنگ پہ آئی ہے طبیعت میری

چاہ سے قتل کرو پیار سے مٹی دیدو
ہاے اتنی بھی نہین تمکو مروت میری

مین نے آغوشِ تصور مین بھی کھینچا تو کہا
پس گئی پس گئی بیدرد نزاکت میری

ہاتھ جوبن تلک اُنکے تو پہنچتا ہی نہین
چٹکیان دل مین مرے لیتی ہے حسرت میری

لامکان مین نہ پتا ہے نہ مکان مین میرا
مجھکو کیا جانے کدھر لیگئی وحشت میری

بیدھڑک وصل مین چلاؤ نہ اِتنا دیکھو
کہین گھبرا کے نکل آئے نہ حسرت میری

جرمِ اُلفت سے مین انکار اگر کرتا ہون
آئینہ سامنے رکھدیتی ہے حیرت میری

یار پہلو مین ہے تنہائی ہے کہدو نکلے
آج کیون دل مین چھپی بیٹھی ہے حسرت میری

حور آئی مری تربت پہ تو مین یہ سمجھا
آزماتے ہین ابھی تک وہ محبت میری

تجھ سے اے باد صبا مجھکو یہ امید نہ تھی
چار پھولون کو ترس جائیگی تربت میری

کس ڈھٹائی سے وہ دل چھین کے کہتے ہین امیر
وہ مرا گھر ہے رہے جس مین محبت میری

بعد مرنے کے بھی چھوڑی نہ رفاقت میری
میری تربت سے لگی بیٹھی ہے حسرت میری

ایسی نازک ہے ترے ہجر مین حالت میری
تو بھی چاہے تو نہ نکلے کوئی صورت میری

دھوم ہے روز قیامت کی قیامت کیسی
آئی ہے بھیس بدلکر شب فرقت میری

پھول داغون کے مرے دل مین جو دیکھے تو کہا
کیا بہاران خوب بنائی ہے محبت میری

چین سے حور کے آغوش مین مین سوتا ہون
سیج فردوس کے پھولون کی ہے تربت میری

آئنہ دیکھ کے منھ ملتے تو ہنسکر بولے
اب تو مجھ سے بھی لجانے لگی صورت میری

توبہ کی جان کو بجلی ہے چمک بجلی کی
بدلی آتے ہی بدلجاتی ہے نیت میری

مسی سرمے کے لیے قاف مین پریان لیجائین
کہین نکلے تو ترے دل سے کدورت میری

در قاتل کا پتا دیتی ہے مشتاقون کو
غضب مین بیٹھی ہے اُس کوچہ مین تربت میری

وصل مین چھیڑ کا شکوہ نہ زبان پر لانا
چوم لے گی ترے ہونٹون کو شکایت میری

کہتے ہین مال ہے میرا تو مجھی کو دیدو
کیون بغل مین لیے بیٹھے ہو محبت میری

آئنہ صبح شب وصل جو دیکھا تو کہا
دیکھ ظالم یہی تھی شام کو صورت میری

توبہ بھی کر کے خم مے کا نہ پیچھا چھوڑا
مہر کی طرح لگی رہتی ہے نیت میری

مجکو کیا غم نہین دیتے ہین وہ مٹی تو نہ دین
خاک مین مجکو ملا دیگی کدورت میری

کہتے ہین اپنی نزاکت کے مین صدقے جاؤن
کہ بچا لیتی ہے یہ وصل مین عزت میری

جسطرف دیکھ لیا اُسنے وہ چلا اُٹھا
دیکھیے دیکھیے وہ آئی طبیعت میری

بیخودی نے کیے بال و پر عنفت پیدا
میرے گم ہونے سے عالم مین ہے شہرت میری

دختِ رز کہتی ہے واعظ سے کہ مین کچھ بھی ہون
مگر اللہ کے گھر مین تو ہے حرمت میری

قہر سے حشر مین یہ کہکے چھڑایا مجھکو
جانے دے اِسکی طرفدار ہے رحمت میری

آرسی آئنہ چوری مین ہین دونون اُستاد
جب بچی آنکھ چرا لیگئے حیرت میری

جب مین جانون کہ بدلتا ہے زمانہ کروٹ
وصل کی شب سے بدل دی شبِ فرقت میری

جان بلب ہوکے بھی دم توڑ رہا ہون مین امیر
اسقدر ضعف پر اللہ رے طاقت میری

مرکے بھی ایسی شگفتہ ہے طبیعت میری
پھولونکے ساتھ کھلی جاتی ہے تربت میری

کہتے ہین حسن مین دیکھے کوئی عصمت میری
کہ نہین ملتی ہے پریون سے بھی رنگت میری

خنجرِ ناز نے نوشاہ بنایا مجھکو
آئی مقتل مین دلہن بنکے شہادت میری

وصل مین اُن کی حیا دیکھکے نکلے کیونکر
دل مین شرمائی ہوئی بیٹھی ہے حسرت میری

خاک مین مجکو ملا کر بھی ہوے صاف نہ وہ
مٹ گیا مین نہ مٹی ہائے کدورت میری

شمع روتی ہے بہت اِسکو اُٹھا لے کوئی
بیٹھ جائے نہ کہین کچّی ہے تربت میری

دیکھتے ہین جو وہ آئینہ تو کہتا ہے یہ عکس
تم تو بنتے ہو بگڑتی ہے طبیعت میری

اپنے مستون پہ کڑی پڑتی ہے ساقی کی نگاہ
آج مشکل ہے کہ ثابت رہے نیت میری

کہتے ہین میری جگہ پیار کیا کر اسکو
مین نہین تو ترے دل مین ہے محبت میری

گلۂ جور کیا مین نے تو وہ بت بولا
قدرت اللہ کی تم اور شکایت میری

عمر گزری ہے نکلنے کا نہین لیتی ہے نام
شبِ فرقت بھی ہے شاید کوئی حسرت میری

فاتحے کو جو وہ آیا تو لپٹ کر رویا
نقشِ حب بن گئی تعویذ سی تربت میری

آج گھر مین مجھے جنت کا مزہ آتا ہے
گیسوے حور کی لٹ ہے شبِ وصلت میری

دل سے بھی باتین مین کرتا ہون تو وہ کہتے ہین
سن رہا ہون مین کیے جاؤ شکایت میری

شان پیدا ہوئی ہے عشق مین معشوقی کی
جوڑ ہے تیری نزاکت کا نحافت میری

کہتے ہیں آئینے کی آنکھ سے شرم آتی ہے
میری صورت سے بھی ملتی ہے جو صورت میری

کھوسے دیتی ہیں مرے دلکو لٹیں زلفوں کی
اُلجھیں گلیوں میں بھٹک جاتی ہے نیّت میری

ہاتھ سینے سے جھٹک دیتے ہیں وہ سوتے میں
رات کو روز سرک جاتی ہے دولت میری

حسن اور عشق ہم آغوش نظر آجاتے
تیری تصویر میں کھچ جاتی جو حیرت میری

آس تھی روزِ قیامت کی نہ آیا وہ بھی
چکھ گئی اُسکو بھی شاید شبِ فرقت میری

بھیجدے شاید رحمت کو اب اے ربِ کریم
ہمنشیں کوئی نہیں سونی ہے تربت میری

الفتِ موئے کمر نے یہ گھلایا ہے امیر
آئینے میں نظر آتی نہیں صورت میری

بے ترے حالت ہے یہ گلزار کی
نکہت گل سانس ہے بیمار کی

حکم ہے باتیں کرو اغیار کی
واہ کیا فرمائشیں ہیں یار کی

مل گئیں ہم سے نگاہیں یار کی
ہوگئیں آپس میں باتیں پیار کی

ہوں وہ لاغر در پہ اُسکے گر پڑا
کھا کے ٹھوکر سایۂ دیوار کی

اُٹھ چلے جب وہ خبر دی موت نے
نبض ابھی چلتی ہے اس بیمار کی

حال مجھ سے سر پٹکنے کا نہ پوچھ
دیکھ لے حالت در و دیوار کی

خشمگیں ہے یار ظاہر میں تو ہو
ہم نظر پہچانتے ہیں پیار کی

دل میں رہیے خواہ آنکھوں میں حضور
جلوہ گاہیں دونوں ہیں سرکار کی

جرم میرے حد سے باہر ہیں تو ہوں
رحمت اُن سے بڑھکے ہے غفّار کی

شمع کی آتش زبانی پر نہ جا
اور ہوتی ہے زبان گفتار کی

ہجر میں باقی نہیں کچھ میرے پاس
اک شکایت ہے تو وہ بھی یار کی

فرطِ بیماری سے میں گھلتا نہیں
کوفت کھاتے جاتی ہے غمخوار کی

آگئے بالیں پہ مرے بولی اجل
ہیں دوا ہوں عشق کے آزار کی

گل ترے عارض کے دیوانے ہوے
پھاڑے کپڑے راہ لی بازار کی

وہ مسلمان ہون اگر توڑون ہین بت
صاف آواز آئے استغفار کی

عاجزی کسدن مرے گھر سے گئی
ہے وہی افتادگی دیوار کی

حشر کے دن بھی نہ وہ آئے نظر
دل مین حسرت رہگئی دیدار کی

اے اسیر اسکی لگاوٹ پر نہ جا
مار ڈالین گی نگاہین پیار کی

دم تری الفت پوشیدہ کا بھرنے والے
دل جلے سینہ جلے اف نہین کرنے والے

عشق مین جی سے گزرتے ہین گزرنے والے
موت کی راہ نہین دیکھتے مرنے والے

داغ دل سے مرے کہتا ہے یہ اسکا جوبن
دیکھ اسطرح ابھرتے ہین ابھرنے والے

بزم ماتم مین کبھی شب ہی کو آجا چھپکر
او مرے سوگ کی برتے مین سنورنے والے

پھر بہار آئی ہے پھر ہمکو جنون ہوتا ہے
کیا دن آئی ہین فراغت سے گزرنے والے

دیدۂ و دل مین رقیبون کے بسے ہین جاکر
میری آنکھون سے مرے دلمین اترنے والے

آخری وقت بھی پورا نہ کیا وعدۂ وصل
آپ آتے ہی رہے مرگئے مرنے والے

پھر چھپکیگی مے گلرنگ چڑہین گے نشئے
خوشے انگور کے رند ہین اترنے والے

اٹھے اور کوچۂ محبوب کو پہنچے عاشق
یہ مسافر نہین رستے مین ٹھہرنے والے

بام پر کھول کے زلفونکو وہ خوش کہتے ہین
راستہ بند ہی سانپ ہین گزرنے والے

بحر ہستی مین جو ڈوبے تو عدم مین نکلے
پار اتر جاتے ہین یون پار اترنے والے

نزع مین ہم ہین غم عشق یہ چلاتا ہے
دیکھ غربت مین مجھے چھوڑ نہ مرنے والے

دل بیتاب مگر آہ کوئی کی تونے
رو اٹھے چیخکے کیون بات نکرنے والے

اب مرے اٹھین گے اٹھتی ہی جوانی ان کی
نخل امید سے دو پھل ہین اترنے والے

کیون رقیبون سے جلون مین کہ یہ سب ہین ای ترک
ذکر میر اتری سرکار مین کرنے والے

وقتِ انکار زبان چلتی ہے خنجر کی طرح — خون اقرار کا کرتے ہیں مکرنے والے

جان دینے کو کہا اُن سے تو ہنس کر بولے — تم سلامت رہو ہر روز کے مرنے والے

آبِ خنجر کو بھی قاتل نے مجھے ترسایا — نہ دیے حلق سے دو گھونٹ اُترنے والے

مردے پر مُردے مزاروں میں گڑینگے تا حشر — لاکھ مہمان ہوں یہ گھر نہیں بھرنے والے

تیغ و خنجر سے نہ جھگڑا سر و گردن کا مٹا — چل بسے موڑ کے منہ فیصلہ کرنے والے

نزع میں کیا نظر آتا ہے کوئی برق جمال — آنکھیں کر لیتے ہیں کیوں بند یہ مرنے والے

کبھی داغوں کے چمن پر بھی نظر حسرت سے — او مرے پھولوں میں پھولوں سے سنورنے والے

جب میں کہتا ہوں کہ مرتا ہوں تو کہتی ہے اجل — مر بھی چک اب کہیں او روز کے مرنے والے

نزع کا وقت جو گزرا تو خوشی کیا اسکی — ایسے صدمے ابھی کتنے ہیں گزرنے والے

آسمان پر جو ستارے نکل آئے تو امیرؔ
یاد آئے مجھے داغ اپنے اُبھرنے والے

اِک ذرا دیکھ تو کیا کہتے ہیں مرنے والے — او غریبوں کے مزاروں پہ گزرنے والے

پھر کہاں دل کا پتا دل میں حسیں جب آئے — گھر بھی لیجاتے ہیں اس گھر میں ٹھہرنے والے

دلِ عشاق کے ٹکڑے نہیں یہ پرچے ہیں — داورِ حشر کی خدمت میں گزرنے والے

موت کہتی ہے کہ دیتے تو حسینوں پہ ہیں جان — اور مجھے مفت لیے مرتے ہیں مرنے والے

منہ پہ آ کر کے نہ آئیں تو کمند سے کیوں چوٹی — ناگنیں بند چھڑاتی ہیں خود بال بکھرنے والے

جلوے سے اِن برق جمالوں کے غضب ہیں دل کو — برسوں تڑپائینگے دم بھر کو ٹھہرنے والے

آئے تربت پہ تو وہ کروٹ کے ہاتھ اٹھا بولے — سر کٹاتے ہیں مرے پاؤں پہ پھرنے والے

ساتھ دو چار کو لے نکلیں گے ہم مقتل سے — پڑ کے مرتے نہیں جوڑ کے ہیں مرنے والے

تار اشکوں کا نہ ٹوٹے گا لپٹ کر اُن سے — اب گلے سے نہیں یہ ہار اُترنے والے

نقشِ پا سے بھی اپاہج کہیں دیکھے ہی نہیں — ہر قدم پہ یہ سا تھ ہیں ٹھہرنے والے

حورین بولین سگئے جنت کو جو مستانۂ عشق
آئے کوثر سے نہا دھو کے نکھرنے والے

گھر کے گھر کردیے خالی ترے غصے نے نگہ
آج تک تجکو بھرے جاتی ہین بھرنے والے

دل دھڑکتا ہے مرا دیکھ کے جوبن کا ابھار
چوم لین منہ نہ تمہارا یہہ ابھرنے والے

غمِ کونین سے جھنجھلا کے یہ بولا غمِ عشق
بھاگ تجھسے دلِ عاشق نہین بھرنے والے

ہمتو دم کوچۂ جانان ہی مین جا کرین گے
گور کیسی نہین جنت مین ٹھہرنے والے

چاند کو داغ لگائین جو ملین وہ عارض
چاندنی میلی ہو نکھرین جو نکھرنے والے

روح نے پردے مین تو یہ سکے کیے لاکھ بناؤ
زاہد اس طرح سنورتے ہین سنورنے والے

خوب پہچان سگئے اہلِ ہوس کو وہ امیر
نظرون پر چڑھ گئے سب دل سے اترنے والے

لیکے دل کہتے ہین وہ بال بکھرنے والے
کہ بگڑنے مین بھی بنتے ہین سنورنے والے

ہاے قاتل نہین ملتا کہین شمشیر بکف
سر ہتیلی پہ لیے پھرتے ہین مرنے والے

دو قدم وہ جو چلے فتنے یہ چلا اٹھے
اب نہین پاؤن قیامت کے ٹھہرنے والے

بولے وہ آئنہ خانے مین عجب سیر ہے یان
ساری دنیا کے اکھٹا ہین سنورنے والے

کہتے ہین کیجیے عشاق کی خاطر کب تک
انکے دل تو نہین دیدار سے بھرنے والے

کام آئیگی نہ ظاہر کی چمک محشر مین
عرقِ شرم مین ڈوبین گے نکھرنے والے

جتنے عارف ہین وہ دنیا سے الگ رہتے ہین
خضر کب گھر مین ہین رہزن کے ٹھہرنے والے

یون بدلنے کے نہین لالہ و ریحان کی لباس
ٹکڑے ہو ہو کے یہ کپڑے ہین اترنے والے

جان لینے کا سلیقہ تو اجل کو آئے
جان مرنے سے چرائی نہین مرنے والے

کھچکے محرم جو بندھی اور بھی ابھرا جوبن
کہین دبتے ہین دبانے سے ابھرنے والے

زلفین ہونگی جو پریشان تو جھڑینگی افشان
بال کے ساتھ یہ موتی ہین بکھرنے والے

ملگجے عرش مین ہین جو حورون کی خبر لیتے ہین
کیا قیامت ہے وہ ہین آج نکھرنے والے

عشق نے پھیر کے منہ پر مرے زردی یہ کہا
ہم ہین رنگ آپکی تصویر مین بھرنے والے

کہو بلبل سے کہ منقار کی لائے مقراض
پھول پانون کیلیے ہین وہ کترنے والے

خم کے خم ہو گئے خمخانۂ غم مین خالی
دل نہ مستون کے بھرے تھک گئے بھرنے والے

جیتے مین کبھی ہین کرتا ہے جو وہ وعدۂ وصل
کیا کہا پھر تو کہو او کہے سے مکرنے والے

قابلِ رحم قیامت مین نہ ٹھہرینگے امیر
رحم دنیا مین غریبون پہ نکرنے والے

خاکی نژاد خاک کے اندر چلے گئے
جس گھر سے آئے تھے پھر اُسی گھر چلے گئے

شب اُٹھکے انجمن سے جو تم گھر چلے گئے
ہم اُٹھ سکے نہ آپ سے باہر چلے گئے

کین چلتے چلتے مڑکے نگاہین یہ تیر تیر
دل مین مرے چبھو کے وہ نشتر چلے گئے

غیرون کے بند بند کیے یار نے جدا
پر اُن کے جوڑ توڑ برابر چلے گئے

تربت پہ میری ہاتھ اُٹھانے کا ذکر کیا
وہ فاتحے سے ہاتھ اُٹھا کر چلے گئے

ملکِ عدم کی آمد و شد کا ہے کیا شمار
ستر جہان مین آئے بہتر چلے گئے

مجھ سخت جان سے چل نہ سکا قاتلون کا زور
مقتل مین توڑ توڑ کے خنجر چلے گئے

دل پر ہے اختیار نہ قابو ہے جان پر
کیا جانے کیا وہ پھونک کے منتر چلے گئے

لے ہمصفیر اُڑ نہ سکا جب مین ضعف سے
اُڑ اُڑ کے سوئے باغ مرے پر چلے گئے

آئے وہ کیون اس آنے سے حاصل ہی کیا ہوا
چپ چاپ تھوڑی دیر بیٹھے اُٹھے گھر چلے گئے

بجلی ابھی چمک کے چھپی یا وہ ناز سے
جھلکی دکھا کے پردے کے اندر چلے گئے

شیشے پکارتے ہین کہ رندانِ بادہ نوش
آئے تباہ کر کے مرا گھر چلے گئے

ہنستے ہوئے وہ سامنے آئے جو مثلِ برق
مانند ابر ہمکو رُلا کر چلے گئے

آنکھین لڑانے غیر سے نکلے تھے وہ مگر
دیکھا جو مجھکو آنکھ چُرا کر چلے گئے

کیا ہستی و عدم کا کہین حال اب امیر

اِس گھر سے تنگ جب ہوئی اُس گھر چلے گئے

جو گھر مین پھر کے ہم اُنکے حضور سے آئے
کلیم پھر بلا قامت طور سے آئے

خطا معاف کرین آئین شب کو وہ چھپکر
وہ دن بھی فضلِ خداے غفور سے آئے

سمندِ ناز سے اُترے نہ بیٹھت کیا
وہ آئے گھر مرے پر کس غرور سے آئے

خدا تو عفو کرے بار بار دیکھکے جبدم
غضب ہی باز نہ بندہ قصور سے آئے

وہان یہ حکم کہ کپڑے بھی چھین لو اِسکے
مین منتظر کوئی خلعت حضور سے آئے

دکھاؤن دخترِ رز کا جمال واعظ کو
کہ شرم کچھ اُسے تعریفِ حور سے آئے

لحد مین آئے نکیرین تو مین یہ سمجھا
نقیب مجکو بلانے حضور سے آئے

وہ بادہ کش ہون کہ ہو جاؤن مست حشر کو دن
صداے قلقلِ مینا جو صور سے آئے

ہمین نہ تم سے ملا کچھ رہے وہی اچھے
کہ خالی ہاتھ تو موسیٰ نہ طور سے آئے

گناہگار ترے گیسوؤن کے محشر مین
بندھے ہوے رسنِ زلفِ حور سے آئے

بخیر کیجیے گا یاد حضرتِ موسیٰ
کبھی جو ذکر ہمارا حضور سے آئے

امیر اپنی جو آنکھین ہون طالبِ دیدار
چمک کے برق ابھی کوہِ طور سے آئے

آ کے غربت مین ہمین عیشِ وطن بھول گئے
لطف اُٹھایا یہ قفس مین کہ چمن بھول گئے

نجد مین پھرتے ہین کیون چار طرف سرگردان
کیا نشانِ مرقدِ مجنون کا ہرن بھول گئے

ابتو بھولے سے بھی کرتا نہین تو یاد ہمین
جتنے وعدے تھے سب اے عہد شکن بھول گئے

مین وہ دیوانۂ عریان تھا کہ مرقد مین عزیز
دفن کرنے لگے مجکو تو کفن بھول گئے

قید مین طول کھچا یہ کہ اسیرانِ قفس
شکلِ گُل بھول گئے رنگِ چمن بھول گئے

بخت بیدار ہوے آکے ترے کوچے مین
صورتِ خوابِ فراموش وطن بھول گئے

دل کو ہر پیچ مین گیسوے رسا کے ڈھونڈا
پیر یہ چوکے کہ ترا چاہِ ذقن بھول گئے

سالہا سال ہوسے ہین ہمین آئی ہچکی ۔۔۔ کیا غریبون کو عزیزان وطن بھول

نالے گھٹ گھٹ کو مرے دل ہی مین رہتے ہین امیر
کیا بلا انکو ہوئی راہِ دہن بھول گئے

تیغ کھینچے جو یار آتا ہے ۔۔۔ اور بھی مجکو پیار آتا ہے
دل کو اب کب قرار آتا ہے ۔۔۔ سُن لیا ہے کہ یار آتا ہے
بال کھولے جو یار آتا ہے ۔۔۔ گھر کے ابرِ بہار آتا ہے
زلف و رُخ کو سنوار آتا ہے ۔۔۔ اور کیا تجکو یار آتا ہے
تیرے وعدے سی عشق ہے اسکو ۔۔۔ ساتھ ہی اعتبار آتا ہے
وصل مین اسکو کسنے بلوایا ۔۔۔ غصہ کیون بار بار آتا ہے
دیکھکر مجکو چتونون سے کہا ۔۔۔ وہ تمھارا شکار آتا ہے
روز تکیون مین جا کے دل میرا ۔۔۔ دوستون کو پکار آتا ہے
کیا مصیبت عدم مین ہے یارب ۔۔۔ کہ ہر اک اشکبار آتا ہے
اک نظر دل کو دیکھ لو دیکھو ۔۔۔ کب سے امیدوار آتا ہے
دردِ دل مین مری تسلی کو ۔۔۔ گریہ بے اختیار آتا ہے
تمکو آتا ہے پیار پر غصہ ۔۔۔ مجکو غصے پہ پیار آتا ہے
چین آتا نہین مزار مین آج ۔۔۔ کون سوے مزار آتا ہے
کہتے ہین آنکھین بند کر لو تم ۔۔۔ اِسی رستے سے پیار آتا ہے
گردِ کلفت کو دل مین دو نہ جگہ ۔۔۔ آئینے مین غبار آتا ہے
زندگی مین کبھی نہ آ نکلا ۔۔۔ مر گئے پر قرار آتا ہے
تیری رحمت کو دیکھکر مجرم ۔۔۔ حشر مین شرمسار آتا ہے
ذبح کے وقت اسکی گھبراہٹ ۔۔۔ دیکھکر مجکو پیار آتا ہے

بیقراری کا گھر ہے دل میرا — تو کہاں اسے قرار آتا ہے
فتنے کہتے ہیں دیکھ کر اسکو — فتنۂ روزگار آتا ہے

جا ہے شکوہ مری زبان پہ امیر
شکر بے اختیار آتا ہے

جب سے بلبل تو نے دو تنکے لیے — ٹوٹتی ہیں بجلیاں ان کے لیے
مے نہ دی قرض اُس نے دو دنکے لیے — جتنے توڑے ہم نے گن گن کے لیے
دن مرا روتا ہے میری رات کو — رات روتی ہے مری دن کے لیے
ہے جوانی خود جوانی کا سنگار — سادگی گہنا ہے اس سن کے لیے
پاک رکھا پاک دامن سے حساب — بوسے بھی گن کر دیے گن کے لیے
کون ویرانے میں دیکھے گا بہار — پھول جنگل میں کھلے کن کے لیے
ساری دنیا کے ہیں وہ میرے سوا — میں نے دنیا چھوڑ دی جنکے لیے
ذرّہ ذرّہ دُردِ مے کا زاہدو — دوربین ہے چشمِ باطن کے لیے
وصل میں جھنجھلا کے وہ بولی کہ ہائے — کن کا جوبن اور ہے کن کے لیے
کیمیاگر آگ سا دیکھا نہیں — تار سونے کے دیے تنکے لیے
باغباں کلیاں ہوں ہلکے رنگ کی — بھیجنا ہے ایک کمسن کے لیے
سب حسیں ہیں زاہدوں کو ناپسند — اب کوئی حور آئیگی ان کے لیے
جائیے سونپا خدا کو جائیے — تھا یہ سارا حسن ضامن کے لیے
ذبح کرنے میں بڑا مشتاق ہے — گھر ہو مسلخ میں مؤذن کے لیے
وصل کا دن اور اتنا مختصر — دن گنے جاتے تھے اِس دن کے لیے
کھا گیا ہم ناتوانوں کو فراق — کھول کر منہ دیو نے تنکے لیے

صبح کا سونا جو ہاتھ آتا امیر

بھیجتے تحفہ مؤذن کے لیے

تند مے اور ایسے کمسن کے لیے / ساقیا ہلکی سی لا ان کے لیے

حور یارب ہے جو مومن کے لیے / بھیجدے دنیا میں دو دن کے لیے

واسطے قسمت وہ بھی کہتے ہیں برا / ہم برے سب سے ہوے جنکے لیے

پی بھی لے زاہد جوانی میں شراب / عمر بھر ترسے گا اس دن کے لیے

گالیوں میں بھی ہونٹ کی ہے مزہ / اک ہنر ہے عیب بھی انکے لیے

دختر رز سی پاک دامن چاہیے / شیخ جی سے پاک باطن کے لیے

کہتے ہیں چھپنے کی بھی اچھی کہی / پردے میں بیٹھینگے ہم انکے لیے

دل کا ضامن تو ترا کیا اعتبار / پہلے اک ضامن ہو ضامن کے لیے

چھا دی چھائیگی کیا فوج خزان / صرصر آئی باغ میں تنکے لیے

وصل میں بوسے جھٹک کر یا تھا وہ / پھول پھل سب آج ہیں انکے لیے

بن سنور کر آرسی دیکھا کیے / سب تکلف تھے یہ ہمسن کے لیے

تجھسے رخصت ہو مرا عہد شباب / یا خدا رکھنا نہ اس دن کے لیے

جھاڑتی ہے کون سے گل کی نظر / بلبلیں پھرتی ہیں کیوں تنکے لیے

کھا گئی پیری جوانی کو مری / ہائے تھی یہ رات اس دن کے لیے

بوسہ بازی میں انہیں دھوکے دیے / لے گئے دس بیس دس گن کے لیے

لاش پر عبرت یہ کہتی ہے امیر
آئے تھے دنیا میں اس دن کے لیے

عجب عالم ہے اسکا وضع سادی شکل بھولی ہے / کھبی جاتی ہے دل میں کیا رسیلی نرم بولی ہے

ادا میں کھیلتی ہیں رنگ تلوار اس نے تولی ہے / لہو کی چلتی ہیں پچکاریاں مقتل میں ہولی ہے

سیاہی داغ کی سرخی میں ہے یا جوش مستی میں / یہ لالے نے شفق رنگ میں افیون گھولی ہے

بہار آئی چمن ہوتا ہے مالامال دولت سے
نکالا چاہتے ہین زر گرہ غنچون نے کھولی ہے

عجب ملبوس ہے ہم وحشیون کا رخت عریانی
گریبان ہے نہ دامن ہے نہ پردہ ہے نہ چولی ہے

گھٹا کی سیر حجرے سے نکل کر دیکھ اے زاہد
نہانے کو یہ چوٹی حور نے جنت مین کھولی ہے

پری نے قاف مین دیکھی جو وہ تصویر بول اٹھی
مین اس صورت کی صدقے ہای کیسی بھولی بھولی ہے

خفا کیون ہو جو آوازے کسے عاشق نے غیرون پر
یہ آزادون کی باتین ہین یہ انکی بولی ٹھولی ہے

صراحی دور مین آتی ہے زاہد ہون جو محفل مین
جھکا لین اپنی آنکھین دختر رز کی یہ ڈولی ہے

نظربازی سے جو ملتی ہے لذت دلمین کہتی ہین
ترے دیدار کی بھوکے فقیرون کی یہ جھولی ہے

اداہی سے تری مرتا ہے جو مرتا ہے دنیا مین
قضا کہتے ہین جسکو وہ اسی سانچے کی گولی ہے

جگاتی ہے یہ کہہ کر صبح پیری چشم غافل کو
بس اٹھ او نیند کی ماتی کہ شب بھر خوب سو لی ہے

طمع سے وہ نگاہ شوخ جا لیتی ہے دشمن سے
کمر بجلی نے کو وہ آتش افشان کی ٹٹولی ہے

وہ کہتے ہین کہ ہم آنکھون مین سب کو تاڑ لیتے ہین
محبت ساری دنیا کی اسی کانٹے مین تولی ہے

صبا ان منہ بندھی کلیون نے تجھکو کسکی چوری کی
کہ تو نے صبح کو ایک ایک کی بقچی ٹٹولی ہے

امیر ایسے شگفتہ ہین مضامین نازک و رنگین
غزل کیا ہے یہ پھولون سے بھری گلچین کی جھولی ہے

عجب ناگن ہے زلف اسکی کہ جس محفل مین کھولی ہے
وہان سے جو چلا ہے اٹھکے اسکے ساتھ ہو لی ہے

تصور مین مری کیا کیا پری مضمون پھرتے ہین
مری نازک خیالی ان حسینون کی مجھولی ہے

طمع کی لت مرے پر بھی نہین جاتی حریصون سے
کمر تحت الثری مین جا کی قارون کی ٹٹولی ہے

گلوری کھائی اس غنچہ دہن نے تو یہ مرجھائے
کہ ہے جو پھول گلشن مین مری پایون کی ڈھولی ہے

کہان ہے قصر شاہی مین چھپر کھٹ نازنینون کا
وہ بچون کا گھروندا ہے یہ گڑیون کی کھٹولی ہے

کرم کرتی ہے رحمت دیکھیے کسپر کہ محشر مین
وہ صف پرہیزگارونکی یہ میخوارونکی ٹولی ہے

چھپا کر منہ نہ رکھوا اسکو روز حشر او ظالم
جہان تک آنکھ سے رویا کیا فرقت مین رولی ہے

نہ روک اسے سخت جانی جاؤ دم اب جان بسمل کو
گلے مل کے رخصت خنجر قاتل سی ہولی ہے

خوشامد اسے دل بیتاب اس تصویر کی کب تک
یہ بولا چاہتی ہے پر نہ بولے گی نہ بولی ہے

ادا کی تیغ ہی سے ساری دنیا ہو چکی بسمل
نکیلی چتونوں نے اب یہ برچھی کیسی تولی ہے

سوا تیرے کسی کا آئینے نے منہ نہیں دیکھا
تجھے دیکھا ہے جب سے آرسی نے آنکھ کھولی ہے

تصور میں بھی انکو کھینچتا ہوں تو وہ کہتے ہیں
مسک جائے نہ او بیدرد نازک میری چولی ہے

بہار لالہ و گل دو گھڑی تو دیکھ لینے دے
ابھی نرگس نے او گلچیں چمن میں آنکھ کھولی ہے

اکیلے تم کہاں ہو وصل کی شب دل لگانے کو
ہنسی ہے چھیڑ ہے آپس کی چہلیں ہیں ٹھٹھولی ہے

کلی گل کی ہو راضی وصل پر بلبل سے کیا ممکن
ہزاروں منتوں پر تو چٹک کر منہ سی بولی ہے

امیر اس بیوفا دنیا کی صورت پر نہ تم جاؤ
بڑی عیار ہے مکار ہے ظاہر میں بھولی ہے

بتوں ہی میں ہے وہ بت کچھ تجھے خبر بھی ہے
چھپا ہوا انہیں فتنوں میں فتنہ گر بھی ہے

یہاں تو جان بھی ہے دل بھی ہے جگر بھی ہے
تری نگاہ میں کچھ جذب کا اثر بھی ہے

لپٹ کے تم سے تصور میں کوئی سوتا ہے
کدھر خیال تمہارا ہے کچھ خبر بھی ہے

وہ تیغ میان میں کرتے ہیں کوئی یہ کہہ دے
کہ اک غریب سا مشتاق قتل ادھر بھی ہے

یہ بیخودان محبت پہ طعن اے واعظ
مزے سے بیخبری کی تجھے خبر بھی ہے

گئے جہان سے منعم مگر ترک نہ گیا
کہ بعد مرگ سنہری مزار پر بھی ہے

عجب رفیق ہے یہ بیکسی کہ بعد فنا
سر مزار غریباں یہی نوحہ گر بھی ہے

جو تیر دل کی طرف اس کمان سے چلتا ہے
پکارتا ہے وہیں سے کہیں جگر بھی ہے

نہ دست ناز میں رکھیں تو کب کریں آخر
کہاں وہ تیغ کو باندھیں کہیں کمر بھی ہے

ہواے شوق اجبا اٹھاری ہے امیر
وگرنہ تجھ میں کہیں طاقت سفر بھی ہے

لاش پر اشک تری آنکھ سے بارے نکلے
شکر ہے آج تو ارمان ہمارے نکلے

دن کی شب ہوگئی گردون پہ ستارے نکلے
ہم وطن سے ہین اسی درد کے مارے نکلے
چار آنسو بھی نہ ماتم مین ہمارے نکلے
دل سے ارمان ہمارے نہ تمہارے نکلے
وہ بھی درپردہ تمہارے ہی اشارے نکلے
گرمیان کرنے کو پتھر سے شرارے نکلے

…یہ صدا آئی امیر
…لیے چلنے کو آرے نکلے

روتے روتے باغبان کو آج ہچکی لگ گئی
غنچہ بھی چٹکا تو میرے دل پہ گولی لگ گئی
سلسلہ پیدا ہوا رفعت کا سیڑھی لگ گئی
اٹھ گئی دیوار در پر بھیڑ ایسی لگ گئی
باغبان آواز مین بلبل کے پتی لگ گئی
رات بھر مین ایک پل جب آنکھہ میری لگ گئی

…نے مین بسمل ہوگیا
…پہ برچھی لگ گئی

اس ختن مین طرز جست وخیز آہو اور ہے
جسکا بسمل ہے جہان وہ تیغ ابرو اور ہے
فقر کے جامے کو زینت دے وہ اتو اور ہے
پانی پانی جو کرے دل کو وہ آنسو اور ہے
جامے سے باہر ہین گل رنگ اور ہے بو اور ہے

ملگیا ہون تجھ مین مین ہر چند مثل آب و رنگ
شوق کہتا ہے ابھی ہین اور ہون تو اور ہے

بو سے یوسف مصر سے کنعان مین لائی ہے صبا
اب دماغ حضرت یعقوب مین بو اور ہے

بوالہوس دم دیکھے کیا لیگا مری قاصد سے خط
چلگیا تھا جو پیمبر پر وہ جادو اور ہے

بہر بالش حور کا زانو نہین درکار کیا
جسپہ ہم سر رکھکے سوتے ہین وہ زانو اور ہے

کان مین موتی جو تم پہنو بڑھے آبرو
بحر سے قطرہ کہے ہین اور ہون تو اور ہے

بار آیا دیکھنے انکو ٹھہر جا کوئی دم
میرے تڑپانے کا وقت ای درد پہلو اور ہے

جنبش مژگان سے مارا نا توانون کو تو کیا
بانکپن کی نوک لے ترک جفا جو اور ہے

بوئے گل رکھ چھوڑ کیا ہم کو اڑاتی ہے صبا
تازہ ہے جس سے دماغ اپنا وہ خوشبو اور ہے

آہو چین کب پھنسا سکتا ہے ہمکو لے امیر
شیر کو جو صید کرتا ہے وہ آہو اور ہے

چشم مخمور کو کیا کام قدح نوشی سے
کم نہین سرمہ ترا دارو بیہوشی سے

زندگی بھر مین رہا جامۂ عریانی مین
مرگ کے بعد ہے کیا کام کفن پوشی سے

کبک سے ہو جو ہم آغوش تو لذت اٹھے
لطف کیا ماہ کو ہالے کی ہم آغوشی سے

چھپ ہوا جسکی طرف گھور کے تم نے دیکھا
کم نہین گرد نظر سرمۂ خاموشی سے

تذکرہ کچھ تو کیا میری پریشانی کا
آج الجھے وہ بہت زلف کی سرگوشی سے

رنگ گلزار تحیر نظر آیا جب سے
غنچہ سان بند ہین لب لذت خاموشی سے

خلق ناراض خدا ناخوش امیر اس سے ہے
عیب بدتر نہین انسان مین حق پوشی سے

ہے یقین پھر دل عاشق نہ کبھی غم مین رہے
عشق جا کر جو برے حسن کے عالم مین رہے

مرگ دشمن کی خبر سنکے بھی ماتم مین رہے
ہم خوشی مین بھی رہے یون کہ کوئی غم مین رہے

شاد دل غم مین رہے عید محرم مین رہے
کچھ سپیدی بھی مرے جامۂ ماتم مین رہے

غم کہاں جاکے رہیگا نہ رہینگے جب ہم
ہمتو جب تک رہیں عالم میں اسی غم میں رہے

غنچۂ گل کو چمن میں یہ ہوا ہے اے گل
عطر دان بنکے ترے گیسوئے پرخم میں رہے

شوخیوں نے کسی قاتل کی کیا ہے بسمل
مر بھی جائیں تو یقین ہے کہ تڑپ ہم میں رہے

پاس عصمت سے یہ ہے حکم مرے ساقی کا
دامن دختر رز حجرۂ مریم میں رہے

خم بھی رویا مجھے پیمانہ بھی رویا مجھکو
جتنے تھے چھوٹے بڑے سب شریک ماتم میں رہے

آکے بگڑی ہوئی اس باغ کی دیکھی جو ہوا
شور سے کوچ کے شب بھر گل شبنم میں رہے

جمع ہیں سائل دشنام ذرا منھ کھولو
ہے غضب قفل جو دروازۂ حاتم میں رہے

چارہ گر مشک نہیں سودۂ الماس سہی
جز کوئی مزۂ زخم کا مرہم میں رہے

لب جان بخش کی ہے یاد تو مرنا کیسا
موت کیونکر عمل عیسی مریم میں رہے

بیخودی سے ہمیں یہ حال نہ تا زیست کھلا
ایک عالم میں رہے ہم کہ دو عالم میں رہے

اور کوئی تو عزادار نہ تھا غربت میں
میرے کاندھوں کے فرشتے مرے ماتم میں رہے

اپنے بیگانے کو روتے ہی کٹی عمر امیر
کبھی دشمن کے کبھی دوست کے ماتم میں رہے

دو جہاں چھوڑ کے عشاق ترے غم میں رہے
دونوں عالم سے جدا تیسرے عالم میں رہے

عاقبت میں ہو تو خود عیش یہاں غم میں رہے
ڈوب کر خندۂ گل گریۂ شبنم میں رہے

محو تصویر کی صورت یہ ترے غم میں رہے
نہ رہے اتنی بھی باقی کہ خودی ہم میں رہے

حیف ہے تم مرے مرنے کا ذرا غم نہ کرو
آنکھ تر شمع کی پروانے کے ماتم میں رہے

غیر کے رنگ میں ملتے ہیں کہیں اہل صفا
سبزۂ گل پہ سپیدی وہی شبنم میں رہے

صرصر مرگ اڑا لیگئی سب پھولوں کو
خار ہی خار فقط گلشن عالم میں رہے

کنگھی چوٹی میں مری جان دکھاؤ وہ ادا
پھنس کے مشاطہ کا دل گیسوئے پرخم میں رہے

شرم کے ساتھ ہو شوخی بھی تمہیں میں کیا خوب
ربط ہے تو عجب ہو کہ وہ تم میں تو یہ ہم میں رہے

دلمین عصیان کے یہ سہے ایک ہو داخل خلد | عفو کہتا ہے کہ کوئی نہ جہنم مین رہے
چوڑیان ٹوٹی ہوئی نیل بدن پر ہین پڑے | بزم دشمن ہین کہ تم مجلس ماتم مین رہے
باتین ناصح کی سنین یار کے نظارے کیے | آنکھین جنت مین رہین کان جہنم مین رہے
زعفران کی بھی پیالی ہو کوئی پھولون مین | اثر خندۂ شادی مرے ماتم مین رہے
اُنکے تڑپانے کی طاقت جو نہین ہم مین نہو | کاش اپنے ہی تڑپنے کی سکت ہم مین رہے
مرگ عاشق کی خبر آئی تو جھنجھلا کے کہا | روز سوم مرتے ہین کب تک کوئی ماتم مین رہے
تو اُلجھتا ہے اُلجھنے سے اگر بالون کے | بھید ہے مجکو یہ اُلجھن بھی مرے دم مین رہے

ہم وہ ہین رند کہ رندی کا نہ لے نام امیر
آگے دو دن پسر نوح اگر ہم مین رہے

حسن مرنے کا یہ ہے حسن مرے غم مین رہے | سوگ مین بیٹھے ادا ناز بھی ماتم مین رہے
گر غریب الوطنی بھی نہ مرے غم مین رہے | اور پھر کون ہے غربت مین جو ماتم مین رہے
کبھی کعبے مین چلے دور کبھی جنت مین | کشتی مے کبھی کوثر کبھی زمزم مین رہے
یاس اسکو بھی تو رہنے نہین دیتی دل مین | کاش امید ہی ملنے کی تری ہم مین رہے
جسطرح ریگ رہے شیشۂ ساعت مین روان | چلتے پھرتے ترے مشتاق دو عالم مین رہے
وصل کا دن ہے سنورنے کو بگڑنا کیسا | جاکے اب چلین جہان گیسوے پرخم مین رہے
ہنس ہی دین وہ مرے پھولون مین تو رو دین یہ بھی | ناز کی کچھ تو مری مجلس ماتم مین رہے
باغ جنت سے اسی کی تو بدولت نکلے | کیون نہ شق سینۂ گندم غم آدم مین رہے
میرے گھر کیا ہے شب ہجر جو روز آتی ہے | یہ بلا جاکے کسی گیسوے پرخم مین رہے
پانی جتنا تھا وہ سب پیگئے پینے والے | خاک اڑانے کو نہین چشمۂ زمزم مین رہے
روح تا چند رہے تن مین کچھ انصاف بھی ہے | قید کب تک یہ پری قالب آدم مین رہے
بانکی چتون سے کنکھیون مین کرو مجکو شکار | نوک کی بات بھی کوئی نگہ کم مین رہے

گرمی ہجر مین یاد آئی جو اُن آنکھون کی
لیکے آغوش مین حورون کو جہنم مین رہے

دیکھ لے ہجر مین عالم جو مرے سینے کا
مرنہ جائے تو اجل نزع کے عالم مین رہے

جذبِ الفت جو ہوا اپنی چمن مین باد سے
مہر پتلی کی طرح دیدۂ شبنم مین رہے

جان اس کشمکش نزع پہ صدقے ہے امیر
رنگ اگر اُسکی کھچاوٹ کا بھی کچھ دم مین رہے

وصل ہو جائے یہین حشر مین کیا رکھا ہے
آج کی بات کو کیون کل پہ اُٹھا رکھا ہے

محتسب پوچھ نہ تو شیشے مین کیا رکھا ہے
پارسائی کا لہو اس مین بھرا رکھا ہے

کہتے ہین آئے جوانی تو یہ چوری نکلے
میرے جوبن کو لڑکپن نے چرا رکھا ہے

دل سی شئے گرد کدورت مین ستم ہو کہ نہین
ہائے کیا خاک مین ظالم نے ملا رکھا ہے

پاس گھبرے ہوئے ہے مجھکو مگر ہان کچھ کچھ
آسرا تیری لگاوٹ نے لگا رکھا ہے

کہتے ہین میری بلا جانے ترا دل ہے کہان
چور ہین کیا مرے دشمن کہ چرا رکھا ہے

خونِ عاشق کو ہے اب دسترس اُس تک مشکل
منہدی نے پہلے ہی سے رنگ جما رکھا ہے

کہتے ہین نازکی لذت کا تو کچھ شکر نہین
اور مزہ یہ ہے کہ نام اُس کا جفا رکھا ہے

ہین تمہارے ہی تو جلوے کے کرشمے سارے
اُسکو کیا تکتے ہو آئینے مین کیا رکھا ہے

یاد آتا ہون کبھی ہین تو پہن لیتے ہین
ایک جوڑا مرے پھولون مین بسا رکھا ہے

ناز سے کشتۂ انداز کو پامال بھی کر
یہ ستم کس کے لیے تو نے اُٹھا رکھا ہے

آدمی زاد ہین دنیا کے حسین لیکن امیر
یار لوگون نے پریزاد بنا رکھا ہے

آپ نے غیر کا خط ہم سے چھپا رکھا ہے
دیکھیے دیکھیے تکیے مین وہ کیا رکھا ہے

ہین تغافل مین بھی سرگرم ستم وہ آنکھین
آپ تو سوتے ہین فتنون کو جگا رکھا ہے

دیکھنا صبح کو انجام پتنگون کا اے شمع
تو نے سر پہ تو پتنگون کو چڑھا رکھا ہے

ناز سے وار کیا اُسنے یہ کہکر مجھ سے
لے یہ خنجر بھی ترے دم کو لگا رکھا ہے

ہم چلے دیر سے کعبے کو تو وہ بت بولا
جا کے لے لیجیے کعبے مین خدا رکھا ہے

کہتے ہین دل تو ہوا خون مری حسرت مین
اور یہ کیا ہے جو پہلو مین دبا رکھا ہے

بیخودی نقشِ خودی ہمسے نہین مٹ سکتا
تو مٹانے پہ جو آئے تو مٹا رکھا ہے

حشر پر قامتِ جانان کا ہے جلوہ موقوف
اِس قیامت کو قیامت پہ اُٹھا رکھا ہے

وحشتِ زر ہوش مین آنے نہین دیتی مجھکو
اس پری نے مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے

سرمہ اے گردِ گنہ تو ہی کھلا دے اسکو
صور نے شورِ قیامت کا مچا رکھا ہے

جان بھی ہجر مین دیدیتے مگر ہمنے امیر
کسی موقع کے لیے اسکو لگا رکھا ہے

اِک عمر ہو گئی کہ اقامت سفر مین ہے
نقشہ مگر وطن کا ابھی تک نظر مین ہے

جو خون اُبل چلے وہ مری چشمِ تر مین ہے
جو داغ رنگ لاے وہ میری جگر مین ہے

دن رات یاد ہے دُرِ دندانِ یار کی
کشتی ہماری عمر کی آبِ گہر مین ہے

ہم ہین برنگِ لالہ ازل سے الم نصیب
جزوِ بدن ہے داغ جو اپنے جگر مین ہے

اے بحرِ حسن دیکھ تڑپ انتظار کی
مچھلی ہے مردمک جو مری چشمِ تر مین ہے

نیرنگیان تصورِ کامل کی دیکھیے
تصویرِ یار دل مین ہے نقشہ نظر مین ہے

مرتا ہے اُسپہ غیر بھی تو مین ہون بیقرار
دشمن کے دل کا داغ بھی میرے جگر مین ہے

دنیا ہے بے ثبات مین کیا ہو ہمین ثبات
جس گھر مین ہم مقیم وہ گھر ہی سفر مین ہے

قاتل ابھی سوار بھی گھر سے نہین ہوا
کشتون کا ڈھیر چار طرف رہگزر مین ہے

رکھتا نہین زمین پہ مارے خوشی کے پاؤن
شاید جوابِ خط کمرِ نامہ بر مین ہے

یارب امیر کے بھی گناہون سے درگزر
یہ بھی تو آخر اُمتِ خیر البشر مین ہے

یہ سب ظہور شان حقیقت بشر مین ہے — جو کچھ نہان تھا تخم مین پیدا شجر مین ہے

ہر دم جو خون تازہ مری چشم تر مین ہے — ناسور دل مین ہے کہ الٰہی جگر مین ہے

کھٹکا رقیب کا نہین آغوش مین ہے یار — اسپر بھی اک کھٹک سی ہماری جگر مین ہے

واصل سمجھیے اُسکو جو سالک ہے عشق مین — منزل پہ جانیے اُسے جو رہگزر مین ہے

آنکھون کے نیچے پھرتی ہے تصویر یار کی — پتلی سی اک بندھی ہوئی تار نظر مین ہے

کرتے ہین اس طریق سے طے ہم رہ سلوک — سر اُسکے آستان پہ قدم رہگزر مین ہے

پہلو مین میرے دل کو نہ اے درد کر تلاش — مدت ہوئی تباہی کا مارا سفر مین ہے

مستی کی کیا بہار ہے دندان یار پر — سوسن کا پھول چشمۂ آب گہر مین ہے

ہو درد عشق ایک جگہ تو دوا کرون — دل مین جگر مین سینے مین پہلو مین سر مین ہے

صیاد سے سوال رہائی کا کیا کرون — اُڑنے کا حوصلہ ہی نہین بال و پر مین ہے

قاصد کو ہاتھ داغ کے بھیجا ہے یار نے — خط کی نئی رسید کف نامہ بر مین ہے

تیر قضا کو ناز ہے کیا اپنے توڑ پر — اتنا اثر تو یار کی سیدھی نظر مین ہے

آجاؤ تیغ باندھکے پھر سیر دیکھ لو — میرے گلے پہ ہے کہ تمھاری کمر مین ہے

ساقی مے طہور مین کیفیت ہین سہی — پر وہ مزہ کہان ہے جو تیری نظر مین ہے

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہین ہم امیر
سارے جہان کا درد ہمارے جگر مین ہے

حسین تو ہے وہ مروت نہین اگر نہ سہی — غضب کی آنکھ تو ہے لطف کی نظر نہ سہی

پہنچ ہی جائے گا لکھین تو اُسکو نامۂ شوق — چلین گے آپ ہی ہم لیکے نامہ بر نہ سہی

مری طپش سے ہے دل کی بیقراری سے — تمام خلق ہے واقف تمھین خبر نہ سہی

تمہاری ایک نظر مین تو کام ہوتا ہے — گھڑی ہی بھر کو چلے آؤ عمر بھر نہ سہی

یہی ہجوم بلا ہے تو کوئی دم مین ہے صبح — شب فراق کی اے دل نہین سحر نہ سہی

شگفتہ صورت گل داغ دل تو ہیں پس مرگ — چڑھا سے پھول نہ اس گل نے قبر پہ نہ سہی
بھلا نہ کہہ تو برا بھی نہ کہہ انہیں زاہد — خدا کا خوف تو کچھ کر بتوں کا ڈر نہ سہی

امیر نالہ کشی ہجر میں نہیں سہتے
سجنا ر دل کا نکل جائیگا اثر نہ سہی

طور پر اسے جلوہ پیش دل ہیں وہ آئینہ اسے لیے — آج ہم شوخی پہ ہیں تجلی سے لڑانے والے
آئینہ سامنے آتا ہے عوض سینے کو — ہوشیار اور سے دیوانہ بنانے والے
شام ہوتے ہی شب وصل بجا ہے گھر — ہاتھ تو ہیں ترے گھڑیال بجانے والے
دیکھ کر چار طرف عکس وہ اپنا بولے — کیوں مجھے گھیرے ہیں آئینہ خانے والے
ہم جو پہنچے تو قیامت میں ہوا غل آئے — دھجیاں دامن محشر کی اڑانے والے
جام مے کاتب اعمال کو بھی دے ساقی — وہ بزرگ آئے ہیں ہاتھ اسکے زمانے والے
بولے حسرت سے وہ تابوت کو کاندھا دیکر — بوجھ اٹھواتے ہیں اپنا ترا اٹھانے والے
اشک خجلت عرق شرم ہیں دونوں ہو — دم آخر مری بگڑی کے بنانے والے
آگ کعبے میں لگاتا ہے یہ کیا کرتا ہے — توبہ کر توبہ کر او دل کے جلانے والے
کشتۂ چشم پری ہوں مجھے انسان نہ چھوئیں — ہوں پری زاد جنازے کے اٹھانے والے
سو عزیز آئے مگر ایک بھی نہ نکلا افسوس — چار آنسو مری تربت پہ بہانے والے
لاش پر میری وہ آئے تو نزاکت نے کہا — کیا یہ کاندھے ہیں تابوت اٹھانے والے
جب کہا میں نے کہ قاتل مجھے ٹھنڈا کر دے — ایسے ٹھنڈا انہیں کرتے ہیں جلانے والے
عصمت و شرم سے کہتی ہے جوانی انکی — اب بٹھائیں انہیں پردے میں بٹھانے والے
تیغ قاتل سے میں لپٹا تو وہ کھنچکر بولی — یہ بڑے آئے گلے مجکو لگانے والے
خاک رنج و غم و اندوہ سے آباد ہو دل — ہیں یہ سب خانہ خرابی کے گرانے والے
اپنے آئینے سے وہ پوچھتے ہیں کون ہو تم — میری تصویر کو سینے سے لگانے والے

دل سے جھنجھلا کے یہ کہتا ہے خیالِ جانان
کون ہو تم مجھے ہر وقت بلانے والے

کیسی راہِ عدم آباد ہے ہموار اسیر
چین سے سوتے چلے جاتے ہین جانیوالے

دمِ اخیر تو ظالم ذرا نگاہ ملے
کچھ اس غریب مسافر کو زادِ راہ ملے

ہمین بھی طور پہ موسیٰ کی طرح راہ ملے
کبھی تو دیکھنے والون سے بھی نگاہ ملے

وہ بغلین جھانکین جو سایہ میانِ راہ ملے
چرائین آنکھین اگر عکس سے نگاہ ملے

مین ہون وہ کعبہ نشین جا کے دیر کے در پر
پکارتا ہون کوئی بت خدا کی راہ ملے

دل و جگر کی تڑپ دیکھ کر وہ کہتے ہین
کہ مدعی سے بھی چالاک یہ گواہ ملے

وہ تیغ کھینچے ہوے کہہ رہے ہین محشر مین
زبان کاٹ کے رکھدون جو دادخواہ ملے

ہم اے مسیح ہین اغماض سے ترے بیدم
ہماری نبض ملے گر تری نگاہ ملے

مین اپنے نامۂ اعمال کی بلائین لون
جو تجھ سے رنگ کچھ اسے گیسوئے سیاہ ملے

ہزارون وعدے کیے پر نہ کی وفا اک دن
فقیر بھی ہمین جھوٹون کے بادشاہ ملے

گزرتے جاتے ہین کیا جلد وصل کے دن رات
مرے رقیب سے شاید ہین مہر و ماہ ملے

دل و جگر بھی طرفدار ہو گئے اُن کے
مرے حریف سے جا کر مرے گواہ ملے

کرون مین دعوتِ پیرِ مغان تکلف سے
جو ایک رات کو زاہد کی خانقاہ ملے

کرم کرے جو وہ بندہ نواز بندون پر
بتون کو ڈھونڈنے نکلین خدا کی راہ ملے

کھُلے جو لب ترے اقرارِ وصل کرنے مین
ہوا مین خوش کہ برابر کے دو گواہ ملے

لباس فقر کا ایسا پسند ہے مجھکو
بناؤن پھاڑ کے گدڑی جو رختِ شاہ ملے

لنڈھاؤ چار طرف خم کے خم یہ میخوارو
کہ محتسب کو خرابات کی نہ راہ ملے

اسیر میکدۂ معرفت کو یون جاؤن
کہ راہ مین کوئی مسجد نہ خانقاہ ملے

در کریم پہ محشر مین تا کہ راہ ملے
گناہگارون مین چھپ چھپ کے بیگناہ ملے

فنا تو قبل فنا ہو بقا کی راہ ملے
یہ قلعہ وہ ہے جہان موت سے پناہ ملے

نشان خاک نظر آئے تا جلے کا سبب
ہوا اور ریخ مین پردہ جو گرد راہ ملے

وصال مرتبۂ انتہا ہے عاشق کو
گہر نہ ہاتھ لگین جب تلک نہ تھاہ ملے

ہجوم یاس سے قالب مین روح ٹھہری ہے
چھٹے یہ بھیڑ تو اس راہرو کو راہ ملے

چلا ہین دشت مصیبت مین چال سوزنکی
قدم قدم پہ مجھے ڈوبنے کو چاہ ملے

جو وہ سپر ہو تو مژگان و مردمک کی طرح
ہزار تیرون مین انسان کو پناہ ملے

ہٹا کے آئنہ رکھدون دل اُسکے زانو پر
کسی بہانے تو اُس شوخ سے نگاہ ملے

اس آسرے پہ مین پھرتا ہون دشت غربت مین
سراغ یارون کا پوچھون جو گرد راہ ملے

اُتارون آئنۂ دل مین عکس کی صورت
ذرا نگاہ سے اُسکی اگر نگاہ ملے

حریص جرم کیا ہے یہ عفو نے تیرے
کہ مانگ لون اگر ابلیس سے گناہ ملے

پڑا ہے ہجر مین وہ تفرقہ جو تو ڈھونڈے
تو مین کہین مرا سایہ کہین سیاہ ملے

ہم اس اُمید پہ محشر سے خلد کو پہنچے
کہ شاید آگے ترے گھر کی ہمکو راہ ملے

یہ چاہ اُسکی ہے جسنے کنوئین جھکائے امیر
سمجھکے چاہ ذقن گر پڑون جو چاہ ملے

سر راہ عدم گور غریبان طرفہ بستی ہے
کہین غربت برستی ہے کہین حسرت برستی ہے

حقیقت دختِ رز کی کیا ہے کیا زندگی ہستی ہے
ترے دم سے یہ ساقی گرمی بازار مستی ہے

تری مسجد مین واعظ خاص ہین اوقات رحمت کے
ہمارے میکدے مین رات دن رحمت برستی ہے

ہمین شاہد پرستی مین سمجھ معذور اے واعظ
جوانی کا ہے نشہ بیخودی ہر جوش مستی ہے

خمار نشۂ مے سے نگاہین اُن کی کہتی ہین
یہان کیا کام تیرا یہ تو متوالونکی بستی ہے

ہزارون قتلگہ مین آرزو مند شہادت ہین
تمہاری تیغ دیکھا چاہیے کسپر برستی ہے

جوانی لیگئی ساتھ اپنے سارا عیش مستونکا
صراحی ہے نہ شیشہ ہے نہ ساغر ہے نہ مستی ہے

دم مستی مژہ کی اشکباری دیکھ اے ساقی
گھٹا ہلکی سی ہے پر جھوم کر کیا کیا برستی ہے

جوانی داغ دیجائیگی ناز اسپر نہ کر غافل
برنگ مستیٔ طاؤس کوئی دم کی مستی ہے

بتون کے عشق نے اللہ تک ہمکو رسائی دی
ہماری بت پرستی نزد یاران حق پرستی ہے

ہمارے گھر مین جسدن ہوتی ہے اُس حور کی آمد
چھپر کھٹ کو پری آکر پری خانے سی کستی ہے

کبھی کروٹ نہین لیتا کوئی گور غریبان مین
یہ کیسی نیند سوتے ہین یہ کیسی انکی مستی ہے

زبان حال سے کہتے ہین تابوت و لحد غافل
کہ رستے مین عدم کے بھی بلندی اور پستی ہے

اشارون پر ترے مقتل مین عزرائیل چلتے ہین
قضا اپنی کمر تار نظر سے تیرے کستی ہے

چلے نالے ہمارے یہ زبان حال سے کہکر
ٹھہر جانا پہنچکر عرش پر ہمت کی پستی ہے

بڑھاپے نے ہرن سب کر دیے نشے جوانی کے
ترنگین مستیون کی ہو چکین اب فاقہ مستی ہے

امیر اک تختۂ ہموار ہے یہ شعر کا کوچہ
طبایع کے تفاوت سے بلندی اور پستی ہے

خودی سے بیخودی مین آ جو شوق حق پرستی ہے
جسے تو نیستی سمجھا ہے اے غافل وہ ہستی ہے

کہین زائد کہین کم بادۂ عرفان کی مستی ہے
بقدر وسعت مشرب مقام مے پرستی ہے

ترے قربان لے مرگ غریبی جلد اب لیچل
وطن کے دیکھنے کو روح مدت سے ترستی ہے

غضب کے جوش مین ہے دختر رز خیر ہو ساقی
بھری بیٹھی ہے دیکھا چاہیے کسپر برستی ہے

دل ویران کو میرے دیکھکر کہتی ہے ویرانی
خدا آباد رکھے اسکو کیا دلچسپ بستی ہے

نہ شاخ گل ہی اونچی ہے نہ دیوار چمن بلبل
تری ہمت کی کوتاہی تری قسمت کی پستی ہے

نہ گھبرا اے دل واماندہ اب منزل قریب آئی
اسی بستی کے آگے اور آباد ایک بستی ہے

نہ ہو جو آپ ہی مین اُس سے پھر پاس ادب کیسا
تکلف برطرف ساقی کہ وقت جوش مستی ہے

نگاہ ناز خال رُخ سے میدان محبت مین
ستم کے تیر پڑتے ہین غضب گولی برستی ہے

جدا ہم اور دستِ غیر و زلفِ دلبر و شانہ
خدا کی شان جو پیپا تھے انکو پیشدستی ہے

خدا جانے ترا جی لگ گیا دنیا مین کیون ایدل
اُجاڑ اک چند گھر ہین یہ حقیقت مین یہ بستی ہے

قدم جس خاک پر پڑتا ہے تیرے خاکسارونکا
اگر اکسیر کے مول تو وہ ہاتھ آئے تو سستی ہے

بلائین لیتے لیتے مست ہوجاتی ہے مشاطہ
وہ چوٹی ار گجے کے عطر مین جسوقت بستی ہے

برہمن کیونکہ نہ گرد اُس روے آتش رنگ کے گیسو
عبادت ہندون کی دین مین آتش پرستی ہے

بڑھا اسے آہ رسا اب کنگرے پر عرش کے پہونچی
بلندی کو بلندی جاننا ہمت کی پستی ہے

نہین بچتا دلِ پر داغ تیری زلفِ پیچان سے
یہ وہ ناگن ہے جو طاؤس کو اُڑ اُڑ کے ڈستی ہے

امیر آتی ہے یہ آواز ناقوسِ برہمن سے
بُتِ پندار کو توڑو جو شوقِ بت پرستی ہے

خبردار اے مسافر خوف کی جا راہِ ہستی ہے
ٹھگونکا بیٹھکا ہے جابجا چورونکی بستی ہے

بہار آئی ہے ساقی عام فیضِ مے پرستی ہے
در و دیوار سے اس دور مین مستی برستی ہے

تری تلوار مین جوہر ہین قاتل ابرِ رحمت کے
گنہگارون پہ آکر جوش مین کیا کیا برستی ہے

حقیقت آشنائے بت کی نہین معلوم زاہد کو
خدا کی شان امیر دعوئِ ایزد پرستی ہے

اجل آنے نہین پاتی کہ ہوجاتا ہے کام آخر
ترے خنجر کو قاتل کیا قضا کی پیشدستی ہے

ہماری آہ کی گرمی جو دیکھی رعد چلایا
معاذ اللہ یہ تو برق کا بھی منہ جھلستی ہے

جلو مین حضرتِ موسی کے ہین دل سوختہ لاکھون
سواری مین تری برقِ نہالِ طور ہستی ہے

جو آتا ہے وہان سے چیتھڑا تن پر نہین ہوتا
عدم مین بھی الٰہی کیا کوئی نانگون کی بستی ہے

خمیدہ قد ہے جن کا نیک و بد ہی جھک کے ملتے ہین
برابر دونون پاگون پہ ہلالی تیغ کستی ہے

بتون کو دیکھ کر ہم کلمۂ توحید پڑھتے ہین
خدارا حق ہے جسمین وہ ہماری بت پرستی ہے

تری آنکھون کو کیا تشبیہ دین ہم چشمِ آہو سے
وہان شوخی ہی شوخی ہے یہان شوخی و مستی ہے

نہ کوئی شمع لاتا ہے نہ کوئی گل چڑھاتا ہے
مزارون پر غریبون کے عجب غربت برستی ہے

مرے دامن سے ساری نوک ہی خارِ مغیلاں کی
جنون میرے گریبان تک تیری تیز دستی ہے

مکدر کر دیا اسکو نکو یہ دل کی کدورت نے
کہ خاک آنکھون مین مثلِ شیشۂ ساعت برستی ہے

نفس کی آمد و شد پر نہ دم بھر زندگانی کا
ارے غافل یہی مقراض بہرِ رشتۂ ہستی ہے

نئی ترکیب پائی چشمِ بد دور اُن کی آنکھون نے
غزالون کی ہے شوخی نرگسِ شہلا کی مستی ہے

اسیر اس راستے سے جو گزرتے ہین وہ لُٹتے ہین
محلہ ہے حسینون کا کہ قزاقون کی بستی ہے

ہم کڑی ایک بتون کی نہین سہنے والے
جو گئی منہ پہ برہمن کے ہین کہنے والے

چھیڑ کی ٹھہرے تو ہم چُپ نہین رہنے والے
کبھی آئی پہ نہین چُوکتے کہنے والے

بند باتون مین کسی سے نہین رہنے والے
ہمتو اے غنچہ دہن مُنہ پہ ہین کہنے والے

بلبلو پھولون سے کیا پوچھتی ہو حالِ چمن
باغ مین یہ تو ہین دو روز کے رہنے والے

گلفروشون کا ملے رتبہ گل اتنے کھاؤن
وہ پکارین مجھے او پھولون کے گہنے والے

منزلِ گور سے دم لیکے بڑہین گے آگے
ہم مسافر ہین بڑی دُور کے رہنے والے

دل نے کڑیان وہ اُٹھائی ہین کہ کہتا ہے وہ ترک
آفرین او مرے بیداد کے سہنے والے

ہجوِ مے ہو چکی ممبر سے اب اُترین نیچے
رند کچھ حضرتِ واعظ سے ہین کہنے والے

آنکھین آمادہ ہین رونے پہ خدا خیر کرے
اب کوئی دم مین یہ ناسور ہین بہنے والے

نہ سُنی گورِ غریبان مین کسی نے فریاد
کتنے بیدرد ہین اس شہر کے رہنے والے

مُنہ پہ تلوار کے کہہ بیٹھے کہ پوری نہ پڑی
تمنے دیکھے ہین کہین ایسے بھی کہنے والے

مثلِ آواز نکل جائین گے صاف اے زنجیر
ہم یہ ہر روز کی کڑیان نہین سہنے والے

قدرت اللہ کی دکھلاتے ہین آنکھین مجکو
وہ حسین تھے جو مری آنکھون مین رہنے والے

بدّھیان پھولونکی لائے تھے نہ پہنین اُسنے
پھولے بیٹھے ہوے ہین پھولون کے گہنے والے

کیا ہوا مین بھی ہون اور غیر بھی اس محفل مین
خلد کے آدم و ابلیس ہین رہنے والے

گفتگو معرفت حق مین ہے یار و ناحق
حق جو کہنے کا تھا سب کہہ گئے کہنے والے

کوچہ اُس رشک چمن کا ہے وہی ای قاصد
بیٹھے رہتے ہین جہان پھولونکے گہنے والے

ہمکو ہستی مین غریب الوطنی لائی ہے
اصل مین ہین عدم آباد کے رہنے والے

سادہ سمجھو نہ انھین رہنے دو دیوان مین امیر
یہی اشعار زبانون پہ ہین رہنے والے

جھڑ گئی افشان جبین پر کچھ ستارے رہ گئے
آسمان حسن پر گنتی کے تارے رہ گئے

نزع مین بند اب زبان بھی ہے ترے بیمار کی
گنگ کی صورت فقط باقی اشارے رہ گئے

دے سکے کب دشت گردی مین تری وحشی کا ساتھ
ہر قدم پسپا ہوئے آہو چکارے رہ گئے

چشم واعظ پر ہے عینک دست واعظ مین عصا
ضعف پیری مین یہ دو باقی سہارے رہ گئے

سخت جانی سے جو دندانے پڑے اُس تیغ مین
چور ہنکر وہ بھی زخمون مین ہمارے رہ گئے

بحر الفت کے کنارے تک نہ پہنچا ایک بھی
دست و پا کتنے ہی پیراکون نے مارے رہ گئے

اور جیتا مین تو کرتے اور تم جور و ستم
میرے ارمان حوصلے باقی تمہارے رہ گئے

تیغ کا پانی پلایا سبکو اُس سفاک نے
تشنہ لب ہم ایک دریا کے کنارے رہ گئے

وصل کی شب بھی نہ آنا تھا تجھے لے موت ابھی
کیا غضب ظالم کیا ارمان سارے رہ گئے

موت آئے یا وہ آئے یا قیامت ہو امیر
اب یہی دو تین جینے کے سہارے رہ گئے

آنکھ اُسکو کھولنی بھی دشوار ہو گئی ہے
سیر چلیے چمن مین نرگس بیمار ہو گئی ہے

جسنے لکھا ہے نامہ اُس عالم آشنا کو
جانے کو جان میری تیار ہو گئی ہے

جب یار کی گلی کو مین ناتوان چلا ہون
پرچھائین میری مجھکو دیوار ہو گئی ہے

ہم تم چمن مین چلکر جب چار دن رہے ہین
بلبل مین اور گل مین تکرار ہو گئی ہے

سبکی نظر مین ہین وہ گو دل مین ہین ہمارے
خلوت کی کوٹھری بھی بازار ہو گئی ہے

کچھ فکر دختِ رز کی پیرِ مغان سے لازم
بیہوش اب نہین ہے ہشیار ہو گئی ہے

انگور مین تھی یہ مے پانی کی چار بوندین
جس دن سے کھچ گئی ہی تلوار ہو گئی ہے

پیاسی جو تھی لہو کی دل مین لہو بہت تھا
سینے سے نوکِ خنجر کیون پار ہو گئی ہے

ونرات نازِ بیجا اُٹھواتے ہین وہ ہم سے
الفت ہمارے حق مین بیگار ہو گئی ہے

طرار اُنکے گیسو تھے ابتدا سے پر اب
طُرّہ یہ ہے زبان بھی طرّار ہو گئی ہے

رنگین بیان ہوئی ہے بلبل یہ وصفِ گل مین
پتّی گلاب کی اب منقار ہو گئی ہے

اک بات سہل سی ہے مرگ اے امیر لیکن
دشوار سمجھے ہین سب دشوار ہو گئی ہے

آنکھ اُسکی یہ کیونکر کہون مخمور نہین ہے
ہان کیف جوانی سے ابھی چور نہین ہے

ہر چند بتون سے ہے بہت دُور ترحم
اللہ کی قدرت سے مگر دُور نہین ہے

جب کہیے کہ مرتے ہین کرو رحم جلا لو
فرماتے ہین اپنا تو یہ دستور نہین ہے

فرہاد کو تکلیف نہ دے کوہکنی کی
شیرین ترا عاشق ہے یہ مزدور نہین ہے

ہم خونِ جگر پیتے ہین اے محتسبِ شہر
کیا تاک رہا ہے مئے انگور نہین ہے

حورون سے یہ کہدو نہ دکھائینگے وہ جلوہ
نظرون سے گرانا تمھین منظور نہین ہے

حسنِ رخِ محبوب سے پھُک جائیگا اے دل
صورت پہ نہ جانا رہے یہ نُور نہین ہے

ہے میکدہ در دین مستون کا یہی قول
شیشہ نہین پتھر ہے جو دل چور نہین ہے

اُس باغ سے سَو داغ بھلے گل نہ جس مین
جلجائے وہ فردوس جہان حور نہین ہے

ٹھکرا کے نہ چل ساغرِ مے پاسِ ادب کر
غافل یہ سرِ قیصر و فغفور نہین ہے

شبنم جگرِ گل پہ چھڑکتی ہے نمک کیون
بیدرد یہ داغِ دلِ رنجور نہین ہے

بوسے سے ہے انکار انھین تو سہی اے دل
آنکھون سے وہ دین مین کہون منظور نہین ہے

مردہ سا امیر ایک سرِ راہ پڑا تھا

تیرا تو کہین وہ دلِ رنجور نہین ہے

جلوہ گر یار نگہِ قتلگہِ عام مین ہے
جب بُلاتا ہون مین سنتا ہون قضا کام مین ہے

نشۂ عیش مجھے گردشِ ایام مین ہے
مے بے دُرد اگر ہے تو مرے جام مین ہے

دَور جاری رہے ہر وقت مے گلگون کا
پڑھ لے ساقی یہی تحریر خطِ جام مین ہے

دفعتہً رنگ بدل دیتی ہے یہ عالم کا
چال اے مہر تری گردشِ ایّام مین ہے

ہوا نالۂ مظلوم سے ظالم بیدار
پھنک چکا صور یہ مُردہ ابھی آرام مین ہے

اسمِ اعظم پہ سلیمان کو تفاخر ہے عبث
سَو طرح کا اثر اللہ کے ہر نام مین ہے

دل سے میرے کہ زبان سے تری پوچھے کوئی
غیر کیا جانے مزہ کیا ترے دشنام مین ہے

آنکھ خالی نہ دکھا لطف بھی کر اے ساقی
جام ہی جام ہے یا مے بھی کہین جام مین ہے

جسطرف دیکھیے کھولے ہوئے آغوش ہے حور
سرفروشی کا مزہ لشکرِ اسلام مین ہے

الفتِ زلف مین ہے طائرِ دل اشک فشان
آب و دانہ مری قسمت کا اسی دام مین ہے

سُرمہ اے یار لگایا کہ جگایا جادو
کیا بلا سحر تری چشمِ سیہ فام مین ہے

پڑ گیا گرمیِ فرقت سے پھپھولا دل مین
جاے مے دانۂ انگور مرے جام مین ہے

لب پہ تو نے جو مسی ملکے جمایا لاکھا
کھل گیا شاہِ بدخشان کا عمل شام مین ہے

یادِ گیسو سے کہان جوشِ جنون مین آرام
مین ہون آزاد تو کیا روح مری دام مین ہے

ڈالدے مجھسے بلانوش کو خم کے منہ مین
یہ تو اک گھونٹ ہی ساقی جو تری جام مین ہے

مرغِ دل خاک پھنسے زلفِ پریشان چھڑکو
دام ہی دام ہے دانہ بھی کہین دام مین ہے

آگیا روزِ قیامت نہ پھرے میرے نصیب
جاگ اُٹھے مردے یہ غافل ابھی آرام مین ہے

ہے لڑکپن مین بجا خاک سے انسان کو اُنس
غافل آغاز سے اندیشۂ انجام مین ہے

نام کا نام تخلص کا تخلص ہے امیر
یہ بڑا حسنِ خداداد مرے نام مین ہے

شانِ حق صاف بتون کے رُخِ گلفام مین ہے
خلوتِ خاص کی تُو جلوہ گہِ عام مین ہے

راستی اور تواضع مین ہے ربطِ قلبی
جسطرح لام الف مین ہے الف لام مین ہے

جوشِ الفت مین مرے دل کا خدا ہی حافظ
خیر ہو بادہ بہت تند مرے جام مین ہے

ہے وہی ولولہ پیری مین جوانی مین جو تھا
ایک ہی رنگ ہمارے سحر و شام مین ہے

دل دکھاتا ہے وہ عالم جو نہین عالم مین
دیکھ جمشید یہ عالم بھی ترے جام مین ہے

روح قالب مین ہے جکڑا ہے رگون مین قالب
مین گرفتار قفس مین ہون قفس دام مین ہے

کبھی خلوت مین نہان ہے کبھی جلوتمین عیان
دخترِ رز کبھی بوتل مین کبھی جام مین ہے

ہون وہ میکش کہ دمِ طوف بھی ہے شغلِ شراب
جام پوشیدہ مرے جامۂ احرام مین ہے

ہوسِ نام مین بھی اسے دلِ آزاد نہ پھنس
پاؤن اُلجھا ہوا عنقا کا اسی دام مین ہے

الفتِ پنجتنِ پاک سے دل ہے معمور
پانچ میخانون کی مے ایک مرے جام مین ہے

روز کی وعدہ خلافی سے ترا وعدہ بھی
رات دن میری طرح گردشِ ایام مین ہے

منزلِ رحمتِ حق ظلمتِ عصیان ہے امیر
روشنی صبح کی یان تیرگیِ شام مین ہے

غضب کی عشوہ گری روئے خشمگین مین رہی
کرشمہ بنکے شکن یار کی جبین مین رہی

کہان لذیذ خطِ پشتِ لب سے بوسۂ لب
شمولِ زہر سے لذت نہ انگبین مین رہی

تری شبیہ مین کی صرف اس قدر طاقت
سکت نہ پھر قلمِ صورت آفرین مین رہی

بڑھی تھا لوث سے دھبا کفن کو کیا لگتا
بجا ہے لاش امانت اگر زمین مین رہی

نہین ہے نام کو بھی دل مین بوئے یکرنگی
دو رنگ ڈاک ہمیشہ ترے نگین مین رہی

گھٹا عتاب تو پہنا لباسِ آرائش
جبین سے چین جو اُتری تو آستین مین رہی

عجب رسائیِ قسمت ہے لے حنا تیری
چمن جو چھوٹ گیا دستِ نازنین مین رہی

دکھایا مر کے بھی عشقِ رُخِ صبیح نے رنگ
کہ میری روح بھی بُو ہو کے یاسمین مین رہی

مژہ کے ساتھ ہی ابرو نے بڑھ کے وار کیا
کمان بھی تیر سے نخچیر کے کمین مین رہی

اُٹھا کے آنکھ نہ دیکھا شبِ وصال اُسنے
حیا دلھن کی طرح چشمِ سُرگین مین رہی

جو تیوریون سے بل اُترا خدا کرے
تو سو طرح کی گرہ زلفِ عنبرین مین رہی

ہزار گرم ہوا آفتابِ حشر امیر
نگر تری مرے اشکون سے پھر زمین مین رہی

کُھلکے جب وہ زلفِ شبگون پر توافگن ہوگئی
کان کی بجلی چراغِ زیرِ دامن ہوگئی

ہجر مین زہر اپنے حق مین سیرِ گلشن ہو گئی
تیغِ زہر آگین زبانِ برگِ سوسن ہوگئی

وا ایکسکی زلف وقتِ سیرِ گلشن ہوگئی
باغ مین لہرا کے موجِ سبزہ ناگن ہوگئی

وصل کی شب دستِ وحشت نے کیا کیسا خجل
چاک چولی یار کی ہمراہِ دامن ہوگئی

چار آنکھین ہوتے ہی جاتے رہے صبر و قرار
کیا نگاہِ ناز تھی جو برقِ خرمن ہوگئی

مجھ سا دیوانہ ہے کون اِس باغ مین نازک مزاج
موجِ بُوے گل مجھے زنجیرِ آہن ہوگئی

کب ہوا نظارہ اُنکے گھر کا آنکھون کو نصیب
کب صفِ مژگان درِ جانان کی چلمن ہوگئی

دو نون آنکھون نے سمان برسات کا دکھلا دیا
روتے روتے ایک بھادون ایک ساون ہوگئی

جب خیالِ زلف آیا پڑ گیا سینے مین داغ
شام ہوتے ہی مرے گھر شمع روشن ہوگئی

جب تلک روشن تھی پروانون کا تھا ہر سُو ہجوم
بلبلین آئین اگر گل شمعِ مدفن ہوگئی

اُس مسی آلودہ لب کے وصف کا اقدس سے شوق
باغ مین گویا زبانِ برگِ سوسن ہوگئی

میکشی مین پیچ قسمت نے دیے ایسے امیر
شاخِ آہو کھا کے بل شیشے کی گردن ہوگئی

شرم بیجا ہے اگر شوقِ خود آرائی ہے
آرسی دیکھنے کو چشمِ تماشائی ہے

سُرمگین آنکھ دکھا کر وہ جلا دیتے ہین
سحر کے پردے مین اعجازِ مسیحائی ہے

تنگ آکر ترے بیمار نے بیتابی مین
جب مسیحا کو پکارا ہے اجل آئی ہے

خط سے بڑھ جائیگا اُس چہرۂ روشن کا فروغ
شمع کو ظلمتِ شب سرمۂ بینائی ہے

کون کرتا ہے ادھر چشمِ ترحم سے نظر
شہر مین داغِ جگر لالۂ صحرائی ہے

دل کے داغون کا وہ نقشہ کہ شگفتہ ہے چمن
تیرہ بختی کا یہ عالم کہ گھٹا چھائی ہے

قتل کرنا اک اشارہ ہے جلانا اک بات
سحر اُن آنکھون مین ہونٹھون مین مسیحائی ہے

مجھ تلک ہے نہ فرشتے کا نہ انسان کا گزر
دونون عالم سے جدا عالمِ تنہائی ہے

بادۂ ذوق سے چھلک جاتی ہے ساری محفل
دورِ ساغر مرے محبوب کی انگڑائی ہے

بس بہت بے ادبی خوب نہین غل نہ کرے
شورِ محشر سے کہو اب مجھے نیند آئی ہے

موت کو ہم جو حیاتِ ابدی سمجھے ہین
ملک الموت کو بھی نازِ مسیحائی ہے

چھیڑتی کیون ہے شبِ وصل مین منتا تو نکو
صبحِ کاذب تری شامت تو نہین آئی ہے

بیکسی پھرتی ہے قمری کی طرح گرد امیر
سروِ آزاد مرا مصرعِ تنہائی ہے

شبِ وصل آنکھ تمہاری نہین شرمائی ہے
جان لینے کو دلھن بنکے قضا آئی ہے

طرفہ مستی لبِ میگون نے ترے پائی ہے
موجۂ مے نگہِ چشمِ تماشائی ہے

کونسا دل ہے نہین جس مین خدا کا جلوہ
زاہدو مفت مین رسوا بتِ ہرجائی ہے

تیرباران ہے خدنگِ نگہِ حسرت سے
اے اجل تجکو یہان تیری قضا لائی ہے

ہون وہ میکش نظر آیا ہے جو خالی شیشہ
آنکھ کی طرح طبیعت مری بھر آئی ہے

زیست کیا بعدِ فنا گور مین بھی ساتھ دیا
یارِ ثابت جسے کہتے ہین وہ تنہائی ہے

تیری باتون کے لیے کان ملے ہین گل کو
آنکھ نرگس نے ترے دیکھنے کو پائی ہے

اے صبا کونسا گل ہے جو چمن آرا کہ بہار
چشمِ بادام کے پردے مین تماشائی ہے

کیا مزہ دیتا ہے اُس شوخ کا کہنا شبِ وصل
اب نہ چھیڑو نہ ستاؤ ہمین نیند آئی ہے

یان نکیرین کے جھگڑون سے پریشان ہو داغ
سمجھے تھے گور کو ہم گوشۂ تنہائی ہے

سخت حیرت ہے کہ ہے یار سو مجھسے خلوت — بند دروازے ہین کس راہ سو شرم آئی ہے
دل کو مل شوق سے قدمون کی تلی پر اے جان — سوچ لے دل مین کہ کس کا یہ تمنائی ہے
تیغ قاتل کی خجالت کا رہا ہے یہ خیال — پھرون رویا ہون جو زخمونکو ہنسی آئی ہے

عزت افتادگی و عجز سے ہاتھ آئی امیر
خوش ہون مین نے بہ بڑی چیز پڑی پائی ہے

او بندہ بت دیکھ خدا اور ہی کچھ ہے — بت پردہ ہین پردہ مین چھپا اور ہی کچھ ہے
اے چرخ حسینون کی جفا اور ہی کچھ ہے — معشوق کی چھیڑون مین مزا اور ہی کچھ ہے
رنگ آج تو پھولون کا صبا اور ہی کچھ ہے — آمد ہے جو اس گل کی ہوا اور ہی کچھ ہے
آغاز جوانی مین ادا اور ہی کچھ ہے — اٹھتی ہوئی کونپل مین مزا اور ہی کچھ ہے
قاصد یہ زبان اسکی بیان اس کا نہین ہے — دھوکا ہے تجھے اسنے کہا اور ہی کچھ ہے
آفت تو ہے وہ ناز بھی انداز بھی لیکن — مرتا ہون مین جسپر وہ ادا اور ہی کچھ ہے
چہرے کو چھپائین وہ بدن کو بھی چرائین — آنکھین یہی کہتی ہین حیا اور ہی کچھ ہے
عارف سے یہ کہدو جو ترے فہم مین آئے — وہ سب ہی ترا وہم خدا اور ہی کچھ ہے
آیا مرے بالین پہ تو بولا یہ پری خوان — آسیب نہین ہے یہ بلا اور ہی کچھ ہے
کی اسکی جفا پر جو وفا تو نے تو لے دل — نازان نہو اسپر کہ وفا اور ہی کچھ ہے
کہتے ہو کہ ہم درد کسیکا نہین سنتے — مین نے تو رقیبون سے سنا اور ہی کچھ ہے
بیدرد کی فریاد کو کوئی نہین سنتا — جس پر ہے اثر عشق وہ دعا اور ہی کچھ ہے
معشوق سے کرتا ہے جفا کا کوئی شکوہ — مجکو تو مریجان گلا اور ہی کچھ ہے
کیا خاک ہو بیمار محبت کو افاقہ — درد اور ہی کچھ اور دوا اور ہی کچھ ہے
کی مین نے لجائی ہوئی چتون کی جو تعریف — آنکھون نے کہا جھکے حیا اور ہی کچھ ہے
کیا جانے کسے دیکھ رہا ہون مین بتون مین — آنکھون مین ہے کچھ دل مین بسا اور ہی کچھ ہے

کس سے مین کرون اپنے مسیحا کی شکایت
سمجھا ہے وہ کچھ حال مرا اور ہی کچھ ہے

ہنس ہنس کے جو وہ دل کو مرے چھیڑ رہے ہین
آج اُسکے تڑپنے مین مزا اور ہی کچھ ہے

انداز حسینون کے سنورنے مین ہین کچھ اور
بگڑین تو بگڑنے مین ادا اور ہی کچھ ہے

بے لطف تو شمشیرِ قضا بھی نہین قاتل
لیکن ترے خنجر مین مزا اور ہی کچھ ہے

منہ سے تو کہا وصل کو تمنے نگراسے جان
آنکھون سے اشارون مین کہا اور ہی کچھ ہے

ہم مر بھی گئے مر کے ہوے خاک بھی لیکن
ظالم یہی کہتا ہے وفا اور ہی کچھ ہے

عادت تو امیر اچھی ہے فریاد و دعا کی
پر شیوۂ تسلیم و رضا اور ہی کچھ ہے

ہم مر گئے آنے کی جو اُن کے خبر آئی
افسوس اجل چار قدم پیشتر آئی

بولے وہ مری شکل جو حیران نظر آئی
دیوار کہان سے مرے گھر مین یہ در آئی

ظلمت شبِ فرقت کی یہ چھائی مری گھر مین
جب دوپہر آئی تو مین سمجھا سحر آئی

اتنا تو پتا ہجر کی شب صبح کا پایا
صد شکر کہ بالون مین سفیدی نظر آئی

کیا بیخبری ہے کہ ہوئے عشق کو برسون
اب تک نہین معلوم طبیعت کدھر آئی

مہمان کی صورت اُسے آنکھون مین جگہ دی
دامن سے لگی گھر مین جو گردِ سفر آئی

چھائی تھی امیر اُسکی صباحت جو نظر مین
شام آئی مرے گھر مین تو سمجھا سحر آئی

کہتے ہین وصل مین پوری تو نہ خلوت ہوگی
ساتھ کھیلی ہوئی ہمدم مری عصمت ہوگی

دو قدم تم جو چلوگے تو وہ رخصت ہوگی
ساتھ کیا ٹھوکرین کھانے کو قیامت ہوگی

ناتوان ہون مین تو کیا جب شبِ وصلت ہوگی
دیکھنا میری طرف تیری نزاکت ہوگی

لذتِ جور بھی لب پر نہین لا سکتا ہون
شکر بھی مین جو کرونگا تو شکایت ہوگی

میرے دشمن پسِ مردن ہون لحد مین بیکس
غم ترا ہوگا مین ہونگا تری حسرت ہوگی

واعظا اک وقت مین دو کام نہین ہوسکتے
توبہ کر لین گے جو مے پینے سے فرصت ہوگی

بے گناہون کا کیا خون اسی ظالم نے
ناامیدی سے امید دون کو شکایت ہوگی

طپش برق کے ہین طور پر اب تک چرچے
کبھی تڑپی ترے دیدار کی حسرت ہوگی

دیکھ لے دل کہین دھوکا نہ حیا کا کھانا
شرم کی آڑ مین پوشیدہ شرارت ہوگی

جب کہا ضعف سے مرتا ہون تو ہنسکر بولے
اس سے کیا ٹوٹنے کا دم جسمین نہ طاقت ہوگی

عرصۂ حشر کہان رند خرابات کہان
جائین گے پینے پلانے سے جو فرصت ہوگی

کہتے ہین سب کچھ ابھی ہے جو شب وصل آئے
پھر نہ آنکھون مین مروت نہ اطاعت ہوگی

ذکر حشر آتا ہے قاتل تو یہ سوچ آتا ہے
لے گئے اس روز تجھے کیسی ندامت ہوگی

نزع مین آپ کہان آتے ہین اٹھو اٹھیے
جا کہیے جائیے ہونی ہے جو حالت ہوگی

حشر مین بھیڑ گناہون کی تو ہو گی پیچھے
اور گنہگارون کے آگے تری رحمت ہوگی

درد بھی اٹھکے شب ہجر مین کہہ اٹھتا ہے
بھائی مجھ سے نہ تری دل کی رفاقت ہوگی

بار آیا ہے عبادت کو تڑپ اور امیر
اٹھ کھڑا ہوگا وہ ٹھہری جو طبیعت ہوگی

کیا کہا دم بھی نہ نکلے گا جو الفت ہوگی
جان بھی کیا کوئی ظالم تری حسرت ہوگی

شیخ جی یون ہی جو مے پینے کی عادت ہوگی
ایک دن رہن یہ دستار فضیلت ہوگی

آرزو وصل کی اس ڈر سے نہین کر سکتا
دل شکستہ مرے ہمدم تری فرقت ہوگی

قہر پہنچے گا نہ محشر مین گنہگارون تک
راہ روکے ہوئے گھیری ہوئی رحمت ہوگی

بے سبب دل نہین بیچین ہوا جاتا ہے
ہچکیاں لیتی کسیکی کوئی حسرت ہوگی

کچھ بھی نکلی نہ ترے فتنۂ قد کے آگے
سمجھے تھے کوئی بڑی چیز قیامت ہوگی

دل کو دیجائے گی تسکین کسی کی تصویر
جان بچنے کی بھلا ہجر مین صورت ہوگی

ابھی بیٹھے ہو تو آفت یہ ہے آفت برپا
اٹھکھڑے ہوگئے تو اےجان قیامت ہوگی

مول پوچھو نہ مرے دل کا مری جان مجھ سے
تم جو لے لوگے خوشی سے وہی قیمت ہوگی

نزع میں کہتے ہو حوروں سے ہے نبھنا مشکل
کیا تمہاری ہی سی اُنکی بھی طبیعت ہوگی

بوسہ مانگا جو پسِ وصل تو بولے ہاں ہاں
اب تو ہر وقت مری جان پہ آفت ہوگی

دخترِ رز کا بھی جوبن نہ اُبھارے جس کو
ایسی مرزیل کسی زاہد طبیعت ہوگی

جب کہا میں نے کہ کچھ دن ہی سے آنا تو کہا
شام سے پہلے ہی آئی تری شامت ہوگی

مستیاں وصل میں عصمت کو تو سمجھا لینگی
نہ ٹلیگی مری دشمن جو نزاکت ہوگی

جیتے جی وہ نہ ہوا صاف تو سمجھا میں امیر
مٹی دینے کے لئے گردِ کدورت ہوگی

روزِ فرقت بھی نہیں وصل کی لذت ہوگی
گردشِ چشم پری گردشِ قسمت ہوگی

کیا خبر تھی کہ جوانی تری آفت ہوگی
بات کرنی بھی غریبوں کو مصیبت ہوگی

کہیے جو چاہیے مسجد میں جنابِ واعظ
آپ سے ہم سے تو میخانے میں حضرت ہوگی

کہتے ہیں قہر کی حالت میں تو ہو طالبِ وصل
کیسے کھل کھیلو گے جب تم پہ عنایت ہوگی

ایک کی ایک کو ہوگی نہ خبر محشر میں
لیگی جو سبکی خبر وہ تری رحمت ہوگی

دردِ دل کہنے لگا میں تو وہ بولے بس بس
بیٹھے بیٹھے سُن لینگے جو فرصت ہوگی

گدگدا بھی نہیں سکتا میں شبِ وصل اُنکو
لبِ نازک کو ہنسی سے بھی اذیت ہوگی

صبح سے جب یہ غضب آگ ہے عکسِ رخ سے
دن چڑھے کیا ترے آئینے کی صورت ہوگی

نارِ دوزخ یہ گمان ہے مجھے اے شاہدِ حسن
شوخ ہے تو کوئی تیری ہی شرارت ہوگی

قہر کے رعب سے پیچھے جو ہٹیں گے مجرم
دل بڑھاتی ہوئی آگے تری رحمت ہوگی

حسرتیں مردہ بھی نکلیگی نہ میرے دل سے
اسی ویرانے میں اُنکی کہیں تربت ہوگی

لاشِ دیوانۂ گیسو کی یو ہیں گڑوا دو
کنگھی چوٹی سے تمھیں کاہیکو فرصت ہوگی

ہونٹھ کو ہونٹھ ترے چوستے ہیں لکنت میں
یہ نئی بات ہے اب تجھ سے رقابت ہوگی

صبح کو ہوگا گلہ چوس لی مستی میری
صدقے اُن ہونٹوں کی جنسے یہ شکایت ہوگی

بڑھ رہی ہے صفتِ زلف سوا اسکی امیر
آگے بڑھ کر یہی چوٹی کی ریاست ہوگی

ہر قدم پر جو یہی ناز کی صورت ہوگی
ہین تو کیا تجھ پہ فدا تیری نزاکت ہوگی

ہاے کیا نزع مین اُسوقت قیامت ہوگی
جان جب حسرتِ دل سے مری رخصت ہوگی

دل تڑپتا ہے لحد مین تو یہ آتا ہے خیال
یون ہی بیچین مرے ہجر مین حسرت ہوگی

بجلی چمکی جو تبسم کی تو بولا وہ شوخ
کسی بیچین طبیعت کی شرارت ہوگی

بڑی سرکار ہے وہ میرے گنہ تھوڑے ہین
ہاے کیا حشر مین رحمت سے ندامت ہوگی

اُنکی تصویر سے ای دل نہ لپٹ ورنہ اُنھین
تیرے آغوشِ تصور سے بھی نفرت ہوگی

بے سبب نفس کُشی کیا فقرا کرتے ہین
ترکِ لذت مین بھی اُنکو کوئی لذت ہوگی

دیکھ لیگا مری حالت جو محبت مین تو پھر
کوئی کمبخت ہی ہوگا جسے الفت ہوگی

سُنتے ہین آج اُدھر جاے گا وہ حشر خرام
ہاے کیا گورِ غریبان مین قیامت ہوگی

وصل کی سُنکے دعا تم نے بھی آمین کہی
اب اثر صدقے تو قربان اجابت ہوگی

چھوٹے سے قد پہ نہ اُس لف کی جانا اے دل
ابھی آفت ہے بڑھیگی تو قیامت ہوگی

چار دن کا ہے ترا طنطنہ منعم اک روز
کوسِ رحلت ترے دروازے کی نوبت ہوگی

سخت جانی سے مجھے مرنے جو نہ دیگی دمِ ذبح
ہاے رُسوا مرے قاتل کی نزاکت ہوگی

روزِ محشر سنتے درازی یہ کہان سے پائی
پردۂ حشر مین میری شبِ فرقت ہوگی

کبھی آئیگا وہ دل مین کبھی آنکھون مین امیر
یہی خلوت مری ہوگی یہی جلوت ہوگی

مدح مژہ اُس رشکِ پری کی جو رقم کی
چمکی وہ عبارت کہ رہی نوک قلم کی

کیا را ہبری موت نے کی خضر کی صورت
بند آنکھ ہوئی تھی کہ کٹی راہ عدم کی

جلتی ہے کہین خواہشِ دیدار دوبارہ
پھر برق سرِ طور کسی روز نہ چمکی

ہرچند وہ کم عمر بہت ہین پر ابھی سے
رفتار قیامت کی ہے باتین ہین ستم کی

ہے غیر کے سینے مین جو داغِ غمِ ابرو
روشن ہے صنم خانے مین قندیل حرم کی

آتے ہین بہت منزلِ ہستی مین مسافر
دنیا نہین پر کوئی خبر اہلِ عدم کی

تھا دھیان امیر اُسکی گلی کا جو پسِ مرگ
آئی مرے مرقد مین ہوا باغِ ارم کی

طوفان مرے رونے کے سمندر سے بڑھین گے
انجم کے چراغ آہ کی صرصر سے بڑھین گے

جنت کے جو طالب ہون سدھارین سوئے جنت
اپنے نہ قدم کوچۂ دلبر سے بڑھین گے

ہرچند لڑکپن مین ہے بوٹا سا قد اُنکا
ہونے دو جوان سرو و صنوبر سے بڑھین گے

قسمت سے جو پایا شرفِ خدمتِ مہدی
پہلے قدم اپنے صفِ لشکر سے بڑھین گے

دوزخ کے سزاوار نہ فردوس کے قابل
ہم لوگ شمارِ صفِ محشر سے بڑھین گے

کام آئین گے محشر مین امیر اشکِ غمِ شاہ
قیمت مین یہ قطرے دُرِ گوہر سے بڑھین گے

جان لیکے بھی نہین دل سے یہ ہٹنے والے
تیرے گیسو ہین بلا ہو کے لپٹنے والے

آج تو دعوتِ مے آپ کو کرنی ہو گی
رندیون حضرتِ واعظ نہین ہٹنے والے

کی نظر بھی تو نگاہِ غلط انداز سے کی
تیر بھی تمنے لگائے تو اُچٹنے والے

کوسے قاتل مین جو چلنا ہو چلو شتا تو
ہار زخمون کے ہین سرکار ہین بٹنے والے

دامن اُس گُل کا یہ کہتا ہے کہ ہمکو نہ چھوڑو
ہم لجالو سے بھی بڑھکر ہین سمٹنے والے

دستِ جانان سے گریبان کے اُڑینگے پُرزے
اے جنون یہ تری ہاتھون نہین پھٹنے والے

میان مین تیغ وہ کرتا ہے تو کہتی ہے قضا
اور دو چار گلے ہین ابھی کٹنے والے

اپنے مشتاقون سے گھونگھٹ نہ کر اے شاہِ رگ
ہین یہ شمشیرِ برہنہ سے لپٹنے والے

شان اللہ کی اُس بزم مین ناصح بھی ہین چپ
بُت بنے بیٹھے ہین ہر بات کی رٹنے والے

عشق پیچے پہ نظر کرتے اگر عاشقِ قد
کہ درختون سے لپٹتے ہین لپٹنے والے

قیمتِ جام مین کرتے ہین طلب دولتِ جم
دام کب بادہ فروشون سے ہین پٹنے والے

خون ہو طالبِ دیدار کا یا دم اُلٹے
وہ تو پردہ نہین چہرے سے اُلٹنے والے

تھا ابھی وصل کا اقرار ابھی ہے انکار
بارک اللہ زبان دیکے پلٹنے والے

رہنے دو تم ابھی دیوان کو چھانٹو نہ امیر
آپ چھٹ جائینگے جو شعر ہین چھٹنے والے

میرے گھر رات دن اشکون کی جھڑی رہتی ہے
ہاتھ باندھے ہوئے برسات کھڑی رہتی ہے

بیخودی مین بھی مین دیدار سے محروم نہین
دل کہین ہو مگر آنکھ اُس سے لڑی رہتی ہے

اور پردے نہین ہوتے جو شبِ وصل تو کیا
بیچ مین شرم کی چلمن تو پڑی رہتی ہے

کسطرح کرتے ہو اورون کے جگر مین سوراخ
نوکِ مژگان تو مرے دل مین گڑی رہتی ہے

وادیِ عشق وہ وادی ہے جہان مر کے امیر
برسون بے گور و کفن لاش پڑی رہتی ہے

جو نازک طبع ہین محفوظ ہین قہرِ الٰہی سے
کبھی چھالے حبابون کے نہ پھوٹے خارِ ماہی سے

یہ آب و تاب ہے دو چار دن دولت پناہی سے
ٹپک جائینگے آنسو بنکے موتی تاجِ شاہی سے

ملا کیا من و سلویٰ ہمکو بھی فضلِ الٰہی سے
مزے اُٹھے ہے صاف و کبابِ مرغ و ماہی سے

وہ آنکھین دیکھکر عاشق کو اپنے پھیر لیتے ہین
خدا کی شان رہزن بھاگتے ہین ڈر راہی سے

بنائی ظالم و مظلوم کی شکل ایک گردون نے
مشابہ دامِ ماہی گیر بھی ہے پشتِ ماہی سے

بہت مشتاق ہون دو بول قاضی آکے پڑھ جائے
ہوئی ہے دخترِ رز ہشیار اب فضلِ الٰہی سے

کھلی جنت مین زلفِ حور تو جنت سے مین بھاگا
ڈرا تھا اسقدر شبہائے فرقت کی سیاہی سے

کیا دریا کو یہ صحرا ہماری گرم آہون نے
کہ روتین مچھلیان پانی کی بلکر ریگِ ماہی سے

وہ مجرم ہون گنہ کا عذر بھی مین کر نہین سکتا
کہ رحمت اُسکی شرماتی ہے میری عذرخواہی سے

سلامت اشک تہمت سے رقیبون کی نہ ڈر ایدل
ہوا دامانِ یوسف پاک لڑکی کی گواہی سے

زوالِ حُسن مین یون چہرۂ جانان پہ خط نکلا
نکل پڑتے ہین لڑکے جسطرح گھر کی تباہی سے

جو پلّے پر ہے رحمت دیکھ لینا حشر آنے دو
گنہگاری مری جیتے گی میدان بیگناہی سے

مین وہ غربت زدہ ہون میری غربت جسنے دیکھی ہے
گلے مل مل کے رہزن رو دیئے ہین ایک ایک راہی سے

زبان کاٹین جو کم رزقی کا اب آئی گلہ لب تک
تبرک ملگیا ہمکو بھی درگاہِ الٰہی سے

خدا سے ڈر نہ کر اسے روح عزرائیل کا شکوہ
کہ ہر جلاّد گردن مارتا ہے حکمِ شاہی سے

بیابانِ مرگ مین اہل وطن کا شک گزرتا ہے
لپٹتی ہے ہماری خاک امیر ایک ایک راہی سے

وہ خوش ہنگامِ آرائش ہین اپنی کجکلاہی سے
لرزتا ہے مرا دل آئینے کی بدنگاہی سے

لڑی یون آنکھ اپنی چشمِ قاتل سے تہِ خنجر
سپاہی روزِ میدان جیسے لڑتا ہے سپاہی سے

فراموشی جو اُن کی ہے تو ہم بھی ٹال جائینگے
خطا ثابت کرے کون اپنے ذمہ عذرخواہی سے

خدا سے ڈر نہ کر اندھیرے سے بختِ سیہ اتنا
ڈبے جاتے ہین گیسو کے ٹپّان تیری سیاہی سے

سُنا ہے غیر سے ہمنے کہ تم ہو حسن مین یکتا
یہ دعوی سچ مگر ثابت ہوا جھوٹی گواہی سے

مرا دل او ستمگر چلتے چلتے کر دیا چھلنی
لگائین برچھیان مڑ مڑ کے کیا کیا کج نگاہی سے

زوالِ حسن ہے اب کیون تمہارے گرد ہین عاشق
کہو رخصت ہون پروانے چراغِ صبحگاہی سے

شبِ فرقت کا خاکا کھینچکر نقاش قدرت نے
بھرا ہے رنگ شاید گورِ کافر کی سیاہی سے

سوالِ مے کہین ساقی سے تیرے مست کرتے ہین
کھلا ہوگا کبھی منہ تو کھلا ہوگا جماہی سے

کہان ہین مضطرب ہمسے جہان مین بارہا ہمنے
تڑپنا لوٹنا چھڑوا دیا ہے برقِ ماہی سے

ہمارے دل کا آئینہ سرِ محفل تو کھنچتا ہے
زیادہ اب ہے بیتابی تو اُن کی کم نگاہی سے

سیہ طالع تو ہون پر ہین دو عالم مجھسے یون روشن
کہ نور آنکھون مین ہے جسطرح تپلی کی سیاہی سے

الٰہی وہ بھی دن آئے کہ وہ بت مجکو بلوائے
کہوں مین ایک دم فرصت نہین یاد الٰہی سے

امیر اب جلد ہستی سے چلو سوئے عدم اٹھو
ٹھانے گی اجل کچھ فائدہ کیا عذر خواہی سے

رتبہ شہیدِ عشق کا گر جان جائیے
قربان ہونے والے پہ قربان جائیے

اچھی نہین اطاعتِ عاشق کی عادتین
کہنا رقیب کا نہ کہین مان جائیے

خنجر کمر سے کھینچکے گردن پہ رکھ دیا
اور بولے اب تو کہہ ترے قربان جائیے

کہتے ہین گھر مرا کوئی حسرت کدہ نہین
صاحب یہان نہ چھوڑکے ارمان جائیے

عاشق کی لاش پر ہے کچھ اظہارِ غم ضرور
صورت ذرا بناکے پریشان جائیے

ہمکو تو یاس سے کوئی کہین پوچھتا نہین
پوچھے تو لاکھ مرتبہ مہمان جائیے

قاضی سے جاکے دارِ قضا مین کوئی کہے
سبزی قلندرون کی ذرا چھان جائیے

اچھا ہوا کہ حضرتِ دل وان دھر گئے
کس نے کہا تھا بنکے نگہبان جائیے

جیسا ہو ویس بھیس بھی ویسا ہی چاہیے
جنگل کو چاک کرکے گریبان جائیے

کہتے ہین بوسہ دیکے مین آفت مین پڑ گیا
رٹ ہے اک اور بھی ترے قربان جائیے

مٹی نہ دیجیے مجھے اچھا نہ دیجیے
اچھا ملا کے خاک مین ارمان جائیے

جوڑا نہ آپ آئنہ خانے مین کھولیے
ایسا نہ ہو کہ ہوکے پریشان جائیے

آخر ہوئے نہ حضرتِ دل آپ ان ذلیل
ہان اور دوڑ دوڑ کے مہمان جائیے

آخر ہے رات وصل کی کب تک نہین نہین
بس بس خدا کو مان کے اب مان جائیے

خلوت مین اسکی دل کو تو لیجائیے امیر
پر دل مین کوئی لیکے نہ ارمان جائیے

پہچان پر ہے ناز تو پہچان جائیے
گھر غیر کے مرے سے مری جان جائیے

کیا ہے ہمارے دل مین بھلا جان جائیے
شوخی و شرم دو ہین نگہبان جائیے

اس بانکپن سے قتل ہوا ہین کہ کہہ اُٹھے
ایسا ہو جان نثار تو قربان جایئے

مانی ہین ہم نے سیکڑون باتین تمام عمر
آج آپ ایک بات مری مان جایئے

کہتے ہین آکے در پہ مرے پایئے گا کیا
ہان خاک چھاننی ہو اگر چھان جایئے

یہ رشک بد بلا ہے دمِ رخصتِ حبیب
کیونکر کہون خدا ہے نگہبان جایئے

محشر مین بھی شہیدِ محبت کو ہے یہ رٹ
اک ہاتھ اور بھی ترے قربان جایئے

آئے ہین بال کھولے دمِ نزع اسلیے
دنیا سے جایئے تو پریشان جایئے

جانے کو منع مین نہین کرتا مگر حضور
دل سے مرے نکال کے ارمان جایئے

اُن چتون سے کہتی ہین یہ حسرتین مری
ان ناوکون سے سینہ و دل چھان جایئے

ہون آشنا خدا سے تو کعبے کو جائین ہم
ہو میزبان سے رسم تو مہمان جایئے

بالین پر آپ ہین تو نکلتا نہین ہے دم
مشکل کو میری کیجیے آسان جایئے

کیا ہند مین کمی ہے مے و معشوق کی امیر
شیراز جایئے نہ خراسان جایئے

چاندنی مین جو وہ آجاتا ہے
چاند کو داغ لگا جاتا ہے

کسقدر زار ہے عاشق تیرا
رنگ کے ساتھ اُڑا جاتا ہے

سر بکف ہین ہون وہ شمشیر بکف
فیصلہ آج ہوا جاتا ہے

آئنہ دیکھکے شرمائین نہ آپ
دیکھیے کوئی کھپا جاتا ہے

دل لگی سمجھے ہو دل کا آنا
جان جاتی ہے جب آجاتا ہے

اِتنی تیزی ہی نہ کر اے نشۂ حسن
کوئی بیہوش ہوا جاتا ہے

کہیے مطلب کی جو اُس سے تو امیر
سُنکے وہ صاف اُڑا جاتا ہے

عکسِ آئینہ سے یہ ظاہر ہے
تو ہی اول ہے تو ہی آخر ہے

وصل اُس بت سے ہو جو ہمکو نصیب
کچھ تعجب نہین وہ قادر ہے

جان سی چیز دی نہین جاتی
پر کرون کیا تمہاری خاطر ہے

قتل مین کس لیئے ہے اب تاخیر
آپ موجود بندہ حاضر ہے

کب سرِ معرکہ یہ بڑھکے ٹلا
قدم اپنا بھی حکم نادر ہے

کوئی مہمانسرا ہے یہ دنیا
جو ہے اس گھر مین وہ مسافر ہے

چشمِ پرخون کے دیکھنے سے امیر
دل کا جو رنگ ہے وہ ظاہر ہے

غیر کے پہلو مین یار دیکھیے کب تک رہے
جانِ حزین بیقرار دیکھیے کب تک رہے

پھول تو سب باغ مین سوکھ کے کانٹا ہوے
گلبدنون کی بہار دیکھیے کب تک رہے

نرگسِ شہلا ہے مست جامے سے باہر ہین گل
حسنِ عروسِ بہار دیکھیے کب تک رہے

ساقیِ پیمان شکن گھر سے نکلتا نہین
نشۂ مے کا خمار دیکھیے کب تک رہے

روزنِ دل دہان دیکھتے ہین جا کر امیر
یار کو شوقِ شکار دیکھیے کب تک رہے

کہون کیا کہ وہ شوخ کیا آدمی ہے
عجب چال کا گھات کا آدمی ہے

نہین مردمِ چشم یہ ہے کسوٹی
نگاہون مین اچھا برا آدمی ہے

جو سمجھے کہ مین ہون زمانے سے چھوٹا
وہی فی الحقیقت بڑا آدمی ہے

بتون مین خدائی کا جلوہ دکھایا
برہمن بھی کیا باخدا آدمی ہے

برائی مری سُنکے غیرون سے بولے
یہ سب سچ مگر ہائے کیا آدمی ہے

امیر اسکی ہے لامکان تک رسائی
فرشتے سے بھی کچھ سوا آدمی ہے

کوچۂ یار پہ خُتن صدقے
سگِ محبوب پہ ہرن صدقے

ایک سیدھی نگاہ پر تیری
لاکھ بانکوں کا بانکپن صدقے

تو وہ ہے شمعِ انجمن جس پر
انجمن کی ہے انجمن صدقے

خطِ عارض پہ سبزہ زار نثار
گلِ رخسار پر چمن صدقے

دخترِ رز کو دیکھ لے جو کبھی
کہہ اُٹھے شیخ جانِ من صدقے

تیرے کوچے سے گھر کو کیا نسبت
ایسی غربت پہ سو وطن صدقے

یاد آتا ہے اُن کا یہ کہنا
تجھ پہ میں اے امیر من صدقے

ہنس کے وہ ہیں ہمارا گھر بنے اور ٹوٹ جائے
اُٹھتے ہی دیوار بیٹھے در بنے اور ٹوٹ جائے

غیر نے تدبیر کی ہے پر نہ ہو اُس بت سے وصل
یہ طلسم اے خالقِ اکبر بنے اور ٹوٹ جائے

وعظ ہے مدِ نظر واعظ کو رندوں کی ہنسی
بد شگونی ہو کہیں منبر بنے اور ٹوٹ جائے

دل شکستہ کیوں نہ بعدِ مرگ ہوں ہم اے کلال
جب ہماری خاک سے ساغر بنے اور ٹوٹ جائے

تیغ آہن کا ہے میری سخت جانی سے یہ حال
جیسے مٹی کا کوئی خنجر بنے اور ٹوٹ جائے

ہوں وہ دیوانہ جو رکھوں دشتِ وحشت میں قدم
خار چھالوں میں مرے نشتر بنے اور ٹوٹ جائے

کشتیِ مے جوشِ فصلِ گل سے ہو اس زور پر
توبۂ زاہد یہاں لنگر بنے اور ٹوٹ جائے

بحرِ ہستی میں تنِ انساں حبابِ آب ہے
آنِ واحد میں نہ کیوں یہ گھر بنے اور ٹوٹ جائے

دل شکستہ ہوں کھنچے مالی سے کیا پور شیشہ
پاؤں کھچکر ہوں شکستہ سر بنے اور ٹوٹ جائے

برہمن تجھ سے جو اُس بت کی کہوں سنگین دلی
سنتے سنتے دل ترا پتھر بنے اور ٹوٹ جائے

آنکھ تیری آ کے گردش میں جھپک جائے اگر
اک نگہ میں ساقیا ساغر بنے اور ٹوٹ جائے

ہے زمینِ سست میں برباد کا وش ای امیر
جیسے ریگستاں میں چاہ اکثر بنے اور ٹوٹ جائے

یوں آنسوؤں سے ہے دلِ مضطر کی خرابی
برسات میں ہو جیسے کسی گھر کی خرابی

ہے قالبِ بیجان کی طرح روح سے خالی
کیا پوچھتے ہو جو مجھ سے مرے گھر کی خرابی

دل خاک ہو آباد جو برباد کرے عشق
ظالم ہو جو حاکم تو ہے کشور کی خرابی

واعظ سے کہے کوئی کہ للہ ریا چھوڑ
تا چند یہ محراب کی منبر کی خرابی

سو گنج روان دین عوض اک جام کے میکش
مصرف کے لگے ہاتھ تو ہے زر کی خرابی

ہر چند کہ ہو صاف سخن لاف ہے بیجا
ہوتی ہے گرہ جانے سے گوہر کی خرابی

ہے سستیِ مضامین سے امیر اپنی غزل سست
ہے ناخلفِ اولاد سے اِس گھر کی خرابی

کیونکر رہین نہ اسکی نظر سے گرے ہوے
ہم سے ہمارے طالعِ بد ہین پھرے ہوے

فرہاد و قیس و نل کا جہان ذکر آگیا
اپنی بھی عاشقی کے وہان تذکرے ہوے

ساقی ہو برق سے کہین شیشے سے جلوہ گر
گلشن پہ کیا سیاہ ہین بادل گھرے ہوے

اللہ رے کہ جان غریبون کی اب بچے
ترکون کے نیمچون پہ ہین بٹھی چڑھے ہوے

جیب سے پڑی ہے آنکھ کسی روے صاف پر
ہین مہر و ماہ دونون نظر سے گرے ہوے

اللہ رے انقلابِ زمانہ کہ اندنون
جو اس سرے پڑے تھے وہی اس سرے ہوے

پلکون کو اور یار کی آنکھون کو دیکھ لو
نیزون مین دو غزال ہین گویا گھرے ہوے

دیوان مین لکھدیا جو کبھی ضعفِ دل کا حال
بکھرے ہین ہوکے خفیف ورق جھڑ جھڑے ہوے

گیسو کا بوسہ دین وہ اگر لیکے نقدِ دل
نقصان نہین ہے دام ہین اپنے ترے ہوے

کیا منہ چڑھے ہین سگِ خالِ رخِ یار کے امیر
انجم ہین آپ اپنی نظر سے گرے ہوے

جبین قمر ہے ہلال ابرو تو چہرہ غصے سے لال بھی ہے
بتون سے ظاہر ہے شانِ خالق جمال بھی ہے جلال بھی ہے

ہین تیرہ بختی سے اپنی خوش ہم کہ تیرہ مدِ زلف و خال بھی ہے
خدا کے گھر کا غلاف کالا سیاہ رنگ و بلال بھی ہے

کشیدہ ابرو ہین اُس قمر کے تو رد سی پر نو ہلال بھی ہے
سپہرِ خوبی پہ ہے یہ ثابت کہ مہر بھی ہے ہلال بھی ہے

درنگ کیا دی جو کچھ ہو دنیا کرم کیا پوچھتا ہو اُس سے
گواہ تغیر حال بھی ہو گدا کی صورت سوال بھی ہے

پہ کسکو دیکھا کہ ہوش گم ہین ہوئی فراموش ساری سُدھ بُدھ
پڑے ہین مثل مریض صوفی کرینگے کیا وجد حال بھی ہے

بٹھا کے در پہ رقیب کو وہ مری گھر آئینگے دیکھنے کو
خوشی تو ہی بہت سے ولیکن شریک کچھ کچھ ملال بھی ہے

کہے یہ زاہد سے کوئی جا کر کہ میری بخشش کا کیون ہے منکر
گناہ کرتا تو ہون مین بیشک مگر مجھے انفعال بھی ہے

اگرچہ افلاس مین ہون لیکن نظر سے میری بلند ہمت
عروس دولت کو خاک جانون نظر مین میری مآل بھی ہے

وہ قد قیامت وہ خال آفت غضب کی تیور بلا کی چتون
نگاہ ناوک بھی برق بھی ہے کمان ہے ابرو ہلال بھی ہے

بتون کی الفت سے باز آؤ خدا سے پیری مین لو لگاؤ
امیر دنیا سے ہاتھ اُٹھاؤ ضرورت پائمال بھی ہے

ہاتھ طوق گردن مینا کیے
میکدے مین ہم مزے لوٹا کیے

ہم وہ میکش تھے کہ پی جب تک شراب
دامن قاضی سے مُنہ پونچھا کیے

حضرت ناصح یہان آئے تھے آج
دیر تک کچھ بیٹھے جھک مارا کیے

آئینے کو تم نے دکھلایا جمال
ہم کنارے بیٹھے منہ دیکھا کیے

مٹ گئے جب داغ دل بولا وہ گل
پھول جو ہمنے دیے تھے کیا کیے

دختر رز آئی ہمارے پاس امیر
اور میکش دُور سے تاکا کیے

دن جوانی کے گئے پیری سفر کا وقت ہے
رات گزری چونک اے غافل سحر کا وقت ہے

چشم پوشی سے تغافل سے حذر کا وقت ہے
دم ہے آنکھون مین ترحم کی نظر کا وقت ہے

وصل کی شب کچھ ابھی ہے یا سحر کا وقت ہے
کان بجتے ہین الٰہی یا گجر کا وقت ہے

گھر کہان جاؤ گے غسخانے مین چلکر سو رہو
دھوپ پڑتی ہے غضب کی دوپہر کا وقت ہے

اضطراب دل ہوا پیدا جو ہنگام دعا
ہو گیا پورا یقین مجھکو اثر کا وقت ہے

اسقدر رہرو کیا پاؤن پھیلائے ہوئے
زنگ کی آواز آتی ہے سفر کا وقت ہے

تابِ رخ مین زلف کہتی ہے دلِ عشاق سے
دھوپ سے سایے مین ٹھہرو دوپہر کا وقت ہے

خود بخود سینے مین کیون ٹکڑے ہوا جاتا ہے دل
شاید اُس کوچے مین قتل نامہ بر کا وقت ہے

روکتا ہون مین تو کہتے ہین وہ دامن کھینچکر
مجکو جانے دو دھندلکے مین سحر کا وقت ہے

نیک ساعت ہے دعا سے وصل اسدم چاہیئے
آنکھین بھر آئی ہین اخترکے گزر کا وقت ہے

ضعفِ تن نے مجکو پیری مین خبر دی کوچ سے
ہڈیان جہکین تو مین سمجھا گجر کا وقت ہے

ایک دم مجھ زار کو فرصت تڑپنے سے نہین
دردِ دل کے بعد ہی دردِ جگر کا وقت ہے

نیمجان چھوڑے ہوے مقتل سے جاتا ہے وہ شوخ
لے نگاہِ یاس یہ تیر سے اثر کا وقت ہے

گرمیان اُس رخ کی پہونکے دیتی ہین وزِ وصال
آفتاب آیا ہے سر پر دوپہر کا وقت ہے

رات گزری صبح آئی کر دعا حق سے امیر
سارے وقتون سے یہی اچھا اثر کا وقت ہے

صبا کو یہ کب آج موج آ گئی
کہ پھولون سے تربت مری چھا گئی

ادا اُسکی کیسا ستم ڈھا گئی
قضا کے گلے مجکو ملوا گئی

جہان سے مجھے لائی تھی میری عمر
وہین سیر دکھلا کے پہنچا گئی

صدا خاکِ لیلیٰ سے آئی کہ قیس
مجھے تیری دیوانگی کھا گئی

خدا جانے وہ تیغ کیا وقتِ قتل
گلے ملکے بسمل کو سمجھا گئی

ستم لذتِ نیستی نے کیا
مجھے میرے ہاتھون سے مٹوا گئی

وہ بیمارِ بیکس ہون مین ناتوان
تڑپ آ کے کروٹ بدلوا گئی

مرے عشق کی وجہ ناصح نہ پوچھ
طبیعت ہی تو ہے اِدھر آ گئی

غضب آ گیا جانِ عشاق پر
جہان کوئی ہچکی اُنہین آ گئی

ذرا اپنی مہندی سے پوچھو تو تم
مرے دل مین کیون آگ بھڑکا گئی

رہا وصل مین بھی مین محرومِ وصل
حیا اُسکو پردے مین ٹھلا گئی

بڑی ہو نا عمر رفتہ تھی ہائے — مسافر کو رستے مین لُٹوا گئی
ہوئی وصل مین بھی نہ خلوت نصیب — جو شوخی ہٹی تو حیا آ گئی
بلایا تو تھا مین نے تجکو حیا — لپٹ کر ترے ساتھ کیون آ گئی
عدم کا بھی رستہ نہ سیدھا رہا — کہ اُسکی کمر آج بل کھا گئی
یہ کیون غمزے کرتی ہے عشاق سے — قضا کو کہان سے ادا آ گئی

نئے رنگ سے کھل گئے گل امیر
طبیعت جہان رنگ پر آ گئی

وہ صورت تصور مین کیا آ گئی — پری آ کے تصویر کھچوا گئی
نئی چشمِ ساقی کو موج آ گئی — مری عمر کا جام چھلکا گئی
تری طرح کیا وہ بھی ہے سوگوار — ہنسی پھر سے پھولون مین کیون آ گئی
کہا جھک کے مینا نے کچھ جام سے — تری بات لے دختِ رز آ گئی
نہ آئے اگر یار پیمان شکن — اجل آنے مین تو نہ کرنا گئی
کہانی مرے درد کی کچھ نہ تھی — مگر ساری مجلس کو پٹوا گئی
کھلا اُن کا جوڑا تو دشمن کے گھر — اندھیری مرے گھر مین کیون چھا گئی
قیامت ہے واعظ اسی تاک مین — اِدھر تو نے پی اور اُدھر آ گئی
پسینے مین کیون ڈوبتی تیغ یار — کہا اُسنے عریان تو شرم آ گئی
چھوا رخ کو دل لیکے اُس زلف نے — وہ قرآن کی جھوٹی قسم کھا گئی
قیامت ہین اے یاس جھونکے ترے — مری شاخ امید مُرجھا گئی
مرے دل کی اللہ رے بربادیان — کہ وحشت بھی تنگ آ کے گھبرا گئی
نظر تم نے گھونگھٹ اٹھا کر جو کی — عروس بہار اور شرما گئی
مراد دل تھا وہ پھول کی پنکھڑی — چمن مین جو کھلتے ہی مُرجھا گئی

نہ تھے تیرے مرنے کے یہ دن نعیم
خدا جانے کسکی نظر کھا گئی

ادھر شرم ادھر توبہ ٹوٹی امیر
شکست آج دونون طرف آ گئی

اسکی شوخی شرار مین ہے اسکی گرمی چنار مین ہے
وہ آب ہر سبزہ زار مین ہے وہ لالہ ہر کوہسار مین ہے

ہوا ہی اُس زلف و رخ کا سودا نہین ہی ہمکو قرار اک جا
حلب مین ہی ایک پاؤن اپنا تو ایک تاتار مین ہے

ہوئی ہین ہم داغ کھا کے آخر اثر ہے سوز جگر کا ظاہر
لحد پہ طاؤس ہین مجاور مزار بھی لالہ زار مین ہے

جو حال چشم پر آب کہیے تو بادلون کا جواب کہیے
مری یہ ہمکو سحاب کہیے کہ اب بھی دریا غبار مین ہے

ہوا ہے بے روح جیسے پیکر ہمین ہی بے سیر جہان بے سیر
زمین مین گڑ کر گئے فلک پر چڑھاؤ اپنا اُتار مین ہے

نہین مین رنگ لباس ہر گل نہین تلون سی کام بالکل
ہمیشہ اس چمن مین ہون لحن بلبل کہ ایک صورت ہزار مین ہے

کمال خواہش ہی دل کو مر کر کہ بوسہ اُس لب کا ہو میسر
کلال جلدی بنا سے ساغر خراب مٹی مزار مین ہے

چلی ہی لاکھون مین تیغ قاتل عجب ہی بیٹھا ہی اب بھی غافل
دیت وہ کس کسکو دیگا اے دل کہ ایک کوڑی کٹار مین ہے

گئی جو ہم سوی دشت و ہامون کھلا یہ ہمپر جنون مین مضمون
نہین بگولے یہ خاک مجنون تلاش محمل سوار مین ہے

ہوا ہین ہر چند غم سے بیجان گیا نہ سوز فراق جانان
پس فنا بھی یہ جسم سوزان شرار سنگ مزار مین ہے

نئی ان اشکون مین ہی روانی کہ پھول کھلتے ہین ارغوانی
شریک شادابی چمن کا پانی خمیر جسم نزار مین ہے

گدا نے رو کر بہت پکارا جواب اندر سے کچھ نہ آیا
بخیل در بند کرکے بیٹھا کہ کوئی مردہ مزار مین ہے

ہوئی جہان سی عدم کو راہی وہی ہی فرقت کی بے پناہی
مکان مین میری جو تھی سیاہی وہی اندھیرا مزار مین ہے

امیر کو کسنے تشنہ مارا کہ اب بھی پانی کا ہے تقاضا
غبار اُٹھتا نہین ہے بیجا تلاش ابر بہار مین ہے

کہین یہ بھی نہ چھپ جائے نظر سے
نزاکت لپٹی جاتی ہے کمر سے

وہ فتنہ حشر مین اُٹھنے کو ترسے
گرائے تو جسے اپنی نظر سے

نہ آیا تیر جب کوئی اُدھر سے
لپٹ کر خوب رویا دل جگر سے

بلا تھی شامِ غم لے صبحِ وصلت / نکالا تو نے آکر میرے گھر سے
تڑپنے کا مزہ جی بھر کے لیلون / ذرا تھم تھم کے درد اُٹھے جگر سے
مبارک تجکو اے شوقِ شہادت / وہ لی تلوار قاتل نے کمر سے
ستم ہے تیر سے ہوتے آب پیکان / مرا دل بوند بھر پانی کو ترسے
ہجومِ آرزو ہے وقتِ آخر / پتنگے لپٹے ہین شمعِ سحر سے
خدا کو رحم آیا بیکسی پر / کہان پہنچا ہون مین گر کر نظر سے
مسی چھوٹی ہوئی سوکھے ہوئے ہونٹھ / یہ صورت اور آپ آتی ہین گھر سے
ذرا ٹھہرو ابھی جوڑا نہ کھولو / نزاکت پوچھ لے پہلے کمر سے
وہ آئینے سے اپنے پوچھتے ہین / کوئی ہمسا بھی گزرا ہے نظر سے
بلا لو سامنے دیکھو تو کیا / تڑپ کر آئینہ نکلا ہے گھر سے
ہدف ہونے کو اللہ ری تمنا / جگر آگے ہے دل سے دل جگر سے
تڑپ اس برق کو مین نے سکھائی / چمک ہے درد کی میرے جگر سے
خدا حافظ ہے اب میری نظر کا / کہ اڑنے جاتی ہے اُسکی نظر سے
نہین سنتی اجل بھی میری فریاد / مگر سیکھے ہین یہ عمر سے اثر سے
تبسم نے نمک چھڑکا یہ کہکر / مین ہنستا ہون ترے زخمِ جگر سے

امیر اُس قتلگہ کو لیچلا ہے
لپٹ کر خود مرا دامن کمر سے

حشر مین جس نے کہا بندہ خطا کارون مین ہے / رحمت اُسکی بولی چل تو کن گنہگارون مین ہے
پھنک رہا ہون ہجر مین پردہ میان خارون مین ہے / جان پھولون مین پڑی ہے جسم انگارون مین ہے
مغفرت کا تو جو طالب ہے تو زاہد آدھر / پیار کرتی ہے وہ میخوارونکو میخوارون مین ہے
مین ہون عاجز اور اُسکو عاجزی محبوب ہے / بے نیازی اُسکی میرے نازبردارون مین ہے

ڈھونڈتا ہو اُسکو اے زاہد تو اپنے دل مین ڈھونڈ
چھت مین کعبے کی نہ وہ کعبے کی دیوارون مین ہے

شوخ وہ ہم مضطرب وہ نازنین ہم ناتوان
ملتی جُلتی یار سے ہے بات جو یارون مین ہے

حشر کے دن دیکھکر آغوشِ رحمت مین مجھے
پوچھتی ہے خلق تو کسکے گنہگارون مین ہے

کیا نمودِ آفتابِ حشر داغون سے کے حضور
وہ بھی اک چھوٹا سا انگارا ان انگارون مین ہے

اسکو اسے ساقی اُٹھادے کام کیا اسکا یہان
یہ تکلف بھی ہے کیا میکش جو میخوارون مین ہے

حسن و عصمت دونون یکجا ہون یہ ممکن ہی نہین
گھر مین وہ پردہ نشین ہے شور بازارون مین ہے

پوچھتی ہے میرے آنسو مرگِ دشمن کی خوشی
ہون مین وہ ناشاد شادی میری غمخوارون مین ہے

ابر جب گھر گھر کے آتا ہے پلاتا ہے شراب
رحمت اُسکی آج ساقی بنکے میخوارون مین ہے

لینے آئی ہے اجل کسکو عدم کو جائے کون
اتنی طاقت اب کہا فرقت کے بیمارون مین ہے

صورتِ آئینہ ہر صورت سے ہے وہ آشنا
یار اگر یارون مین ہے عیّار عیّارون مین ہے

گھر وہی ہے ہجر کے دن بھی جو روزِ وصل تھا
دلمین وحشت ہے درون مین ہے نہ دیوارون مین ہے

ہے صدا حاتم کی در پر میرے آقا کے امیر
یہ خدا رکھے عجب دربار دربارون مین ہے

رُکا خنجر جو دستِ نازنین سے
چھُری جھنجھلا کے لی چین جبین سے

یہ ظاہر ہے دلِ اندوہگین سے
کہ ظالم چوٹ کھا آیا کہین سے

اُٹھے جب گرد باد آسا کہین سے
زمین کچھ لیکے اُٹھے ہم زمین سے

کہان کا پردہ وقتِ رقصِ بسمل
نکل آئی کلائی آستین سے

بچون گا ہجر مین تو وصل کی شب
وہ مجکو مار ڈالین گے نہین سے

نہین منہ سے جو نکلی پھر کہان ہان
خدا محفوظ رکھے اس نہین سے

کبھی چھپ کر بھی مجکو دیکھ لے گی
ذرا پوچھو تو چشمِ شرمگین سے

اُٹھایا ہر ہمی سے اُسنے گھونگٹ
جبین پیدا ہوئی چین جبین سے

سوالِ بوسہ لب تک کیونکر آئے | حیا آتی ہے چشمِ شرمگین سے
حذر ہے سے مسلّم اور جو واعظ | ملے دستِ بتانِ نازنین سے
کیا کیا دخترِ رز نے وصل مین کام | نزاکت چھین لی اُس نازنین سے
یہ کس کا آستانہ ہے کہ سجدے | گرے پڑتے ہین آغوشِ جبین سے
صبا آتی ہے اٹھلاتی ہوئی آج | کوئی پیغام لائی ہے کہین سے
جفائے آسمان کی داستان مین | سنو گورِ غریبان کی زمین سے
پسِ مُردن تصور مین کسی کے | لپٹ جاتا ہون تربت کی زمین سے
چراؤ بھیک مانگو اُن کو کیا کام | انہین روز اک نیا دل دو کہین سے
مقابل آئنہ ہے آنکھ اُٹھاؤ | ہنسو بولو کچھ اپنے ہمنشین سے
یہ غصہ ہے کہ دیکھا آئینہ کیون | حیا روٹھی ہے چشمِ شرمگین سے
وہ نقشِ دلنشین ہے نام تیرا | ملے تو چھین کر لیلون نگین سے
چڑھاؤ تیوریان تم آئینے پر | تمہارے ناز اُٹھین گے تمھین سے
غضب کا وقت ہی ہوتی ہین رخصت | تمنائین نگاہِ واپسین سے
اجل بھی چیخ اُٹھی ہم نے دمِ نزع | وہ چٹکی لی نگاہِ واپسین سے

امیر آئے وہ سب قسمت مین میری
مٹے جو بل حسینون کی جبین سے

جو تم ہو مرے دل مین تو دل ہی ہے | یہی گھر ہے لیلیٰ کا محمل یہی ہے
ترا دوست میرا عدو دل ہی ہے | ترا بسمل اور میرا قاتل یہی ہے
ستم ہے نکیلی چھری اُس نگہ کی | کلیجے مین رکھنے کے قابل یہی ہے
رہِ عشق مین جس جگہ گر پڑا ہون | کہا ضعف نے تیری منزل یہی ہے
نہ چھوڑو نگاہین تیر سے ناوک کو ظالم | کہ حسرت بھرے دل کا قاتل یہی ہے

مرے دلکو ٹھکرا کے مجھسے وہ بولے
بڑی دھوم جسکی تھی وہ دل یہی ہے

یہان اسکو دشوار کچھ ذبح کرنا
مین ہون سخت جان سخت مشکل یہی ہے

وہ صورت تصور سے ہٹنے نہ پائے
ترا حسن اسے عشق کامل یہی ہے

مرے ناتوان دل کو دیکھا تو بولے
ہلا دیگا جو عرش وہ دل یہی ہے

اجل گور تک مجھکو پہنچا کے بولی
مسافر ٹھہر تیری منزل یہی ہے

امیر اس کرم پر مین صدقے کہ اُسنے
کہا میری رحمت کے قابل یہی ہے

خفا جس سے عیسیٰ ہو وہ دل یہی ہے
جو زندہ ہے مردون مین شامل یہی ہے

تڑپ کر یہان دل نے مارا تو سمجھے
کہ بسمل کے پردے مین قاتل یہی ہے

نہ گھبرائے خنجر عشق دم لے
مرے کا تو وقت امین اجل یہی ہے

کھلا تختہ لالے کا تو مین یہ سمجھا
کہ اُسکے شہیدون کی محفل یہی ہے

خدا دادی امتحان مین سنبھالے
کڑی راہ الفت مین منزل یہی ہے

مری لاش پامال کرتا ہے ظالم
ارے جان دینے کا حاصل یہی ہے

تماشا مرے دل کے داغون کا دیکھو
چمن سیر کرنے کے قابل یہی ہے

کلی پھول کی ملکے چٹکی سے اُسنے
کہا مجھسے کیون آپکا دل یہی ہے

عدم مین فراق احبا کا غم کیا
یہین آئینگے سب کی منزل یہی ہے

مرا دل ہی دشمن ہے دلبر سے کر کیا
وہ ہے مفت بدنام قاتل یہی ہے

کمال طلب ہے جو خود ہو وہ طالب
وہ کھینچ آئے خود جذب کامل یہی ہے

جسے شیشہ سمجھا ہے اسے محتسب تو
نہ توڑ اسکو ظالم مرا دل یہی ہے

عدو کو مین اُس بزم سے تو اٹھا دون
جگہ اُسکی دل مین ہے مشکل یہی ہے

دل دشمن اُس حور کا گھر بنا ہے
جہنم مین فردوس منزل یہی ہے

امیر اُس سے تیور مرے کہہ رہے ہین
تری بانکی چتون کا بسمل یہی ہے

یہ کس بیدرد کس ظالم پر اپنا دم نکلتا ہے
یہ رہ رہ کر کلیجا چٹکیون سے کون ملتا ہے

ترے بیمار کا کام اب بڑی مشکل سے چلتا ہے
کہ درد اُٹھ کر بداوا آتا ہے تب کروٹ بدلتا ہے

بہار آپہنچی ہے شاید کہ دامان و گریبان ہین
بہم یہ بحث ہے دیکھین تو کون آگے نکلتا ہے

ضرور آفت کوئی آئی ہے دل پر ورنہ ای ہمدم
تڑپتا لوٹتا کیون آنکھ سے آنسو نکلتا ہے

ترا بیمار اسے عیسیٰ نفس بگڑا ہے اب ایسا
سنبھالا بھی سنبھالے آکے تو وہ کب سنبھلتا ہے

ہمین دھڑکا ہے ایسا اُسکے اُٹھ جانیکا محفل سے
بدلجاتا ہے رنگ اپنا جو وہ زانو بدلتا ہے

حنا کیون دیکھ کر اُسکو پسی جاتی ہے گلشن مین
لہو عشاق کا ملتا ہے مہندی کب ملتا ہے

چھڑکتے ہین وہ افشان گیسوون پر خیر ہو دلکی
مسافر چھاؤن مین تارون کی گھر سے چل نکلتا ہے

خدا بھی عاجزون کی عاجزی سنتا ہے محشر مین
بڑی سرکار مین دربار مین یہ عذر چلتا ہے

رُلا دیتی ہین ہنستی صورتین ان خوبرویون کی
یہ طفل اشک ہمین پیارے کھلونون پر مچلتا ہے

یہ کسکی گرمیون سے پھنک رہی ہے شمع محفل مین
کہ پروانہ پرون سے شب کو پنکھا روز جھلتا ہے

ذرا سی جان ہے پر دل جگر پروانے کا دیکھو
کہ جلتی آگ مین کس شوق سے گر گر کے جلتا ہے

خرام ناز پر اُسکے گریبان چاک کرتا ہون
کسی کے پاؤن چلتے ہین کسیکا ہاتھ چلتا ہے

جو کہتا ہون کہ میرا دم نکلتا ہے تو کہتے ہین
ہمارے وصل کا ارمان تو یون ہی نکلتا ہے

تمہاری گرمیان آفت ہین ہجر و وصل دونو مین
کوئی دوزخ مین پھکتا ہے کوئی جنت مین جلتا ہے

عجب تقدیر پائی ہے امیر اس دارِ دنیا نے
نہین آتا پھر اس گھر مین جو اس گھر سے نکلتا ہے

بہار آپہنچی ہے اب جام مے مستون مین چلتا ہے
خدا چاہے تو رنگ گلشن عالم بدلتا ہے

گلے پر میرے ارمان اُسکے خنجر کا نکلتا ہے
خرامان یون ہے جیسے باغ مین طاؤس چلتا ہے

رفوگر دیکھکر میرے جنون کو ہاتھ ملتا ہے
گریبان کو رفو کرتا ہے تو دامن نکلتا ہے

یہ مطلب ہے فقط اپنا صنم خانے مین جانے سے
کہ اچھی صورتون کو دیکھکر کچھ جی بہلتا ہے

ذرا تو نشہ کم ہو تو یہ پڑھوا تا ہے کیا واعظ
کہ بیہوشی مین کہتا کچھ ہون منہ سے کچھ نکلتا ہے

ہم اتنی بات پر خوش ہین کہ مذکور اپنی الفت کا
ہمیشہ ذکر حسن یار کے ہمراہ چلتا ہے

کہین شادی کہین غم طرفہ دنیا کی دورنگی ہے
پہنتا ہے کفن کوئی کوئی کپڑے بدلتا ہے

نہین بیکار کوئی شے جہان مین کلک کو دیکھو
زبان گنگ ہے پر کام کیا اس سے نکلتا ہے

تری نقش قدم سے دی ہے جو لے ماہر و نسبت
خوش ایسا ہے کہ اب پہنون کی جل پاؤن چلتا ہے

اگر چشم بصیرت ہو رفاقت سیکھ سایے سے
کہ رہرو جس طرف چلتا ہے یہ بھی ساتھ چلتا ہے

کیا نالہ اگر دل نے تو آنسو بھی روان ہونگے
کہ لشکر جمع ہوتا ہے علم جس دم نکلتا ہے

ذرا سمجھو مری امید ناحق قطع کرتے ہو
شجر کا کاٹنا کب کاٹنے والے کو پھلتا ہے

چلی عمر روان جس دم زوال آیا جوانی کو
مگر ہے وہ پہر سا یا کہ دن آئین بھی ٹلتا ہے

وہ شاعر زندہ ہے مشہور عالم ہے سخن جس کا
کہ نام انسان کا اولاد سے دنیا مین چلتا ہے

بٹا سے بوجھ اسے لیجائے کوئی دلستان یارب
نہایت ضعف ہے اب دل نہین مجھسے سنبھلتا ہے

الٰہی آگ پر پارہ ہے یا اسپند ہے کیا ہے
کہ دل سینے مین بیتابی سے وہ وہ ہاتھ اچھلتا ہے

سزا قاصی کی کیا چھڑوائیگی مستون سے میخواری
قلم جب باغبان کرتا ہے انگور اور پھلتا ہے

سخی کے پاس کچھ ہو اور نہ دے یہ غیر ممکن ہے
نہین کرتا ہے مٹھی بند جب تک ہاتھ چلتا ہے

امیر اپنے مضامین کو بری رکھ ثقل بندش سے
بھلا نازک تنون سے بوجھ بھاری کب سنبھلتا ہے

ذوق میخواری بڑھاتی ہے گھٹا برسات کی
اور لے اڑتی ہے مستو نکو ہوا برسات کی

اے پری اس فصل مین سرگرم آرایش نہو
آگ تلوون مین لگادے گی حنا برسات کی

ابر و دریا سبزہ ساقی یار مطرب دختر رز
ہو یہ سب سامان تو پھر دیکھیں فضا برسات کی

آٹھ آٹھ آنسو رُلاتی ہے تری ہونٹون کی یاد
لے پری مسّی ہوئی اُودی گھٹا برسات کی

شیرۂ انگور کو کرتی ہے آبِ آتشین
آگ پانی مین لگاتی ہے ہوا برسات کی

رنگ مین ڈوبے ہوے ہین نوعروسانِ چمن
پتّے پتّے سے ٹپکتی ہے ادا برسات کی

میکدے مین بوتلون کے منہ سے اُڑجاتے ہین کاگ
ہوش مستون کے اُڑاتی ہے ہوا برسات کی

مور ناچے کوئلین کوکین پپیہے بول اُٹھے
وصل کے دن آگئے فصل آئی کیا برسات کی

جب دوپٹا سادہ اوڑھا تم نے دھانی ہوگیا
واہ کیا تاثیر رکھتی ہے ہوا برسات کی

آنسوؤن مین ڈوب جائین بدلیان اے چشمِ تر
ابتو زور اپنا بڑھا قوت گھٹا برسات کی

ڈالکر جھولا چمن مین تمنے جب گاے ملار
پینگ دینے کے لیے آئی ہوا برسات کی

کیا تری زلفِ سیہ کو دیکھکر شرما گئی
بھیگی بھیگی رات ہے لے مہ لقا برسات کی

ساقیا جام و سبو سے ایسی آرایش بڑھے
آگے میخانے پہ صدقے ہو گھٹا برسات کی

ٹکرین لین ابر سے مستون نے پی پیکر شراب
کیا بلا ہوتی ہے مستی ساقیا برسات کی

برق چمکاتی ہوئی کہسار سے اُٹھی ہے ہین
نیچے کھینچے ہوے آئی گھٹا برسات کی

فرقتِ ساقی جتنے آنکھون مین جہان اندھیر ہے
جان پر مستون کے نازل ہے بلا برسات کی

جب چمن مین آگیا مستون کو ساون کا خیال
ساونی گاتی ہوئی آئی گھٹا برسات کی

پانی پانی کردیا ہے چشمِ تر نے لاکھ امیر
چشمکین کرتی ہے اسپر بھی گھٹا برسات کی

بڑھتی ہے رونے سے مستون کی فضا برسات کی
آگئی کیا گھٹ کے آنکھون مین گھٹا برسات کی

ساقیا ہے جوشِ بارش جوشِ رحمت کی دلیل
ہم سیہ کارون سے نازش ہے بجا برسات کی

شوخیان ہین دخترِ رز کی کہ بجلی کی چمک
بوتلین ہین مے کی یا کالی گھٹا برسات کی

زاہدون کی توبہ ٹوٹی لڑکھڑایا پاے شیخ
کچھ عجب مستانہ رُت ہے ساقیا برسات کی

میکشون کے منہ سے جو اس فصل مین نکلی دعا
لے اُڑی بابِ اجابت کو ہوا برسات کی

دختِ رز سے کہدے ساقی اور کھیلے چار دن
فصل آ پہنچی ہے او نا آشنا برسات کی

میکشوں کے دل میں داغ آنکھوں میں ساقی کے خمار
یہ نشانی رنگ کی ہے جا بجا برسات کی

ہر روش پر ہو چمن میں ایک پری ساغر بکف
ایکدن یوں دیکھیں اے ساقی فضا برسات کی

پتے پتے پر ہے ساقی سبزۂ مینا کا رنگ
کیا نظر آتی ہے سبزی خوشنما برسات کی

لعل و لب سے بڑہکے انگارا ہوئے ہیں ہاتھ پاؤں
کیا رچی ہے اے پری پیکر حنا برسات کی

گنجِ گلشن میں ہو صحبت دورِ ساغر کی ضرور
میہمانی ہے مناسب ساقیا برسات کی

چلتی ہے ٹھنڈی ہوا نزدیک ہے دورِ شراب
مژدہ مستوں کو خبر لائی صبا برسات کی

ہجر میں سب ہیچ ہے وصل میں سب بامزہ
فصل گرمی کی ہو یا جاڑے کی یا برسات کی

نونہالانِ چمن میں تھا کہاں یہ حسن امیر
حضرتِ یوسف سے ہے ساری فضا برسات کی

مرے دل میں پاکے جگہ نئی ترے رخ کی جلوہ گری رہی
نہ کہیں چلی نہ کہیں ٹہری اسی شیشہ میں یہ پری رہی

یہ بیخودی نے کرم کیا تو مجھے خودی نے ستم کیا
کبھی ادھر سے بیخبری رہی کبھی ادھر سے بیخبری رہی

یہ ہمیں کی سارے کرشمے تھے جو یہاں سے آگے میں بڑھ گیا
نہ ٹھہر نہ بے ٹھہری رہی نہ اثر نہ بے اثری رہی

مری شاخِ گلشنِ آرزو ہوئی کچھ نہ واقفِ رنگ بو
نہ پھل آئیں کوئی کبھی لگا نہ کلی کھلی نہ ہری رہی

نہ یہ کی کسی نے انہیں خبر کہ گیا جہان سے کوئی گزر
اسی آرزو میں کئی پہر مری لاش در پہ دھری رہی

روش اسکی پاسے مجال کیا کبھی دو قدم وہ اگر چلا
نہیں تاب مجکو پسا پسا یہ صدائے کبکِ دری رہی

رہے ہم تلاش میں دربدر دل و دیدہ دونوں تھے اسکے گھر
کبھی اسمیں جلوہ گری رہی کبھی اسمیں جلوہ گری رہی

دل اگرچہ غم سے فگار ہے مگر اب بھی باغ و بہار ہے
اسی شاخ کا یہ شعار ہے کہ شکستہ ہو کے ہری رہی

مرے آنسوؤں ہی سے آبرو ہوئی گیسوؤں کی یہ موبمو
تری مانگ اے بتِ ماہرو نہیں موتیوں سے بھری رہی

جو بڑے بڑے تھے جہاں کشا انہیں کیا فلک نے مٹا دیا
نہ عروجِ چترِ شہی رہا نہ ضیائے تاجِ زری رہی

جو لعب سے ہمنے پناہ لی تو غضب سے تیغ نکال لی
کبھی راستی کی نہ راہ لی وہی انکی کج نظری رہی

نہ گزر ہے بزمِ جمال میں نہ وہ قوت اپنے خیال میں
نہ وہ حکمتِ عملی رہی نہ وہ حکمتِ نظری رہی

ہوسِ جہان سے فراغ ہے نہ وہ دل ہے اب نہ دماغ ہے
نہ ہوا سے نزہتِ باغ ہو نہ تلاشِ حسنِ پری رہی

نہ سنا فسانہ شور و شر ہوئی خواب ہی مین مری بسر
نہ ہوئی کسیکی کبھی خبر مجھے سب سے بے خبری رہی

رہے کسطرح نہ جنون کا غل خبر اس خبر سے ہوئین جز و کل
ہوئے قلق جیب سے برنگِ گل ہمین شوقِ جامہ دری رہی

یہ طبیعت اُن کی بگڑ گئی جو گیا یہان سے چلی چھری
کوئی مرغ کیا کہ صبا کو بھی نہ مجالِ نامہ بری رہی

عجب اشتیاق امیر تھا اُسے دید طرزِ خرام کا
کہ زمینِ کوچۂ مہ لقا تہ پائے کبک دری رہی

اے خضر کیا سناؤن مین حالِ تباہ کی
ظلمات دھوپ ہے مرے روزِ سیاہ کی

اتنی تو اُسکے دل نے مرے دل سے راہ کی
آنکھ آج پیار کی ہے تو چتون ہے چاہ کی

کیا کیا شبِ وصال مین گستاخیان ہوئین
تعزیر مجکو دینگے وہ کس کس گناہ کی

اہلِ عدم سے کیون نہ ہو منزل میں میل جول
ہے ان مسافرون مین ملاقات راہ کی

یہ میرے دل کو پاسِ نزاکت تھا یار کا
تڑپا ٹھہر ٹھہر کے تو تھم تھم کے آہ کی

سرمہ طلب ہوا ہے خدا خیر ہی کرے
آئے گی شامت آج کسی بیگناہ کی

کہتا ہے مجکو دیکھ کے اغیار سے وہ شوخ
اس شکل پر حضور کو سوجھی ہے چاہ کی

زاہد بڑے ثواب سے محروم رہگیا
کعبے گیا مگر نہ کسی دل مین راہ کی

فریاد کس سے کوچۂ الفت مین کیجیے
سنتا نہین ہے کوئی کسی دادخواہ کی

ہم دل جلے گئے تو جہنم پکار اُٹھا
یارب سزا ملی یہ مجھے کس گناہ کی

قسمت جو پھر چلی مجھے کوچے سے یار کے
حسرت سے دیکھ کر سوئے گردون اک آہ کی

گزرے گی وہ نہ داورِ محشر کے سامنے
جس فرد پر ہوگی نشانی گناہ کی

آنکھ اُس پری سے ملتے ہی یان کام ہو گیا
فرصت ملی نہ ہائے دوبارہ نگاہ کی

مین نے بلائین لین شبِ فرقت کی بار بار
پائی جو شان کچھ تری زلفِ سیاہ کی

رحمت تری وسیع ہے میں ناچیز روسیاہ
اللہ کیا بساط ہے میرے گناہ کی

بسمل ترا بچے گا نہ اسے ترک دیکھ تو
برچھی اتر گئی ہے جگر تک نگاہ کی

لیلی سواری آتی ہے صحرا میں لے جنوں
اٹھ اٹھ کے رقص کرتی ہو کیوں گرد راہ کی

سب عیب ایک اشک ندامت سے مٹ گئے
ساری سیاہی دھو گئی روے سیاہ کی

ایسا کیا ہے دشت نوردی نے ناتوان
میں پس گیا جو اڑ کے پڑی گرد آہ کی

پھر کسی نے لطف کیا یا ستم امیر
ہمنے اسی کی شان کرم پر نگاہ کی

کیا کہیں دل سے کہاں وصل میں ارمان گئے
ناز کے صدقے تو انداز کے قربان گئے

امتحان خوب وفا کا بھی جفا کا بھی ہوا
تم ہمیں جان گئے ہم تمھیں پہچان گئے

کہتے ہیں شب کی خوشامد بھی عجب جادو تھی
ماننے کی جو نہ تھی بات وہ ہم مان گئے

وصل میں کہتے ہیں کوئی نہیں آڑے آتا
ہاے اس وقت کہاں ہیرے نگہبان گئے

چھپ گئی گونج جو بالی کی بگڑ کر بولے
ہاتھ ٹوٹیں ترے مشاطہ مرے کان گئے

عیب میں دروازے پہ دیتا ہوں کسی کو آواز
کہتے ہیں کہدو وہ گھر غیر کے مہمان گئے

کبھی سونی نہیں ہوتی ہے سراے دنیا
اور دس آ گئے دو چار جو مہمان گئے

پوچھتا کیا ہے کہ بسمل گئے مقتل سے کہاں
مہربان پا کے تجھے سب ترے قربان گئے

شیخ جی چھپ کے یہ حجرے میں اڑانا بوتل
واہ وا آج تو حضرت تمہیں ہم مان گئے

حسن انجام پر اسلام کا ہے دار و مدار
تھے مسلمان وہ جو دنیا سے مسلمان گئے

قتل پر میرے اٹھاتے ہو عبث تم بیڑا
سرخرو بھی ہوں وہی نکلے جنھیں پان گئے

خاکساری کے مزے خوب اٹھے دنیا میں
خاک ہم چھانتے آئے تھے یہاں چھان گئے

دل کو تاکا کسی ناوک نے تو اللہ سے شوق
بڑھ کے لینے کو بہت دور تک ارمان گئے

گرمیاں وصل میں کیں اسنے تو جلکر بولے
جانے دو انکو جہنم میں یہ ارمان گئے

حق شناسی کی حقیقت کو انہیں نے جانا
اے امیر اپنی حقیقت کو جو پہچان گئے

کس برے حال سے عاشق ترے ایجان گئے
چار حیران گئے چار پریشان گئے

پوچھتا کیا ہے کہاں دل جگر اے جان گئے
جانتے کمبخت کہاں سب ترے قربان گئے

ہے وہی حسرت دیدار وہی شوق وصال
دل گیا ہائے مگر دل سے نہ ارمان گئے

نیمجان لوٹ کے مقتل میں یہ دیتے ہیں صدا
ایک وار اور بھی قاتل ترے قربان گئے

آنکھ سے آنکھ ملی وصل میں تو دل نے کہا
وہ گلے ملنے کو ارمان سے ارمان گئے

کچھ عجب رنگ ہی پر ہی کیسے دیوانوں نے
بنگئے گل سو دامن جو گریبان گئے

لاش پر میری کہا آکے کہ او طالب وصل
کیا ہوا شوق کہاں وہ ترے ارمان گئے

بیوفا جان نہیں ہوتی ہے اس پردے میں
تو ہی تھا تو ہی تھا ہم جان گئے جان گئے

دل میں تم آنکھ میں تم کعبے میں تم دیر میں تم
تم جہاں جاہو چھپو ہم تمہیں پہچان گئے

چتونوں نے تری سینے کو بنایا چھلنی
ناوک ناز کلیجے کو مرے چھان گئے

سان پر تیغ لگائی جو مرے قاتل نے
دیکھتے ہی ملک الموت کے اوسان گئے

صافیاں لیتے ہوے ابر کے لکے آے
اور مستان خرابات کی مے چھان گئے

ہمکو سختی سے کہاں وادی وحشت میں نجات
تنگ کرنے کو پہاڑ آے جو میدان گئے

قاضی و محتسب شہر سدھارے حج کو
میکشو خوب ہو حلق کے دربان گئے

خواب میں بھی نظر آتی نہیں زندان میں فضا
جن میں پھرتے تھے کہاں ہائے وہ میدان گئے

وحشتوں کے وہ کہاں لطف اسیری میں امیر
اب وہ میدان وہ سنسان بیابان گئے

کہتے ہیں مجھ سے کہ تجھ پر ہے یہ تہمت کیسی
دل میں تیرے ہے تو ظالم مری حسرت کیسی

پیار کیا کیا تری رفتار کو فتنوں نے کیا
تیری ٹھوکر سے ملی اٹھ کے قیامت کیسی

ناوکِ ناز کی آمد جو کہین سُن لی ہے
دل مین گھبرائی ہوئی پھرتی ہے حسرت کیسی

پسگئی پھولون کے گجرے سے کلائی اُنکی
نبض کی طرح تڑپتی ہے نزاکت کیسی

خود ترسے ہونٹ یہ کہتے ہین کہ بوسہ لے لو
اور معشوقون کی ہوتی ہے اجازت کیسی

کیاریان پھولون کی دیکھین جو کبھی گلشن مین
یاد آئی مجھے احباب کی صحبت کیسی

درد اُٹھ اُٹھ کے نہ خاک جو تڑپاتا ہے
بیٹھی ہے مجکو دبا کر مری تربت کیسی

سامنا اُن کا ہمارا جو کبھی ہوتا ہے
ناتوانی سے لجاتی ہے نزاکت کیسی

تم نظر آتے ہو مجکو نہ پتنگون کو چراغ
چھا گئی ہے یہ اندھیری شبِ فرقت کیسی

دوڑتا ہے جو ترا قہر گنہگارون پر
آڑے آجاتی ہے بڑھ کر تری رحمت کیسی

ہاتھا پائی مین تو مجھسے بھی وہ نکلے چالاک
سب بناوٹ کی یہ باتین تھین نزاکت کیسی

جلوہ گر یار ہے مجمع مین نظر بازون کے
لُٹ رہی ہے مری سرکار مین دولت کیسی

اسکو رخصت کر و خلوت مین ہے اسکا کیا کام
وصل کی رات مری جان نزاکت کیسی

ناز سے اُسنے جھٹک کر جو چھڑایا دامن
ہاتھ سے جاتی رہی میری طبیعت کیسی

آج بیمار ترا اُٹھ کے عدم کو پہنچا
ضعف حد سے جو بڑھا آگئی طاقت کیسی

اُسکی رحمت سے ہے سکھپال جنازہ کیسا
حور کھولے ہوئے آغوش ہے تربت کیسی

شب فرقت شب وصلت کا پتا دیتی ہے
ملتی ہے گیسوِ محبوب سے رنگت کیسی

او مرے روٹھے ہوے مان لے کہنا من جا
دیکھ کرتا ہے مرا دل تری منت کیسی

مے جو دی لوٹتے ہوئے جام مین ساقی نے نہ پی
پھوٹی قسمت بھی تو ثابت رہی نیت کیسی

حُسنِ یوسُف کو بہت آنکھ جھکا کر دیکھا
پوری تصویر تمھاری سے ہے شباہت کیسی

جی چُراتا ہون مین جب ناز اُٹھاتے ہی امیر
کہتے ہین دیکھو امانت مین خیانت کیسی

سادگی مین تری شوخی کی ہے رنگت کیسی
شرم کے ساتھ ہے آنکھون مین شرارت کیسی

دل اُڑا لیگئے دکھلا کے وہ جوبن کا اُبھار — سینہ زوری اسے کہتے ہین خیانت کیسی
روٹھتے وقت ذرا آئنہ لیکر دیکھو — منہ بنانے مین بگڑ جاتی ہے صورت کیسی
اچھی صورت کو تری دیکھ کے دل لوٹ گیا — ہاے اندھے کو نہ سوجھا کہ ہو سیرت کیسی
ہمتو چلمن کے ادھر ہین نگہ شوق بتا — تو نے چلمن کی اُدھر دیکھی ہے صورت کیسی
گدگداتا ہے جو اُبھرا ہوا جوبن اُن کا — چٹکیان لیتی ہے دلمین مری حسرت کیسی
ناز اُٹھوا کے اشارون مین کہا بس چلدو — تم تو بیگاری ہو بیگار مین اُجرت کیسی
مجھ سے اور غیر سے تکرار پہ وہ کہتے ہین — کیون لڑے مرتے ہو آپسمین یہ حجّت کیسی
وصل مین اُٹھتی جوانی کا جو کس بل دیکھا — چُپکی جا بیٹھی الگ ہٹکے نزاکت کیسی
چلتی ہے اب تری رفتار کے پیچھے پیچھے — دبگئی ایک ہی ٹھوکر مین قیامت کیسی
مارڈالا ہے مجھے وصل کی رات آنے وی — دیکھ خدمت تری کرتا ہون نزاکت کیسی
واعظ اتنا تو سمجھ لے کہ ہے وہ ذات رحیم — گئے مجرم ہی جہنم کو تو رحمت کیسی
چونکنے ہی نہین دیتی ہے کہ سوچون انجام — آنکھ کُھلتے ہی سلا دیتی ہے غفلت کیسی
جلنے والے ترے کیا جانین تری بزم کا لطف — کیا خبر دوزخیون کو کہ ہے جنت کیسی
کی مرے دل نے تری زلف مین پھنسکر فریاد — بولی سر چڑھ کے ترے میری محبت کیسی
پاکے تنہا اُنھین بوسے جو لیے کہنے لگے — لگگئی مفت چٹورے کو یہ نعمت کیسی
مین تمہارا ہون تو دل بھی ہے تمہارا صاحب — مفت لے لو اسے ٹھہراتے ہو قیمت کیسی
وصل مین بھی تو نکلتی نہین لے پردہ نشین — دل مین شرمائی ہوئی بیٹھی ہے حسرت کیسی
بے دھڑک دیکھو نکیرین چلے آتے ہین — اچھی خاصی یہ سڑک ہے مری تربت کیسی
سر پٹکتا ہون مین کروٹ نہین لیتی غافل — پاؤن پھیلائے ہوئی سوتی ہو قسمت کیسی
پھل کو تلوار کے حیرت سے جو دیکھا تو کہا — اک ذرا چکھیے تو اس پھل مین ہو لذت کیسی
دل مری آنکھون سے کہتا ہو کہ تجھپر مین نثار — ہاے دکھلائی ہے تو نے مجھے صورت کیسی

بات کرنے کی تو مہلت نہین ملتی ہو امیر
ایسی حالت مین غزل کہنے کی فرصت کیسی

دل ہی عاشق کی بڑی سوغات ہے
اور کیا بیچارے کی اوقات ہے

جھانک تاک اغیار سے دنرات ہے
اب یہ کچھ چوری چھپے کی بات ہے

دیکھ غفلت مین جوانی کو نہ کھو
عمر بھر مین اک یہی تو رات ہے

اتنی باتین کیون سناتے تم مجھے
پیار کرتا ہون مین اتنی بات ہے

دیکے دل لیتے ہین بوسہ جان نثار
گھر سے کچھ دیتے ہو کیا خیرات ہے

دیدے ہین اور دیدبازی حسن کی
ان ندیدون کی یہی اوقات ہے

بوسہ بے گالی کبھی ملتا نہین
یہ نئے انداز کی خیرات ہے

نگاہون کی آرزو پر بول اُٹھے
لو برا کہنا کچھ اچھی بات ہے

جتنے شعرون مین ہے مضمون کمر
سب مین اک پوشیدہ نازک بات ہے

توتا چشمی سبزہ رنگون پہ ہے ختم
بیمروت بیوفا یہ ذات ہے

دیکھو جب بنتی سنورتی ہے وہ زلف
مار رکھنے کی یہ اچھی گھات ہے

پھول ہارون کے لٹا ہے راہ مین
یہ نیا میلا نئی خیرات ہے

مہربانی بے سبب اُسکی نہین
گھاتیا ہے اس مین بھی کچھ گھات ہے

تاکی ہے رندون نے پگڑی شیخ جی
کچھ خبر بھی قبلہ حاجات ہے

بوتلون سے رات دن ڈھلتی ہے مے
یہ نئی بدلی نئی برسات ہے

ہے توکل پہ گزارا ہی امیر
اُسکے در کی بھیک پر اوقات ہے

دکھلا کے اک جھلک جو وہ روپوش ہو گئے
کیا کیا خیال خواب فراموش ہو گئے

بوسہ جو دیتے دیتے وہ روپوش ہو گئے
ہم آتے آتے ہوش مین بیہوش ہو گئے

حرص شراب نے ہمین بدنام کر دیا
چٹ کر کے اِس بلا کو بلا نوش ہو گئے

بیٹھے ہم اُنکے پاس تکلف اُٹھا دیا
ہمدوش ہوتے ہوتے ہم آغوش ہو گئے

لذت سے آشنا جو ہوا دل فراق مین
جتنے چھپے تھے نیش وہ سب نوش ہو گئے

صحبت مین میکشون کی نہین بے سبب یہ درد
ساغر بھی مست بادۂ سر جوش ہو گئے

یاد آ گئے مزے جو پس مرگ وصل کے
تربت کے گوشے حورونکے آغوش ہو گئے

مین ہون وہ عندلیب ہوا جب ترانہ سنج
جتنے کھلے تھے گل ہمہ تن گوش ہو گئے

ساقی شراب اور خرابا تیون کو دے
ہم تیری چشم مست سے مدہوش ہو گئے

کیا جانے کیا خیال شب وصل بندھ گیا
باتین جو کرتے کرتے وہ خاموش ہو گئے

ملبوس خاص حسن نے ہمکو عطا کیا
گل کھا کے دست یار سے گلپوش ہو گئے

یان وصل و ہجر دونون ہی مین بیخودی رہی
آنے مین غش تو جانے مین بیہوش ہو گئے

بوسے لیے جو زلف کے مستی مین تو کہا
مے پیتے پیتے تم تو بلا نوش ہو گئے

پھیرون اُدھر کو رخ نہ کیا وصل یار مین
پریون سے شوخ اُڑ کے مرے ہوش ہو گئے

ساقی سے اور جام جو مانگا ملا جواب
آنکھین تو کہہ رہی ہین کہ مدہوش ہو گئے

دفتر گرا ادھر تو اُدھر کاتب عمل
تڑپے ہم اس قدر کہ سبکدوش ہو گئے

مدت سے سر امانت شمشیر یار تھا
ہم ذبح ہو کے خوب سبکدوش ہو گئے

دیکھا جدھر کنکھیون سے اُس مست ناز نے
غمزہ پکار اُٹھا کہ وہ بیہوش ہو گئے

افسردہ داغ دل ہوئے پیری مین کیا امیر
گویا چراغ صبح کو خاموش ہو گئے

قاضی بھی محتسب بھی قدح نوش ہو گئے
چھپ چھپ کی دخت رز سے ہم آغوش ہو گئے

پہنائین اُسنے کشتون کو زخمون کی بدھیان
ہمرنگ ہو کے تیغ سے گلپوش ہو گئے

کاندھا ابھی جنازے کو دینا ہے جان مین
کیا کاٹ کر سر آپ سبکدوش ہو گئے

چھپتے کہان وہ وصل مین لیکن حجاب سے
منہ پر نقاب ڈالکے رو پوش ہو گئے

عاشق مرے تو سوگ تمہارے بلا کرے
تم کیون برنگ زلف سیہ پوش ہو گئے

سب ذوق شوق ساتھ جوانی کے چل بسے
دو چار دن وہ ولولے وہ جوش ہو گئے

رخصت ہوئے وہ آخر شب خاتمہ ہوا
ہم صبح سے بھی پہلے کفن پوش ہو گئے

مشاطہ پر چلی جو بنا گوش کی سنان
سینہ سپر وہ خال بنا گوش ہو گئے

آئی تھی کس کی شکل خیالی کہ خواب مین
بیساختہ ہم اُس سے ہم آغوش ہو گئے

لپٹا مین اُٹھکے غش سے تو بولے فریب سے
مطلب کیوقت کیسے بجا ہوش ہو گئے

کہنے لگے جو عاشق قد اُن سے درد دل
اونچا لگے وہ سننے گران گوش ہو گئے

اُس پائے نازنین کا تو رتبہ بلند ہے
لاکھون کے سر تصدق پاپوش ہو گئے

اُن بجلیون سے دل مین چمکتی ہین بجلیان
قندیل کعبہ آب وہ دُرِ گوش ہو گئے

جن کی جگہ سر آنکھون پہ تھی دم نکلتے ہی
افسوس کیا وبال سر و دوش ہو گئے

آئینے سے لپٹ گئے بے اختیار آج
آپ اپنے عکس سے وہ ہم آغوش ہو گئے

کب تک بغل مین پالے ہوسے دلکو روئیے
خالی یونہین ہزارون کے آغوش ہو گئے

ایسے سمائے میری نظر مین شب وصال
آنکھون کی پتلیان وہ دُرِ گوش ہو گئے

وہ شہسوار حسن جو معراج کو چلا
جبریل ساتھ غاشیہ بر دوش ہو گئے

بہکا مین مست شوق شب وصل تو کہا
لو تم تو بے پیے ہوے مدہوش ہو گئے

دلدار کا پتا تھا کہان ہجر مین امیر
ہم اپنے دل کو لیکے ہم آغوش ہو گئے

ہوئے نامور بے نشان کیسے کیسے
زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے

تری بانکی چتون نے چُن چُن کے مارے
نکیلے سجیلے جوان کیسے کیسے

نہ گل ہین نہ غنچے نہ بوٹے نہ پتے
ہوئے باغ نذر خزان کیسے کیسے

ستارون کی دیکھو بہار آنکھ اُٹھا کر
کھلاتا ہے پھول آسمان کیسے کیسے

کرٹے اُن کے تیور جو مقتل مین دیکھے
لیے ناز نے امتحان کیسے کیسے

یہان درد سے ہاتھ سینے پہ رکھا
وہان اُنکو گزرے گمان کیسے کیسے

ہزارون برس کی ہے بڑھیا یہ دنیا
مگر تاکتی ہے جوان کیسے کیسے

وہ صورت نہ آنکھون مین اب ہو نہ دل مین
مکین سے ہین خالی مکان کیسے کیسے

ترے جان نثارون کے تیور وہی ہین
گلے پر ہین خنجر روان کیسے کیسے

جہان نام آتا ہے اُن کا زبان پر
تو لیتی ہے بوسے زبان کیسے کیسے

ہر اک دل پہ ہین داغ ناکامیون کے
نشان دیگیا ہے نشان کیسے کیسے

بہار آکے قدرت کی گلشن مین دیکھو
کھلاتا ہے گل باغبان کیسے کیسے

اُٹھائے ہین مجنون نے لیلی کی خاطر
شتر غمزہ ساربان کیسے کیسے

خوش اقبال کیا سرزمین سخن ہے
ملے ہین اسے باغبان کیسے کیسے

جوانی کا صدقہ ذرا آنکھ اُٹھاؤ
تڑپتے ہین دیکھو جوان کیسے کیسے

شب وصل حل ہوگئے کیا کیا معمے
عیان ہوگئے راز نہان کیسے کیسے

خزان لوٹ ہی لیگئی باغ سارا
تڑپتے رہے باغبان کیسے کیسے

ہٹا کر دکھائے مرے درد دل نے
تہ آسمان آسمان کیسے کیسے

امیر اب مدینے کو تو بھی روان ہو
چلے جاتے ہین کاروان کیسے کیسے

مٹے دختِ رز پر جوان کیسے کیسے
رہے دورِ پیرِ مغان کیسے کیسے

نزاکت حیا وصل کے دونون دشمن
ترے ساتھ ہین پاسبان کیسے کیسے

رہِ عشق مین پھرتے ہین مارے مارے
تباہی زدہ کاروان کیسے کیسے

کہان قتل پر عشق مین خاتمہ ہے
ابھی دینے ہین امتحان کیسے کیسے

بندھے تار اشکوں کے غربت مین کیا کیا
ملے خاک مین کاروان کیسے کیسے

عجب کربلا تھا وہ مقتل کہ پیاسے
رگڑتے رہے ایڑیان کیسے کیسے

چھری تیز ہی رہتی ہے بلبلوں پر
ستم کرتے ہین باغبان کیسے کیسے

پتا ایک نے بھی نہ منزل کا پایا
بھٹکتے پھرے کاروان کیسے کیسے

جگر مین تڑپ دل مین درد آنکھوں مین دم
ملے ہین ہمین میہمان کیسے کیسے

کسی نے پتا پایا نہ یوسف کو پھر سے
ملے راہ مین کاروان کیسے کیسے

شب غم بلاؤن کا تانتا لگا ہے
چلے آتے ہین میہمان کیسے کیسے

زمین سخن پر ہین لاکھوں سخنور
چمن ایک ہے باغبان کیسے کیسے

بت افزاید وصل آج کرتے ہین کیا کیا
زبان دیتے ہین بے زبان کیسے کیسے

امنگین ترنگین جوانی کی ہین تاک تحقین
رہے رات بھر میہمان کیسے کیسے

جہان چھیڑتے پردہ بالون مین آئے
چلی لیکے نشتر زبان کیسے کیسے

چلی وصل مین تیغ ابھی نہ خنجر
رہے دم بخود ہمزبان کیسے کیسے

ق

توجہ زبان پر ہے شاہ دکن کو
نکالیگی رنگ اب زبان کیسے کیسے

امیر اب سخن کی بڑی قدر ہوگی
پھلے پھولین گے نکتہ دان کیسے کیسے

پہلے نگاہ پھر مری دشمن حیا ہوئی
وہ ایک تھی یہ دوسری آفت دلربا ہوئی

لپٹا سے کیون سرکے ہین یہ کیسی سزا ہوئی
گیسو تو خود بلا تھے انہین کیا بلا ہوئی

موجود آکے وصل مین بھی تو حیا ہوئی
اک جان کا عذاب ہوئی شرم کیا ہوئی

گالی بھی پیارے منہ سے ترے خوشنما ہوئی
بیجا بھی بات تو نے کہی تو بجا ہوئی

ہے بخشنے نہ بخشنے مین اسکو اختیار
تو ہے گناہگار کہے جا خطا ہوئی

بیٹھے ہوے کلیجے مین لیتے ہو چٹکیان
اسے جان دل لگانے کی اچھی سزا ہوئی

کہتا ہے اُن سے آئنہ صبح شبِ وصال
سہے سہے یہ رات بھر مین تری شکل کیا ہوئی

غمزے سے اپنے بولے وہ کشتوں کو دیکھکر
لوجی مری گلی نہ ہوئی کربلا ہوئی

رحم آگیا کریم کو محتاج دیکھکر
حاجت ہی اِس غریب کی حاجت روا ہوئی

اب آنکھ کیا ملاے گی مستون سے دختِ رز
قاضی کے گھر مین پڑکے بڑی پارسا ہوئی

کیا کیا لباس شانِ کرم کے ہین دیکھنا
خاکِ شفا ہوئی کہین آبِ بقا ہوئی

اک عمر ہوگئی شبِ فرقت کو میرے گھر
اب بھی جو ابتدا ہے تو بس انتہا ہوئی

دیکھا نگاہِ گرم سے آج اُسنے غیر کو
مقبول کس جلے ہوے دل کی دعا ہوئی

ہے وصل مین تو ہجر سے بھی بڑھکے اضطراب
شربت پلانے مین تو درد سے دونی دوا ہوئی

معشوق سبزہ رنگ تھی جبتک تھی سبزپوش
قاتل لباسِ سرخ پہنکر حنا ہوئی

شکوہ کیا جفا کا تو بولے کہ ناسپاس
میری جفا ہی سے تو نمودِ وفا ہوئی

جی خواب رنگ ہوش یکایک سب اُڑ گئے
روزِ فراق تیز کچھ ایسی ہوا ہوئی

آنکھون کے آگے آکے کھڑی ہوگئی وہ شکل
دم بھر جہان پلک سے پلک آشنا ہوئی

ہے چیز ایک ادا و قضا اِس قدر ہو فرق
سیدھی نظر ادا ہوئی ترچھی قضا ہوئی

آئینہ عاشقون سے سوا ہے ستم نصیب
پہلے اِسی غریب پہ مشقِ ادا ہوئی

مستانِ عشق کو رمضان مین بھی عید ہے
روزے مین بھی شراب نہ انکی قضا ہوئی

مقتل کو وہ چلے تو ہٹانے کو بھیڑ بھاڑ
تیغِ نگاہ کھینچ کے آگے ادا ہوئی

آئینے نے جواب دیا بات بات کا
لو آج تو کھلی کھلی اے دلربا ہوئی

گھبرا رہے ہو حشر مین کیون اسقدر امیر
اتنی ہی سی تو بات ہے کہدو خطا ہوئی

کچھ بھی جو شوخیون سے وہ آنکھ آشنا ہوئی
کیا پانی پانی شرم کے مارے حیا ہوئی

ہان جان اُس سے پہلے ہی نذرِ ادا ہوئی
کیسی خفیف آکے مرے گھر قضا ہوئی

کیا وصل کی گھڑی مرے حق مین بلا ہوئی
تعریف کی حیا کی تو شوخی خفا ہوئی

لو وصل مین تو جان ہی اُسکی ہوا ہوئی
عیسیٰ یہ درد ہجر کی اچھی دوا ہوئی

بولا فلک یہ مہر جو زلف اُسکی وا ہوئی
نازل ہمارے سر پہ یہ کالی بلا ہوئی

کہتے ہین زلف یار سے دیوانگان زلف
کالی پری کسی کی بھی تو آشنا ہوئی؟

عبرت یہ کہہ رہی ہے جوانون کی قبر پر
یارو کہو اُمنگ جوانی کی کیا ہوئی

وہ دیکھتے ہی بزم مین سب کو بگڑ گئے
کچھ بات بھی تو کی نہین یہ بات کیا ہوئی

ہین رند تو فراق مین ساقی سے تلخ کام
پوچھو تو دخت رز سے یہ کیون بُرا ہوئی

غافل نزول ہی تو کمال عروج ہے ق
خاک فنا ہی منزل آب بقا ہوئی

نقطے کی سیر دائرہ معرفت مین دیکھ
تھی ابتدا جہان سے وہین انتہا ہوئی

میری تڑپ مین ہے ترے جلوے کی آب و تاب
قدرت خدا کی درد سے پیدا دوا ہوئی

ہتھ پھیریان ہین دست نگارین یار کی
اور چور دل کی ہاتھ مین آکر حنا ہوئی

مجھکو کڑی نگہ سے اُدھر دیکھنا نہ تھا
جوبن کا دل دُکھا تو جوانی خفا ہوئی

گاہک وہ جان کی ہے یہ گاہک ہے دل کی بھی
کیسی قضا قضا کی بھی اُستاد ادا ہوئی

بسمل ادا شناس تھے قاتل ادا فروش
بدنام مفت بیچ مین پڑکر قضا ہوئی

مرتے تھے جو ادا پہ وہ سب مر کے رہ گئے
قربان اس ادا کے یہ اچھی ادا ہوئی

حسرت شب وصال مین بھی وصل کی رہی
خلوت مین بھی نہ اُن سے نزاکت جدا ہوئی

کیا کیا نیاز مندون سے ہین بے نیازیان
یان لاکھون لوٹنے لگے وان اک ادا ہوئی

کیون پہلے آرسی نے دکھائی کہ تمنے آنکھ
کسکی طرف سے چھیڑ کی یہ ابتدا ہوئی

بخشا امیر روز ازل ہی کریم نے
یان پہلے مغفرت ہوئی پیچھے خطا ہوئی

اچھے عیسیٰ ہو مریضون کا خیال اچھا ہے
ہم مرے جاتے ہین تم کہتے ہو حال اچھا ہے

آرزو وصل کی اچھی یہ خیال اچھا ہے
ہاے پورا نہیں ہوتا ہے سوال اچھا ہے

نزع میں ہوں وہ کہتے ہیں کہ خیریت ہے
پھر برا ہوتا ہے کیسا جو یہ حال اچھا ہے

تجھسے مانگوں میں تجھی کو کہ سبھی کچھ ملجاے
سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے

یادِ وصل آئی تو دل سے یہ کہا حسرت نے
اسکو سینے سے لگا رکھ یہ خیال اچھا ہے

ایک سے ایک حسینوں میں ہے اچھا لیکن
ہتھے چڑھ جاے جو اپنے وہی مال اچھا ہے

پھول پھل ہوں کہ نہوں چھاؤں گھنی ہو جسمیں
ہر مسافر کی نظر میں وہ نہال اچھا ہے

دیکھ لے بلبل و پروانہ کی بیتابی کو
ہجر اچھا نہ حسینوں کا وصال اچھا ہے

اچھی حالت پہ کسی کی نہیں روتا کوئی
آنکھیں کیوں روتی ہیں پھر دلکا جو حال اچھا ہے

تم زبان سے تو برا کہتے ہو میرے دل کو
چتونوں کی تو سنو کہتی ہیں مال اچھا ہے

راتیں اچھی ہیں دن اچھے ہیں مہینے اچھے
اپنے معشوق سے صحبت ہو تو سال اچھا ہے

دونوں آئینے ہیں انمیں ہے رقیب اسمیں حبیب
خواب معشوق سے عاشق کا خیال اچھا ہے

چیز مانگے کی ہو اچھی بھی تو کس مصرف کی
ہو برا بھی مگر اپنا ہو تو مال اچھا ہے

چودھویں سال میں ہے نام خدا دختر رز
پڑھ دے قاضی کہو دو بول یہ سال اچھا ہے

واعظ اسکی سی ادائیں تو نہیں حوروں میں
ہمنے تسلیم کیا حسن و جمال اچھا ہے

آگیا اسکا تصور تو پکارا یہ شوق
دل میں جم جاے الٰہی یہ خیال اچھا ہے

جسکا انجام مصیبت وہ خوشی بھی ہے بری
جسکا انجام خوشی ہو وہ ملال اچھا ہے

آنکھیں دکھلاتے ہو جوبن تو دکھاؤ صاحب
وہ الگ باندھ کے رکھا ہے جو مال اچھا ہے

وہ ادھر عکس ادھر بیچ میں ہے آئینہ
بحث یہ چھڑ گئی ہے کسکا جمال اچھا ہے

دہنِ زخم میں ہر قطرۂ خوں ہے یاقوت
تیری تلوار کے بیڑے کا اگال اچھا ہے

ماہِ کامل مہِ نو دونوں حسین ہیں لیکن
اک ذرا سن جو ہے کم اس سے ہلال اچھا ہے

ہاے بوٹا سا وہ قد ہاے وہ رخ وہ جوبن
پھول پھل جسکے ہوں اچھے وہ نہال اچھا ہے

حسرتین خون کے دریا ہی مین نہ رہین تو بھلی
مچھلیون کے لیے موجون ہی کا جال اچھا ہے

شوخیان وصل مین کرتی ہین جو دلکو مایوس
شرم دیتی ہے تسلی کہ مآل اچھا ہے

برق اگر گرمی رفتار مین اچھی ہے امیر
گرمی حسن مین وہ برق جمال اچھا ہے

بھولے پن سے دم رخصت یہ سوال اچھا ہے
ہاتھ سینے پہ ہے کیون دل کا تو حال اچھا ہے

پاکدامن ہو تو ارمان وصال اچھا ہے
اچھی نیت ہو تو اچھون کا خیال اچھا ہے

مانگیے بوسہ تو کہتے ہین وہ دیکر دشنام
کیون جواب اس کا ہوا اچھا کہ سوال اچھا ہے

دختر رز گھر مین جو واعظ کے ہے اسکی کیا بات
پارسا گھر ہے رقم چوکھی ہے مال اچھا ہے

ذکر طوبیٰ ہی کا کرتا ہے ہمیشہ واعظ
باغ بھر مین یہی کیا ایک نہال اچھا ہے

اس کا انجام فراق اس کا ہے انجام وصال
کون کہتا ہے کہ فرقت سے وصال اچھا ہے

غم مین گزرے تو برا عیش مین گزرے تو بھلا
نہ برا ہے کوئی دنیا مین نہ سال اچھا ہے

کہتے ہین خوش ہون جو عاشق تو کرین اور آفت
رہنے دو رہنے دو الپسون کا ملال اچھا ہے

روز آتا ہے مرے دل کو تسلی دینے
تجھسے اے دشمن جان اسکا خیال اچھا ہے

عمر کی جان جوانی ہے جوانی کی ہے جان
بارہ سے بیس تلک جو ہو وہ سال اچھا ہے

ناز کو جان کی ہے تاک ادا کو دل کی
دونون خوش فکر ہین دونون کا خیال اچھا ہے

میزبان مرتا ہے مہمان مرے کرتا ہے
دل کی حالت سے بری درد کا حال اچھا ہے

نہ سہی ذوق وفا شوق جفا کیا کم ہے
کچھ ہونے سے تو جیسا ہو خیال اچھا ہے

جی لگے کیون نہ حسینون کی جفائین سنکر
تذکرہ جس مین ہو اچھون کا وہ حال اچھا ہے

خوب دیکھا تو جوانی کا ہے سارا جوبن
حسن پریون کا نہ حورون کا جمال اچھا ہے

کہتے ہین آئنے سے واہ ہمین سے لیکر
پھر دکھاتا ہے ہمین کو کہ یہ مال اچھا ہے

چلکے دیکھ آئنہ خانے مین ہین کتنے تجھسے
تجکو سوجھی ہے کہ میرا ہی جمال اچھا ہے

لوٹ ہو دیکھ کے دل جسکو وہ قد ہے موزوں
جسکو نخل کہے اچھا وہ نہال اچھا ہے

گرمیِ مہرِ قیامت کا بھی دھڑکا نہ رہے
پھونک دے خلق کو اسے مہر جمال اچھا ہے

رشک اسپر نہیں ہوتا ہے کسی حاسد کو
خوب دیکھا تو خوشی سے بھی ملال اچھا ہے

کہتے ہیں آج کو ناخن سے مرے دی تشبیہ
کل کہے گئے ترے ابرو سے ہلال اچھا ہے

گرمیِ شوق نہ کہتی ہے جیسا وہ دیکھیں تو
سنتے ہیں طور پہ بجلی کا ابال اچھا ہے

اڑتے پھرتے ہیں تا کنگرۂ عرش پہنچ
رنگ پرواز پہ ہے پر و بال اچھا ہے

روٹھ کس سے گئے ابرو نہیں دیتے وہ امیر
کیوں کہا میں نے غزل میں کہ ہلال اچھا ہے

ہر کلی کہتی ہے کھلکر ترے دیوانے سے
دیکھ نکلی ہے پری بیچ کے پیمانے سے

ساقیا جاتے ہیں پیاسے ترے میخانے سے
گھونٹ دو گھونٹ چھلکتے ہوئے پیمانے سے

ہنس ہنس بیٹھے ہیں ہنستا جی مرا گھبراتا ہے
اُٹھ چلے کہتے کہ جیا جاوے نگا تہخانے سے

حسرتیں دیکھیں مرے دل میں تو بولی شبِ وصل
لپٹی ہیں کیوں یہ بلائیں مری دیوانے سے

دخترِ رز نام خدا اب ہے جوان ای ساقی
کہیں مستی میں نکلجا ہے نہ میخانے سے

لامکان کے جو کتابوں میں لکھے ہیں اوصاف
ماننے چلتے ہیں وہ کچھ کچھ مرے ویرانے سے

دل مرا توڑ دیا آج مرے ساقی نے
مے پلائی بھی تو ٹوٹے ہوئے پیمانے سے

رحم اُن پر تو کر اُٹھنے دے کبھی تو اُن کو
ہیں غضب میں تری آنکھیں تری شرمانے سے

شیخ جی رہتی ہیں کیوں سرخ تمہاری آنکھیں
شب کو کیا لال پری آتی ہے میخانے سے

بیسرے ہی دل سے پڑی خانہ خرابی کی بنا
گھر تباہی کا ہے آباد اسی ویرانے سے

کہتے ہیں آگ لگے شوق کو تیرے ظالم
جلکے سب رہ گئے پتلے ترے گل کھانے سے

رقص کرنے لگا دم بھر میں چھلک کر ساقی
کہدیا جھک کے یہ کیا شیشے نے پیمانے سے

میں نے زلفوں کی ثنا کی تو کہا چپ بھی رہو
دم الجھتا ہے اِس الجھے ہوئے افسانے سے

دل چرایا ہے تو آنکھیں نہ چراؤ دیکھو
چوری کھلنے کا ہے ڈر چور کو گھبرانے سے

شیخ جی آئے تھے رندوں میں تو کیسے تھے کثیف
کیا نہا دھو کے نکل آئے ہیں میخانے سے

پاس آتے ہی جلا پھونک کے رکھ دیتی ہے
شمع کی آگ کو کیا لاگ ہے پروانے سے

کل نظر آئے تھے جاتے ہوئے مسجد کو امیر
آج دیکھا تو چلے آتے ہیں میخانے سے

راز میخانے کے باہر ہوں میخانے سے
محتسب چھین نہ لے خط کہیں پیمانے سے

ڈھلتا غصے ہی میں آنچل وہ کہیں شانے سے
ہائے محروم رہا کیوں میں سزا پانے سے

زلفیں ہلتی نہیں تیری یہ ہوا پر پریاں
آئی ہیں ہینگ بڑھانے تری دیوانے سے

تحفہ بھی چاہیئے کوثر کے لیے کچھ زاہد
لیتا جا تھوڑی سی تلچھٹ مری میخانے سے

غیر کو دیکھ کے ساقی نہ ہمیں دیکھا کر
ہم نہیں پیتے چھلکتے ہوئے پیمانے سے

نگہ شوق کی زور آوریوں کو دیکھا
آنچل آیا ہے کہاں ڈھلکے ترے شانے سے

داغ تو دل میں مرے تیر سے لڑکپن ہی سے تھے
اور ابھرے ترے جوبن کی ابھر آنے سے

دیکھ اسے دل نگہ گرم سے اسوقت نہ دیکھ
ٹھنڈے ٹھنڈے ابھی نکلی ہیں وہ غسخانے سے

دی بھی مے شیخ کو ساقی نے تو تحقیر کے ساتھ
توبہ توڑی بھی تو ٹوٹے ہوئے پیمانے سے

وہ تو معشوق ہے تڑپانے میں ملتا ہے مزہ
درد دل تجھکو ملا کیا مرے تڑپانے سے

کہتے ہیں وصل میں دیکھے کوئی چل پھر انکی
بڑے ہشیار ہیں جو پھرتے ہیں دیوانے سے

میرے غمخوار جو گھیرے ہیں انہیں میں کیا دوں
غم مرے پاس بچے بھی جو مری کھانے سے

زاہد و وعظ کی مجلس سے کسے ہے انکار
تم چلو پی کے میں آیا ابھی میخانے سے

شمع سے کتنے ہی اک ساتھ لپٹ جاتے ہیں
رشک مطلق نہیں پروانے کو پروانے سے

نیمجان کر کے مجھے چھوڑ چلا او قاتل
تیری بیدردی ہی اچھی تھی ترس کھانے سے

درد دل سن کے پسیجا دل بیدرداں کا
کام افسوں کا لیا ہمنے اس افسانے سے

تو سہی میری وفا اُس سے جنازہ اُٹھوالی ... بدھیان پھولون کی اُٹھتی نہین جس شانے سے

زیست کا لطف تو یارون ہی کے دم تک ہے امیر
بیٹھ جاتا ہے دل احباب کے اُٹھ جانے سے

دخترِ رز لگی ہے ساقی کسی دیوانے سے ... کہ پری بنکے اُڑی جاتی ہے پیمانے سے
داغ پر داغ دیے جاتا ہے دم لے چرخ ... یہ بھی کھا لونگا جو فرصت ہوئی غم کھانے سے
بُت حرم مین بھی نہین چین سے رہنے دیتے ... روز پیغام چلے آتے ہین بتخانے سے
ساقیا دخترِ رز بھی ہے عجب مشاطہ ... آکے شیشے کو ملا دیتی ہے پیمانے سے
قتل کے وقت مین تڑپا تو کہا خوش ہو کر ... تم بھی تو وصل مین خوش تھے مری تڑپانے سے
کی تھی ہمچشمون مین تعریف تری شوخی کی ... آنکھ نیچی ہوئی میری ترے شرمانے سے
شیخ جی اُٹھے تو لغزش نے قدم لیکے کہا ... اُٹھ کے کیون بیٹھ گئے جاؤ نہ میخانے سے
خوب جی بھر کے تصور کا ترے موقع ہے ... مین بہت خوش ہون شبِ ہجر کے بڑھ جانے سے
ترے دیوانے پہ کیا جانیے وہان کیا گذری ... آیا سیلاب جو روتا ہوا ویرانے سے
شبِ غم کہتی ہے مین پڑ چکی تیرے گھر مین ... مجھکو کیا کام ہے اب غیر کے گھر جانے سے
چاہتے ہین کہ دل آئین تو الگ ایک سو ایک ... راہین زلفون مین نکلواتے ہین وہ شانے سے
کہہ کے یہ شربتِ دیدار پلایا دمِ نزع ... آخری وقت ہے کیا فائدہ ترسانے سے
شرم سے شمع بجھی جاتی ہے تیرے آگے ... اُڑ نجائے کہین پر رنگ کی پروانے سے
نکلے چلمن سے وہ سمجھے کہ تماشا ہے کوئی ... کام نکلا یہ بڑا دل کے مچل جانے سے
گھنگرو بولین گے گلے مین مری پایالون کے ... یہ صدا آتی ہے گھنگرو کی ہر اک دانے سے
چاہ کی آنکھ سے جوبن کو جو دیکھا تو کہا ... کہین یہ مال ملا جاتا ہے للچانے سے

ذکر ہو کس دلِ وحشی نے کیا ہے کہ امیر
وہی آواز چلی آتی ہے ویرانے سے

گرم اندر کا اکھاڑا ہے تو میخانے سے
رقص پریون کا کوئی سیکھ لے پیمانے سے

عکس کی جھپی ہوئی شکل تو آئینے مین دیکھ
شرم اُسکو بھی تو آئی ترے شرمانے سے

دل ہے دیوانۂ گیسو تو پہین سے بیڑی
آن ہے عشق کے بانکون کی اسی بانے سے

رات یہ تازہ کھلا گل کہ مرے دل کی کلی
مسکرائی تری چولی کے مسک جانے سے

آبرو ہے دلِ دیوانہ ہی سے گیسو کی
متبرک ہے یہ تسبیح اسی دانے سے

اُنکی یہ ہٹ کہ نہین آج نہ دونگا بوسہ
دل کی یہ ضد کہ بہلتا نہین بہلانے سے

دھو کے دیتے ہین آنکھون کو سیاہ بالون مین
چھُپاتین کرتے ہین چھپلا دی ترے دیوانے سے

اعتبار آپ نے وعدی کا خود اپنے کھو یا
نہ ہی اُٹھی بھی تو قیر قسم کھانے سے

کہتی ہے وصل کی شب اُن کی حیا سے شوخی
آج حاصل نہین کچھ جھیپنے شرمانے سے

خانقاہون مین جو یہ پھرتی ہے بہکی بہکی
تو یہ بھی پی کے مگر نکلی ہے میخانے سے

دیکھ پایا ہے اُنہین حضرتِ ناصح نے کہین
اب مین سمجھا جو غرض ہے مری سمجھانے سے

قاضیِ شہر ہو یا شیخِ حرم کوئی ہو
جو نہو مست نکالو اُسے میخانے سے

اشک ہے دانہ مرا اشک ہے پانی میرا
اور واقف ہون نہ پانی سے نہ مین دانے سے

اک ذراسی حرکت کی بھی سکت مجھ مین نہین
غش پہ غش آتے ہین اب ہوش مین بھی آنے سے

توبہ ٹوٹی ہے ضرور آج کسی اوسپنچے کی
توبہ توبہ کی صدا آتی ہے میخانے سے

لوٹین عشاق تہِ خاک کے سینون پہ بھی سانپ
یہ اشارہ ہے لٹین زلفوں کی لٹکانے سے

سیر کہنا تو غزل کچھ نہین دشوار امیر
خوف یہ ہے کہ نکل جا سے نہ پیمانے سے

جب آنکھ اُس شاہِ خوبان پہ پڑی ہے
نگہ تقدیر بن بن کر لڑی ہے

لبِ جانان پہ مسی کی دھڑی ہے
تو سوسن کس لیے پھولی کھڑی ہے

غضب کی پھوٹ الفت مین پڑی ہے
ملا ہے دل جو آنکھ اُس سے لڑی ہے

مسی پر چھوٹا افشان کی پڑی ہے
کنی ہیرے کی نیلم مین جڑی ہے

چھپی کیون ہے جو پسلی سے لڑی ہے
یہ چوٹی کس لیے پیچھے پڑی ہے

پہنچتی ہے یہ گردن ہی تلک اسکی
صراحی دختر رز سے کچھ بڑی ہے

شب غم مجھ سے بیٹھا جائے کیونکر
تری تصویر تو آگے کھڑی ہے

کلی کو باغ مین چھیڑا ہے کس نے
صبا یہ سُنکے پیچھے کیون پڑی ہے

خدا اُس زلف کاکل سے بچائے
بلا سے جان ہی جو چھوٹی بڑی ہے

بہت جلدی نکل قاتل دم ذبح
یہی تو حاصل عمر اک گھڑی ہے

شب غم کیسی ہی چھوٹی ہو واعظ
مگر تیری قیامت سے بڑی ہے

ادا کا ہاتھ قضا کا ہاتھ کدھر جائے
عجب جھگڑے مین جان اپنی پڑی ہے

نہین رکتی چلی جاتی ہے دن رات
مری عمر روان بھی اک گھڑی ہے

لیا ہے بوسہ قاتل لپٹ کر
لڑا دی جان تب قسمت لڑی ہے

قضا ہی نے تڑپ دیکھی تھی میری
اُسی نے جا کے قاتل سے جڑی ہے

فلک کو پھونکتی ہے آہ دل کی
ذرا سی شمع کو اتنی بڑی ہے

بڑی جھگڑالو ہے اُسکی حیا بھی
کہ اک اک بوسہ پہ پہرون لڑی ہے

ملا کر خاک مین آئے ہو کس کو
یہ کیسی گرد دامن پر پڑی ہے

نہین کھلتی گرہ بند قبا کی
یہ ظالم اُسکے دل سے بھی کڑی ہے

ہوا ہے کس بلاکش سے وہ برہم
کہ زلف یار قدمون پر پڑی ہے

نگاہ ناز ہوتی ہے برآمد
سلامی کو صف مژگان کھڑی ہے

اجل آئی ہے نذر اُسکے کرین کیا
ہماری جان تو تم مین پڑی ہے

تمھارے لب ہین باغ حسن کے پھول
تبسم اُنکی نازک پنکھڑی ہے

امیر اتنا نہ چھیڑ اُسکو سر شام

کہ شب بھر پیار کرنے کو پڑی ہے

شب وصل آنکھ جب مجھ پر پڑی ہے
تو کیا کیا شرم شوخی سے لڑی ہے

نظر کس چشم فتان سے لڑی ہے
کہ آنکھوں کو لیے نرگس پڑی ہے

نظر جس دن سے اُس رخ پر پڑی ہے
کرن سورج کی اشکون کی لڑی ہے

زمانے بھر کی آنکھ اُس سے لڑی ہے
جدھر دیکھو یہی آفت پڑی ہے

وہ بیٹھے ہین مگر تیوری چڑھائے
مسیحا پاس اجل سر پر کھڑی ہے

اُدھر عکس اور ادھر تنہا ہے وہ شوخ
یہ دو بانکون مین کیا بحث آپڑی ہے

گرے ہین جو لگن مین شمع سے پھول
پر پروانہ اُن کی پنکھڑی ہے

نکلتے ہی نہین مسجد سے واعظ
خدا کے گھر مین نال انکی گڑی ہے

گرہ بند قبا کی کھل رہے گی
وہ کھولو جو گرہ دل مین پڑی ہے

مرے گھر ہجر کے دن دھوپ یارب
جمی ہے یا گڑی ہے یا جڑی ہے

مری میت کو ٹھکرا کر وہ بولے
کہان کی نیند تمکو پھٹ پڑی ہے

نگاہ مست ساقی نے دکھا کر
کہا لو پھول کی جا پنکھڑی ہے

زبان دی بہر وصل اور خود ہی بولے
مین سچ کہتا ہون یہ چھوٹی بڑی ہے

مژہ اُسکی نگہ سے بھی ہے کٹّر
چھری خنجر سے بھی منہ کی کڑی ہے

لپٹ کر سوتی ہے روز اُس سے چوٹی
یہ میری جان کے پیچھے پڑی ہے

ابھار اُن جوبنوں کا کہہ رہا ہے
جوانی خود نمائی پہ اڑی ہے

نہین اُس تیغ کے قبضے مین چھلا
دُلہن کے کان مین انّی پڑی ہے

نکل سکتی نہین حسرت شب وصل
کہ وہ چتون چھری کھینچے کھڑی ہے

لہو مین تر ہے کیون اے چشم خونبار
بتا تو آج تو کس سے لڑی ہے

خضر بھی عمر مین دنیا سے ہین کم
یہ بڑھیا ساری دنیا سے بڑی ہے

نگہ جائے کہاں سینے سے اٹھکر
یہیں تو حسن کی دولت گڑی ہے

ادا قاتل ہے الزام اسکے سر پر
قضا کیا مفت مین ماری پڑی ہے

نہین پلکون کی اوجھل مین وہ پتلی
دلہن چلمن مین شرمائی کھڑی ہے

نکیلی بھی سجیلی بھی ہے وہ آنکھ
مگر دیکھا تو شرمیلی بڑی ہے

پہنتے ہین وہ بیٹھے گھر مین چھاگل
قیامت در پہ گھبرائی کھڑی ہے

ہنسے ہین جب دہانِ زخمِ بسمل
تو اک تلوار اور اسنے جڑی ہے

نہ توڑ دو نرگسِ بیمار کی آس
عصا ٹیکے ہوے کب سے کھڑی ہے

پہنچتے ہین سب اس منزل پہ مرکر
عدم کی راہ بھی کتنی کڑی ہے

اسیر اپنی نظر مین قصرِ شاہی
فقیرون کی سی ٹوٹی جھونپڑی ہے

چمکائے ہین کیا داغِ جگر آہِ رسا نے
ان پھولون مین اور آگ لگادی ہو صبا نے

جائے تپشِ دل مری کس کس کو بلانے
منھ تیری طرح مجھسے چھپایا ہے قضا نے

پردہ رخِ محبوب سے الٹا ہے ہوا نے
یہ پھول کھلایا ہے نسیمِ بادِ صبا نے

یان ہاتھ اٹھایا ہے دعا کے لیے مین نے
تاثیر سے وان ہاتھ اٹھایا ہے دعا نے

بلبل جو ہوئی ذبح تو غنچے یہ پکارے
چھوڑا ہے شگوفہ یہ نسیمِ بادِ صبا نے

لو وصل مین بیتابیِ دل ہوگئی دونی
کی اور کمک دردِ محبت کی دوا نے

کس کس کے چلے جور شبِ وصل مین تجھپر
چھکے دیے شوخی نے تو کی چال حیا نے

بسمل ہی مجھے چھوڑ گیا خنجرِ قاتل
افسوس وفا مجھسے نہ کی اسکی جفا نے

برما کے مرے دل کو جگر تک اتر آئین
کیا کام لیا نیچی نگاہون سے حیا نے

لو عفوِ معاصی کی لگائے رہین عاصی
رحمت کو بہت آتے ہین بخشش کے بہانے

کیا ہم آگئی شوخی کہ نقاب اسنے الٹ دی
شب کو تو مجھے مار ہی ڈالا تھا حیا نے

برسات میں کبھی یہ نہ اُبھرنا تھا نہ ابھری
چھینٹے دیئے کیا کیا مری توبہ کو گھٹا نے

اُس دستِ حنائی پہ گلے کٹ گئے کتنے
پیسے ہیں ہزاروں ہی کے دل اسکو حنا نے

گھبرائی ہوئی تیغ بکف پھرتی ہے حسرت
کیا جانے دیا برق کو کیا حکم گھٹا نے

آئی ہے دمِ نزع مرے گھر شبِ فرقت
گھیرا ہے بُرے وقت میں آ کالی بلا نے

اک آن میں جب بھر دیئے جل تھل تو میں سمجھا
واقف نہ تری رحمت سے کیا سبکو گھٹا نے

اُس دستِ نگارین کو کیا ہے جو بوسہ کا
دل میں مرے اک آگ لگا دی ہے حنا نے

توبہ کرو توبہ کہیں میخانے سے عاشق
کوٹھے سے اسے بجلی کے لگائی ہیں گھٹا نے

کمبخت مرے گھر سے نکلتی ہی نہیں ہے
مامن مرے مسکن کو بنایا ہے بلا نے

اُس گل کے جو ہاتھوں کو بنا تختہ ابجد کا
اسلے کا لہو چوس لیا برگِ حنا نے

اللہ رے میری شبِ ہجران کی سیاہی
سو بار پکارا مجھے گھبرا کے بلا نے

شکوہ جو کیا سنگدلی کا تو وہ بولے
بُت ہمکو بنایا ہے تمہارے ہی خدا نے

ہر گام پہ لغزش تھی رہِ عشق میں لیکن
پہلے تو سنبھالا ہمیں تسلیم و رضا نے

گھیرا تو بہت زلفِ بتان نے مجھے لیکن
اب تک تو اس آفت سے بچایا ہے خدا نے

دل پیسکے امیر اُنکے قدم تک کبھی نہ پہنچا
اور بوسے لیے ہاتھوں کے کبھی پیسکے حنا نے

سیکھی ہے ادا تیری مری جان قضا نے
آتے ہی مرے پاس لگی جان چرانے

یہ خوشخبری نزع میں دی مجکو قضا نے
بھیجا ہے عیادت کو تری مجھکو ادا نے

ساقی کے تصور سے یہاں کھل گئیں آنکھیں
ہشیار کیا ہمکو مئے ہوشربا نے

بُت کہتے ہیں سُن سُنکے گلہ جور و جفا کا
پیدا ہی کیا ہے انہیں کاموں کو خدا نے

نادم جو ہوا جرم پہ رحمت کا ہوا جوش
کی میری شفاعت مرے اقرارِ خطا نے

معشوق جفا کار ہیں عشاق وفادار
ہر ایک کو حکمت سے بنایا ہے خدا نے

افلاک کو سمجھے ترے دیوانے جنون مین
چھالے یہ اُچھالے ہین ہماری کف پا نے

پامال کیا لاش کو تربت کو بھی روندا
کی خوب وفا مجھ سے ترے جور و جفا نے

بے موت مجھے تیغ تغافل ہی سے مارا
پوچھا نہ جفا نے نہ قضا نے نہ ادا نے

قدمون پہ گری تیر سے تو پھر سر نہ اُٹھایا
کیا برق کو روندا ہے تری لغزش پا نے

ہین کشتگہ ناز مین سب زندۂ جاوید
شمشیر قضا توڑ کے رکھدی ہے ادا نے

اِس شان سے اِس ٹھاٹھ سے پھولون مین وہ آئے
نذرین اُنھین دین اُٹھکے مرے اہل عزا نے

تیر نگہ ناز سے ہم بچکے جو نکلے
غمزے سے چھری لیکے کیا ذبح ادا نے

گر و نظر یار نے بیمارون کو مارا
اِک زہر کی چٹکی اُنھین دی خاک شفا نے

سہکے ستم تمکو ستمگار بنایا
درپردہ ستم مجھپہ کیا میری وفا نے

جھنجھلائی ہے تنگ آئی ہے یہ بے اثری سے
کوسا ہے تہ عرش مجھے جا کے دعا نے

محشر مین بھی اُٹھا تو وہ مخمور ہی اُٹھا
تاکا جسے تیری نگہ ہوش ربا نے

اللہ رے ہم آغوشی تاثیر کی حسرت
سجدے کیے ہین باب اجابت پہ دعا نے

جوڑا جو کھلا دوڑ پڑے سیکڑون فتنے
لین بڑھکے بلائین ترے بالونکی بلا نے

مانگی ہے دعا وصل کی کسلیے کہ لپٹ کر
بوسے دیے ہین منہ کو مری میری دعا نے

ہشیار کیا تجھسے مرے ہوش اُڑا کر
دو کام کیے اِک نگہ ہوش ربا نے

لے لی تیری چتون نے مری آہ کی تاثیر
جو بچ گئی وہ چھین لی دشمن کی دعا نے

گزرا ہے جب اُس کوچۂ گیسو مین مرا دل
روکا ہے جو آفت نے تو لوٹا ہے بلا نے

خاموش چلے جاتے ہین دنیا سے ہزارون
کیا جانیے کیا کہدیا چپکے سے قضا نے

دکھلا کے ادا مجکو امیر اُسنے کیا قتل
پیدا اثر درد کیا میری دوا نے

وہ کہتے ہین نکلنا ابتو دروازے پہ مشکل ہے
قدم کوئی کہان رکھے جدھر دیکھو ادھر دل ہے

تری مشکل ہو اب آسان اسے بسمل یہ مشکل ہے
کہ قاتل خود نگاہ یاس کی چھریون ہی بسمل ہے

شب وصلت وہ اسکا چلبلاپن دیکھکر بولے
غریب آفت کا مارا غمزدہ بیکس یہی دل ہے

کہین ایسا نہو تجھپر بھی کوئی وار چل جاتے
تڑپنا ہٹ جا کہ جھنجھلایا ہوا اسوقت قاتل ہے

بلا داغ عرصۂ محشر بہین ہے ساری خدائی کا
بڑی ہی دھوم کا جلسہ قیامت کی یہ محفل ہے

نہ کر معشوق کو بے پردہ آنکھین بند کر مجنون
کہ لیلی آنکھ کی پتلی ہے آنکھ آغوش محمل ہے

تجھے تو درد ہے تیرا تجھے ہے کیون یہ بیدردی
مرے پہلو مین بھی دل ہے ترے پہلو مین بھی دل ہے

عدو بھی وا ئے قسمت بزم ماتم مین ہے ساتھ اُنکے
ہمارے پھولون مین کمبخت اُنکا کانٹا بھی شامل ہے

دل بسمل مرا قاتل مرا قاتل نہ کہہ اسکو
اُسے اللہ رکھے ایک عالم کا وہ قاتل ہے

عبث ہے تاک جھانک اسے شیخ تجکو دختر رز کی
بھلا یہ عمر اس تو بھر ہے شادی کو قابل ہے

مجھے تو میکدے سے مین خائف ہون کا مزہ آیا
مراقب سب کے سب اللہ والون کی یہ محفل ہے

مین اُسکی یاد مین ہر دم وہ میری گھات مین ہر دم
دل بسمل مین قاتل ہے دل قاتل مین بسمل ہے

فسانہ رہگیا حسن و محبت کا زمانے مین
نہ مجنون ہے نہ لیلی ہے نہ ناقہ ہے نہ محمل ہے

ملنا بین کھینچے ہے یار سب زمین کو سے جاتا کی
کہ مین ہون ناتوان اور دون ہے آخر دو منزل ہے

ذرا رخ پاس کے اُٹھا لے لیا بوسہ تو وہ بولے
کسیکے منہ لگانے مین یہی تو ہمکو مشکل ہے

جہان ڈوبا سفینہ عاشقون کا پار ہے بیڑا
نیا دریا ہے اس دریا کی تہ مین اسکا ساحل ہے

لحد مین لیکے دم جاتا ہے میدان قیامت مین
یہی منزل نہین اور اس کے آگے ایک منزل ہے

مرے سینے پہ رکھکر ہاتھ کہتا ہے وہ شوخی سے
یہی دل ہے جو زخمی ہے یہی دل ہے جو بسمل ہے

امیر خستہ جان کی مشکلین آسان ہون یا رب
تجھے ہر بات آسان ہے اُسے ہر بات مشکل ہے

ادھر ضعف اور اُدھر رعب یار سوال وصل مشکل ہے
گرسنہ وہ پہرون مین بیٹھی ہوئی آواز سائل ہے

سگ اصحاب کہف انسان کی زمرے مین داخل ہے
بُرا بھی ہو تو اچھا ہے اگر اچھون مین شامل ہے

چلے منہ موڑ کر تو ہی تو پھر سنسان ہے مقتل ۔۔۔ ترے ہی دم سے تو اے تیغ قاتل رنگ محفل ہے
نقاب اُٹھی تو کیا حاصل حیا اُٹھے تو آنکھ اُٹھے ۔۔۔ بڑا گہرا تو یہ پردہ ہمارے اُن کے حائل ہے
الٰہی بھیجدے تربت مین کوئی حور جنت سے ۔۔۔ کہ پہلی رات ہے پہلا سفر ہے پہلی منزل ہے
جدھر دیکھو اُدھر سوتا ہے کوئی پاؤن پھیلائے ۔۔۔ زمانے سے الگ گور غریبان کی بھی محفل ہے
کلیجے سے لگا آنکھون سے مل اتنا نہ دو بھر کر ۔۔۔ اِسے تلووں سے ملتا ہو ارے یہ تو مرا دل ہے
منہ لگا کر آئینہ کیون سامنے کی چوٹ کھا بیٹھا ۔۔۔ تو اپنا آپ دشمن ہے تو اپنا آپ قاتل ہے
گری ہے ٹوٹ کر تو یہ بھی جام مے پہ اے زاہد ۔۔۔ یہ کیسی پارسائی اب جو میخوارون مین شامل ہے
کہین نازون کی تلوارین کہین غمزونکی چھریان ہین ۔۔۔ یہ مجمع ہے حسینون کا کہ جلّادون کی محفل ہے
وہ شوقِ قتل سے مضطر ہے یہ شوقِ شہادت سے ۔۔۔ نہین کھلتا کہ ان مین کون بسمل کون قاتل ہے
اِسی جوہر سے ہے ہر دلعزیز آئینہ دنیا مین ۔۔۔ اُسی کی شکل بنجاتا ہے یہ جس سے مقابل ہے
زہے وحشت جہان کوئی بگولا دشت مین اٹھا ۔۔۔ تو دوڑا قیس یہ کہکر کہ وہ لیلیٰ کا محمل ہے
بڑھ اے آہ رسا بابِ اثر آغوش ہے کھولے ۔۔۔ بہت ہی تیری مشتاق اے مسافر تیری منزل ہے
گرہ مین دیکھیے گیسو کی یا جوڑے کی مٹھی مین ۔۔۔ نہ سینے مین مرا دل ہے نہ پہلو مین مرا دل ہے
ہمین کیا کام توبہ سے کہ رندِ لا اُبالی ہین ۔۔۔ یہ ذی عصمت تو زاہد پارساؤن ہی کو قابل ہے
نگاہِ غور سے دیکھے اگر انسان تو آنکھین ہون ۔۔۔ ذرا سا اُسکی قدرت کا نمونہ آنکھ کا تل ہے
دیے گلشن کو چرکے کسکی شمشیرِ تبسم نے ۔۔۔ کہ گل مین خون ہین تر خندۂ گل نیم بسمل ہے

شریکِ حال امیر احسان ہر حالت مین ہے اُسکا
صنم جھک جھک کے ملتے ہین خدا کا فضل شامل ہے

نکلنا اُس گلی سے ہو کے بھی عاشق کو مشکل ہے ۔۔۔ وہ کہتے ہین کہ لو پھر آگیا کیا بھیجیا دل ہے
خدا رکھے چراغِ جام سے میخانہ ہے روشن ۔۔۔ شرابی اہلِ محفل دخترِ رز میرِ محفل ہے
فراقِ یار مین خنجر بکف یاس آ کے تلکا رہی ۔۔۔ جہان رہتی ہے حسرت وصل کی وہ کونسا دل ہے

چھری کھینچی تو پھر اپنی کمر مین تو نے کیون رکھلی
ارے یہ تو کلیجے مین مرے رہنے کے قابل ہے

جہان لیجاتی ہے قسمت پہنچتا ہے وہین انسان
بھٹک سکتا نہین کوئی کہ خضر راہ کامل ہے

مرے دل کو حسین جمگھٹ مین اپنے دیکھ کر بولے
یہان دیوانے کا کیا کام یہ پریون کی محفل ہے

لب جان بخش پر نام عدو سے منہ لگاؤن کیا
مرے آب بقا مین زہر بھی تھوڑا سا شامل ہے

یہی کروٹ بدلوا کے یہی اٹھا اٹھا کے بٹھلا سے
مزہ ہمدردیون کا درد دل سے مجکو حاصل ہے

گیا طوف حرم کو قیس تو آواز غیب آئی
ارے نادان یہ لیلی نہین لیلی کا محمل ہے

کسی کا رات بھر جلنا ترا شب بھر کھڑا رہنا
ترے زیر قدم اے شمع محفل تیری منزل ہے

ادھر ہے قتل کی لذت ادھر ہے وصل کی لذت
گلے پر تیغ ہے سینہ تہ زانوے قاتل ہے

عجب کیا گر اٹھا کر سختی فرقت ہوا ٹکڑے
کوئی لوہا نہین پتھر نہین انسان کا دل ہے

تحیر وصل مین دونون کو ہے آئینۂ حیرت
ادھر تم سے مقابل ہے ادھر مجھ سے مقابل ہے

مریض عشق تجھ تک آسکے کسطرح اے عیسی
ادھر سے اب ادھر کروٹ بدلنا اسکو منزل ہے

لپٹ جانے سے مطلب قیس کو ہے یہ خبر کسکو
کہ ناقہ ہے کدھر اور کس طرف لیلی کا محمل ہے

قریب آنسان اس بت کے نجائے لاکھ پیار آئے
وہ صورت دور ہی سے پیار کر لینے کے قابل ہے

تمہارے عکس خال رخ سے ہے سارا جہان روشن
اسیکا نام تو دل مین سویدا آنکھ مین تل ہے

سبھی کا دل ہے ٹھنڈا گرمی روز قیامت مین
کہ سر پر چتر رحمت سایۂ دامان سائل ہے

امیر اللہ حافظ ہے ہجوم ناز مین دل کا
کہ سو جلاد مین خنجر بکف اور ایک بسمل ہے

بلا یہ صبر کیا عیش جاودان کے لیے
مرے ہین خلد مین اب خلد آشیان کے لیے

چھری وہ لائے ہین عاشق کے مرغ جان کیلیے
غضب کی شاخ نکالی ہے آشیان کے لیے

بچا جو پریون سے جان آ پھنسا ہین حور دنین
اب ان حسینون مین بھیجا ہے امتحان کے لیے

اندھیری رات مین بجلی کو بھی ترس آیا
غریب لیکے چراغ آئی آشیان کے لیے

نہ اُٹھے وہ نہ سہی دیکھ تو لیا مجھکو
اُٹھی نگاہ تو تعظیم میہمان کے لیے

کمر لچکتی ہے خنجر سنبھل نہین سکتا
اور آپ آتے ہین عاشق کے امتحانکے لیے

حضور اسکے ہین دشمن بہت اجازت ہو
تو پاسبان ہون مین شبکو پاسبانکے لیے

مزے مزے کے تعلق ہین زخم و خنجر ہین
زبان و دہن کے لیے ہو دہن زبانکے لیے

ادا ہی تیری ہے قاتل قضا کے پردے مین
بدل کے بھیس یہ آئی ہے امتحانکے لیے

سوالِ بوسہ جو چپکے سے بھی کیا تو کہا
ٹھہر منگا ئی ہین حیا نہین تری زبانکے لیے

ہزار شکر کہ پیکان سے دل ہوا آباد
خدا نے بھیجدیا وارث اس مکانکے لیے

جلا رہی ہے پتنگے کو شمع سے یہ کہو
زبان دراز یہ لغزیر ہے زبانکے لیے

لگاؤن آنکھون سے چومون نہ سنگ اسود کو
کہ ان لبون سے ہین بوسے اُس آستانکے لیے

چمک کے آئی جو بجلی تڑپ کے دل نے کہا
وہ برق سنئے قدم آہِ شرر فشانکے لیے

جو خانہ باغ کی کلیان بھی چٹکین تو بولے
یہ کس نے بوسے صبا میری آستانکے لیے

جواب دیتی ہے طاقت بھی ہاے پیری مین
بہت کڑے ہین یہ دن جانِ ناتوانکے لیے

خدا جو پوچھیگا کیون جان دی جوانی مین
دکھا کے تجکو کہونگا کہ اس جوانکے لیے

ہین امتحان مین پورا ہوا تو پھر سے کہیے
ذرا سمجھ کے تقاضا ہوا امتحانکے لیے

مین ہون وہ سوختہ جان گر کہین ملے بجلی
سمجھکے جگنو اُٹھا لاؤن آشیانکے لیے

اجازت اپنی نزاکت سے لی ہو یا یون ہی
نکل کھڑے ہوئے سرکار امتحانکے لیے

ہے اب امیر سے کیون ضبطِ آہ کی تاکید
حضور ہی نے تو دی ہے زبان فغانکے لیے

امیر روتی ہے امت شہِ زمانکے لیے
زمین خاک اُڑاتی ہے آسمانکے لیے

کھلی زبان مری کسکے داستانکے لیے
اُچھلکے دل نے جو بوسی مری زبانکے لیے

نکلکے سینے سے ای آہ برق سے کہہ آ
کہ ایک ڈال تو رہنے دی آشیانکے لیے

پکارتا ہے وہ جوبن اُبھر کے سینے مین
کہ بیقرار ہون مین بھی اسی جوان کے لیے

مرا خدا تو توانا ہے ناتوان ہون مین
یہ آسرا ہے عصا جانِ ناتوان کے لیے

نکیلے تم ہو سجیلے ہو تم رسیلے تم
پھر اور دل کو مین رکھ چھوڑون کس حج انکے لیے

غضب کی لاگ تھی کمبخت برق کو مجھ سے
چمن کو پھونک دیا ایک آشیان کے لیے

نہ موت آسے نہ غش آسے نیند کا کیا ذکر
غضب کی قیدین لگائی ہین پاسبانکے لیے

گلہ تڑپ کا نہ انسان کرے جو عاشق ہو
یہی تو نہ ہے پر پرواز مرغ جانکے لیے

کہو کے آکے رہے میرے پاس تربت مین
اُداس بیٹھی ہے کیون بیکسی مکانکے لیے

وہ آشنا ہوا گو برنگِ نقشِ قدم
قدم قدم پہ قدم مین نئے پاسبانکے لیے

پسند یو بہن بھی ہے اسکو رنگِ فتنہ گری
کہ عطرِ فتنہ خریدا ہے عطر دانکے لیے

یہ کنگھی چوٹی جو ہوتی ہے قتلِ عام کے بعد
حضور اب ہین یہ تیار یان کہانکے لیے

کہو کہ پیرِ مغان جامِ جم کو سینے و سے
بہت ہے دخترِ زر میرے امتحان لیے

چھلی جو ناز سے سب لے سر خرو سے کیسے ہمکو
لپٹ کے بوسے تری تیغ خونفشانکے لیے

زمین کو ہمسے غبار آسمان ہمسے خلاف
نہ ہم زمین کے لیے ہین نہ آسمانکے لیے

وہ دل جو روز بدل کر نیا نظر آسے
کہان سے لاؤن مین اس شوخ دلستانکے لیے

وہ بال گوندھکے پھانسی عبث بناتے ہین
بلائے جان ہین یو ہین جانِ ناتوانکے لیے

جفا کے شوق مین حد سے گزر نہ او ظالم
کوئی تو طرزِ ستم چھوڑ آسمانکے لیے

اجل کا لقمہ ہوا پہلے پھر مین لقمۂ گور
یہ دونون کھو سے لیے تھے منہ ایک ناتوانکے لیے

دل اور تصورِ جانان مین ربط لازم ہے
مکان مکین کے لیے ہے مکین مکانکے لیے

شباب آتے ہی آندھی کی طرح دل آیا
بہار آئی تو جھو نکے بھی کچھ خزانکے لیے

امیر نالہ بھی ہو ساتھ ساتھ اشکون کے
جرس بھی شرطِ سفر مین ہے کاروان کے لیے

جوش کہتا ہے خونِ بسمل سے
دو دو ہاتھ آج ہونگے قاتل سے

کچھ چھری سی ہے وہ نگہہ دل سے
تیغ روٹھی ہوئی ہے بسمل سے

پوچھو پیکانِ تیرِ قاتل سے
شور سے ہو رہی ہین کیا دل سے

منھ کہین موڑ لے نہ خنجرِ یار
یہ جو روٹھا منے گا مشکل سے

لے چکے دل تو ہنس کے فرمایا
پیار اب کیجیے گا کس دل سے

رات کی صحبتین جو یاد آئین
اُٹھ گئی شمع رو کے محفل سے

غیر اور ادعاے جانبازی
کیا مرے گا مری ہوسے دل سے

بزمِ جنت کی کھینچی ہے تصویر
رنگ لیکر تمھاری محفل سے

دل مین پھرتی ہین وصل کی باتین
نہین آتین زبان تک دل سے

کیون نہ تڑپے کہ ناوکِ قاتل
چھینے لیتی ہے موت بسمل سے

اس ادا سے وہ آئے وصل کی رات
کہ نکل آئین حسرتین دل سے

ہون مین وہ سخت جان کہ موڑ کے منھ
عذر کرتی ہے تیغ قاتل سے

میرِ محفل خبر نہین ہوتا
اُٹھے جاتے ہین لوگ محفل سے

حالِ مجنون کے خاک اڑانے کا
کہتی ہے اُٹھکے گرد محمل سے

مفت دیدونگا کیا ہین جان سی چیز
عمرِ جاوید لونگا قاتل سے

کام یارون مین کیا تکلف کا
بے تکلف اُٹھا دو محفل سے

آئنہ دیکھ کر وہ شرمائے
آنکھ نیچی ہوئی مقابل سے

ڈوبی ہے کس غریب کی کشتی
سر پٹکتی ہین موجین ساحل سے

دل یہ دنیا سے سرد ہے کہ امیر
ہوئی ٹھنڈی غزل بھی مشکل سے

مہندی کہتی ہے دستِ قاتل سے
چھین لے رنگ خونِ بسمل سے

جان چھوٹے گی مر کے قاتل سے
مشکل آسان ہو گی مشکل سے

بگڑے تشبیہ ماہ کامل سے
سمجھے تعریف اور بری دل سے

خون بسمل نہین بہا دم ذبح
مہندی چھوٹی ہے دست قاتل سے

تڑپین دیوانے اور وہ چپ بیٹھے
یہ کڑی اُٹھ چکی سلاسل سے

قیس لیلی کو گود مین لیتا
سیکھ لے پردہ ہاے محمل سے

عمرین گزری ہین ٹھوکرین کھاتے
منزلون دور ابھی ہون منزل سے

آئنہ خانے مین جو وہ آئے
جو کھلا اڑ گئے مقابل سے

جنکے پھبتی وہ حور کی بولے
کہی اچھی مگر برے دل سے

وہ مسافر ہون مین کہ بنکر خضر
لے گئی غربت آ کے منزل سے

وہ جو بے پردہ سامنے بیٹھے
پردے سب اُٹھ گئے در دل سے

کیا خبر بعد مرگ یارون کی
ساتھ چھوٹا ہے پہلی منزل سے

دل جو تلوون سے تو نے مل ڈالا
یہ ہوا کس طرح ترے دل سے

جبکے بیٹھے کوئی تو یون بیٹھے
لاش اُٹھے نہ کوے قاتل سے

میرے پہلو سے تو نہ اٹھ اے درد
پیار کرتا ہون مین تجھے دل سے

کیا ہین یہ چشم قیس کے پردے
لپٹے ہی رہتے ہین جو محمل سے

ایک اُس کو دیا تو دس پاے
جھک کے مل اے کریم سائل سے

ساتھ والون نے ساتھ چھوڑ دیا
دور لیجا کے مجکو منزل سے

سن کے لبیک مغفرت دوڑے
توبہ عاصی کرے اگر دل سے

وہ کلیجہ پکڑ کے بیٹھ گئے
آہ نکلی نہین ابھی دل سے

ہو زمین لاکھ سہل لیکن امیر
ہوتے ہین اچھے شعر مشکل سے

عشق مین دن زندگی کے بھر چلے
مر کے تم پر جیتے جی ہم مر چلے

آگئے آگے فتنۂ محشر سے چلے
چال قاتل کی اگر خنجر سے چلے

مر چلے ہم مر کے اُس پر مر چلے
کام اپنا نام اُسکا کر چلے

رات بھر وہ کنگھی چوٹی مین رہے
صبح تک آرے مرے سر پر چلے

دل ہے پامالِ ہجومِ یاس و غم
کیا اُگے سبزہ جہان لشکر سے چلے

حشر مین اجلاس کسکا ہے کہ آج
لیکے سب اعمال کا دفتر سے چلے

خونِ ناحق کرکے اک مجرم کا
ہاتھ ناحق خون مین تم بھر سے چلے

سعی تو کی وصل کی ہمنے بہت
جب نہ کچھ بھی چلا تب مر چلے

لالے کی مانند ہم اُس باغ مین
داغ لینے آئے تھے لیکر چلے

لائے تھے مثلِ شرر تھوڑی سی عمر
آنکھ ادھر کھولی اُدھر ہم مر چلے

برہمن اور شیخ مین چوٹین چلین
کعبہ و بتخانہ مین پتھر سے چلے

تم کو جینا ہو مبارک ہمدمو
ہم تو اُن پر مرتے ہی بس مر چلے

پہنچینگے اُس بزم مین عشاق ہی
اور یون چلنے کو دنیا بھر سے چلے

بے مروت آنکھ ہو کیا سامنے
مے سے ہو خالی تو کیا ساغر سے چلے

پھر تبسم سے چھڑک قاتل نمک
زخم پھر ہم زخمیون سے بھر سے چلے

چشم و ابرو دونون سے جوہر دکھا
دم جو لے خنجر تو پھر ساغر سے چلے

کوے قاتل مین گزر آسان نہین
آدمی تلوار پر کیون کر چلے

گردشِ چشم اپنے مستونکو دکھا
ساقی اب کیا دیر ہے ساغر سے چلے

ضعف اُس کوچے مین کہتا ہے امیر
بیٹھیے صاحب کہان اُٹھ کر چلے

چال سے پامال مجھکو کر چلے
ہاسے کیا چلتا ہوا منتر سے چلے

اس چمن سے لخت دل لیکر چلے
ہم نئے پھولوں سے دامن بھر چلے

مست تیر اگر شریک دور ہو
دختر رز لیکے خود ساغر چلے

عاشق اب ای جان جی کر کیا کرین
مرنے کو آئے تھے تمپر مر چلے

چھپ کے اُس کوچے مین راتونکو گئے
اپنے سائے سے بھی ہم بچکر چلے

یہ بلی کس جرم پر دم کو سزا
حکم ہے دن بھر چلے شب بھر چلے

چتونین چالاک آنکھین فتنہ گر
چوڑان عیارون پر کیونکر چلے

دور قاتل مین نہین کچھ روک ٹوک
شوق سے چھریان چلین خنجر چلے

شیخ نے میخانے مین پی یا نہ پی
دختر رز کو تو رُسوا کر چلے

ہے مرے قاتل کا شرمیلا مزاج
پھیر کر مُنھہ حلق پر خنجر چلے

بیخودی سے وصل مین کھنڈت پڑی
گھر مین وہ آئے تو ہم باہر چلے

دوڑے بسمل تیغ قاتل کی طرف
پیاس کے مارے سوے کوثر چلے

جرم اپنا موج کی تقصیر کیا
کیون حباب اتنا اُٹھاکر سر چلے

قدر دان شعر تو سب چل بسے
شاعرون کا کام اب کیونکر چلے

سر جھکائے کہہ رہے ہین سرفروش
آزمانا ہو جسے خنجر چلے

گل گیا آخر تہ تربت کفن
ایک جوڑا حشر تک کیونکر چلے

رہنے کیا دنیا مین آئے تھے امیر
سیر کر لی اور اپنے گھر چلے

کسیکی چاہ بھی دل مین مرے ای نازنین نکلی
ترے تیرون نے دل بھر کی تلاشی لی کہین نکلی

تمنا کب ترے عشاق کی اے نازنین نکلی
جلے دل سے جو نکلی بھی تو آہِ آتشین نکلی

ابھی تیور گرے کیون ہین ابھی کیون تیغ کین نکلی
کوئی ارمان نہین نکلا کوئی حسرت نہین نکلی

ہٹا کر وہ نگہہ پلکون کا پردہ خشمگین نکلی
چھری کھنچے ہوئے ظالم اُلٹ کر آستین نکلی

تری صورت کچھ ایسی کلکِ قدرت سے حسین نکلی — کہ اُسکی ہر ادا سے شانِ صورت آفرین نکلی

الٰہی قتل پر میرے وہ اتراتے ہین کیون اتنا — بدن سے جان نکلی یا دہن سے آفرین نکلی

دلِ مجنون سے نکلی آہ یا بجلی کوئی چمکی — کہ محمل سے تڑپ کر لیلیِ محمل نشین نکلی

شریکِ حالِ عاشق بیکسی مین کون ہوتا ہے — جو نکلی بھی تو کچھ دلسوز آہِ آتشین نکلی

کیا اقرار بھی اُس نے تو وہ انکار ہی ٹھہرا — مری قسمت سے اُسکی ہان بھی در پردہ نہین نکلی

اسی دن کے لیے آنکھون مین ہمنے تجکو پالا تھا — بڑی تو بے مروت اے نگاہِ واپسین نکلی

اُڑا کر لیگئی دل اک نگہ مین ساری محفل سے — بڑی ہی شوخ دیدہ تیری چشمِ سرمگین نکلی

وفا کی داد دیتے ہین بھی شرمیلی ادائین ہین — دُلہن پردیسے نکلی یا زبان سے آفرین نکلی

چھپے بیٹھے رہے اپنی جگہ سب عیبِ قاتل سے — نہ دل سے مرحبا نکلی نہ منھ سے آفرین نکلی

ہوا دیدار اُس کا خواب مین باتین تصور مین — کوئی حسرت کہین نکلی کوئی حسرت کہین نکلی

وہ کہتے ہین یہان تو ہو گئی ہلکان جان اپنی — اور اب تک حسرتِ وصل آپکے دل سے نہین نکلی

مرے بالین پہ اُن سا سنگدل سیدر چیخ اُٹھا — عجب حسرت بھری اک آہ وقتِ واپسین نکلی

ترے انکار نے اے جان دلکو کر دیا چھلنی — انی برچھی کی نکلی جب ترے منھ سے نہین نکلی

کیا خون اُس نے کن کن حسرتون کا وصل مین آکر — بڑی کٹر بڑی ظالم تری چینِ جبین نکلی

ترے انکار کے انداز نے بھی مار ہی ڈالا — اُدھر منھ سے نہین نکلی اِدھر جانِ حزین نکلی

الٰہی کس شہیدِ ناز نے سر اپنا کٹوایا — کہ ننگے پاؤن فردوسِ برین سے حورِ عین نکلی

سوالِ وصل پر انکار مین بھی وہ لجاتے ہین — جو نکلی بھی تو چھپکر ہان کے پردے مین نہین نکلی

عجب لذت بھرے ہاتھون سے قاتل ذبح کیا تھی — کہ منھ سے اُف نکلنے کی جگہ بھی آفرین نکلی

تنِ بیجان کو زیرِ خاک کیا دھر دھر کے پیسا ہے — ستم کرنے مین اُستاد آسمان کی بھی زمین نکلی

نہ چھوڑا ساتھ اُن کا میری تربت پہ بھی آئی ہین — بڑی پابند اپنی وضع کی چینِ جبین نکلی

نہ نکلی دل سے باہر وصل مین بھی واہ ری عصمت — تری حسرت تو مجھ سے بھی سوا پردہ نشین نکلی

جنون اتنک سُنا تھا ساتھ چولی اور دامن کا / گریبان کو نکلتے دیکھ کر کیون آستین نکلی

غش آیا وصل مین مجکو تو بولی نازکی اُسکی / کہ لو مجھ سے بھی ان کی ناتوانی نازنین نکلی

امیر اُبھرا جو وہ جوبن ملا دل کا پتا مجکو / یہی دونون اُچکے چور تھے چوری یہین نکلی

خبر ہے نعش پہ کس بیوفا کے آنے کی / کہ جان ابھی سے ہے مشتاق جا کے لینے کی

نکال لیتے ہین وہ مانگ اور دل یہ کہتا ہے / نکل رہی ہے سڑک یہ بلا کے آنے کی

شگاف سینے مین ہین پھر ہے کیون تڑپتا دل / دریچیان تو کھلی ہین ہوا کے آنے کی

وہ یار بار نگاہین اِدھر جو کرتے ہین / دکھاتے ہین مجھے گلیان قضا کے آنے کی

شبِ وصال مین اُس شوخ کو بلا کے تہِ لب / مین راہ ہین روک رہا ہون حیا کے آنے کی

ہزار برق نے چل پھر کے مشق کی لیکن / ادا نہ آئی ترے مسکرا کے آنے کی

یہ وضع مجکو نہین ہے پسند جاؤ بھی / ادا نکالی ہے تیوری چڑھا کے آنے کی

نہ چوک وقت کو پاکر ہے یہ وہ معشوق / کبھی اُمید نہین جس سے جا کے آنے کی

گھٹا مین برق جو چمکی تو یاد آئی امیر / ادا کسی کے وہ پردہ اُٹھا کے آنے کی

جو کچھ سوجھتی ہے نئی سوجھتی ہے / مین روتا ہون اُن کو ہنسی سوجھتی ہے

تمہین حور لے شیخ جی سوجھتی ہے / مجھے رشکِ حور اک پری سوجھتی ہے

یہ آتا ہے جی مین کہ کوثر پہ چلیے / خرابات مین دُور کی سوجھتی ہے

جفا کو وفا کیون نہ سمجھون مین ناصح / محبت مین اچھی بُری سوجھتی ہے

یہان تو مری جان پر بن رہی ہے / تمہین جانِ من دل لگی سوجھتی ہے

جو کہتا ہون اُن سے کہ آنکھین ملاؤ / تو کہتے ہین تمکو یہی سوجھتی ہے

کہا مین نے پاس آؤ تو ہنس کر بولے / اجی آج تو دُور کی سوجھتی ہے

دمِ نزع بھی تکتی ہین اُس کو آنکھین
جو کچھ سوجھتی تھی وہی سوجھتی ہے

یہان تو ہے آنکھون مین اندھیر دنیا
وہان اُن کو سرمہ مسی سوجھتی ہے

شبِ وصل آخر ہے ایدل لپٹ جا
تجھے اب خوشی ناخوشی سوجھتی ہے

جو کی مین نے جوبن کی تعریف بولے
تمھین اپنے مطلب ہی کی سوجھتی ہے

بُری ہو نہ قسمت الٰہی کسی کی
کہ جو سوجھتی ہے بُری سوجھتی ہے

پڑا ہے یہان دیدہ و دل کا رونا
تمھین آئنہ آرسی سوجھتی ہے

گھٹا گھر کے آتی ہے جب فصلِ گل مین
تو متوالون کو میکشی سوجھتی ہے

یہان دل ہے صد چاک پڑتی ہین چوٹین
تمھین کنگھی چوٹی اچی سوجھتی ہے

کسی زلف سے ہر طرح جا لپٹنا
نہ بگڑی نہ دل کو بنی سوجھتی ہے

بُرا دختِ رز کو کہے کیون نہ واعظ
بُرے کو بھلی بھی بُری سوجھتی ہے

گلے کی رعایت شبِ وصل کیسی
کہین ایسے مین نازکی سوجھتی ہے

امیر ایسے ویسے تو مضمون ہین لاکھون
نئی بات کوئی کبھی سوجھتی ہے

تمت الخیر
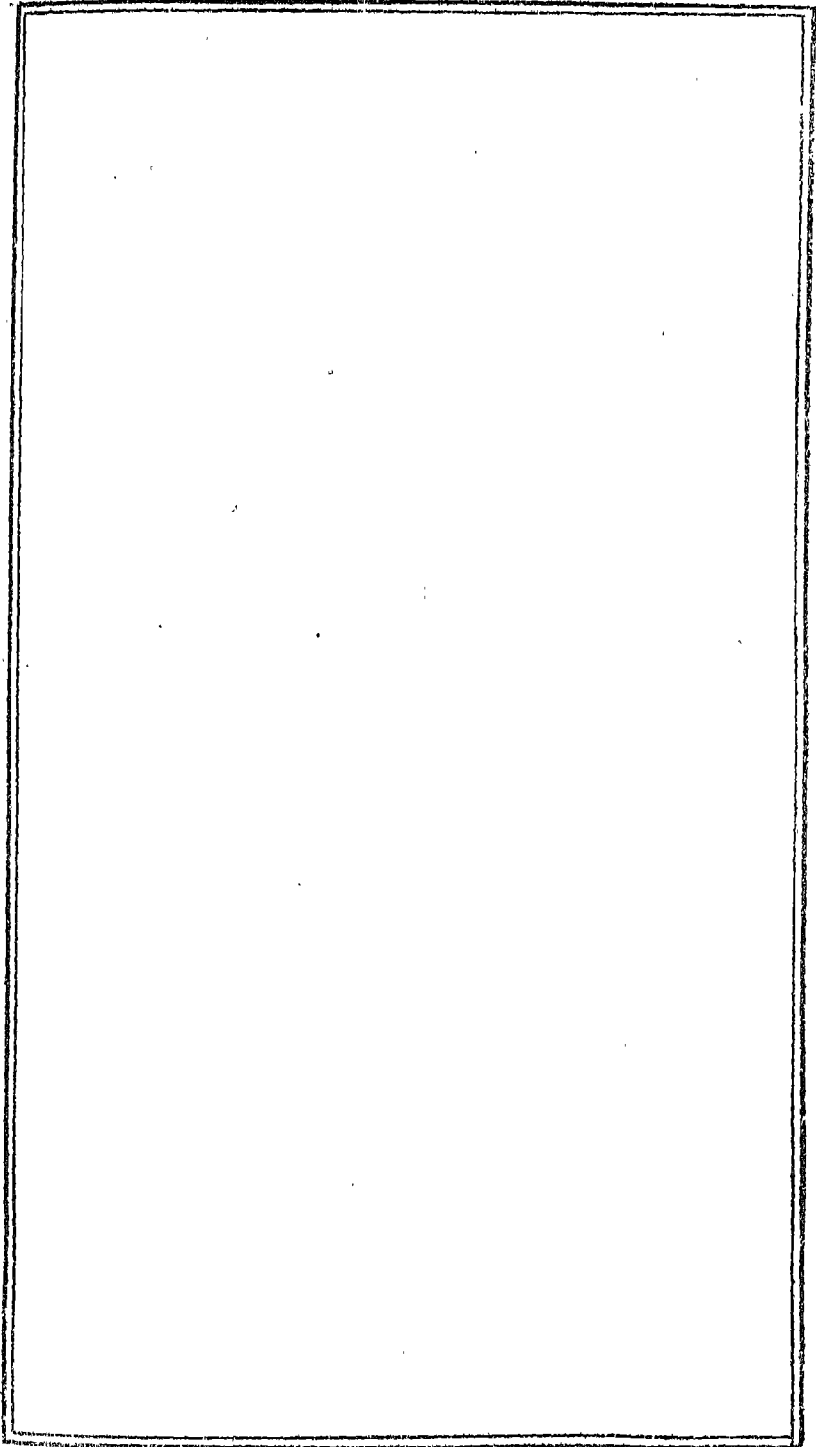
وہ مست ہون کہ ساغر مے جب مین پا گیا
بتون کے ظلم سے بھی اپنا مدعا نکلا
وقتِ آخر مین نہین ہے کوئی میرا آسرا
سوجھا ہے بیخودی مین یہ مضمون دور کا
آنکھین ملائین آپ تو کچھ دردِ دل کہون
نہ پوچھا اسے محتسب ساغر الٹ دونگا تو کیا ہوگا
محشر مین دیر تھی اگر آئے مین یار کے
تڑپتے ہین اگر بسمل تجھے کیا
مسجود وہ صنم ہے ہر رند و پارسا کا
منہ پھیر کر چلی تھی خفا ہو کے تیغ یار
لگ کے چھاتی سے وہ سوتا تھا کلیجا شاد تھا
بتو مانا۔ نہین ہون مین تمہارے قتل کے قابل

اک بار یا غفور کہا اور چڑھا گیا
کہ منہ سے شکر زبان سے خدا خدا نکلا
شرمِ عصیان رہگیا ہے ایک تیرا آسرا
پردے مین وحشتِ راز کے ہے جلوہ حضور کا
پھر دن مزاج ہی نہین ملتا حضور کا
بجاے بادہ شیشون مین لہو تیرا بھرا ہوگا
اے شورِ حشر تو نے مجھے کیون جگا دیا
تو اپنا کام کر قاتل مجھے کیا
شاید کہ رہگیا ہو بندہ کوئی خدا کا
بارے چمٹ کے مین گلے سے لگا لیا
کیا وہ دن تھے دل سے پہلو جب مرا آباد تھا
مگر للہ بھی اک کام کر لوگے تو کیا ہوگا

ہے تشنگی وہی غمِ الفت کی آج تک
سارا لہو نچوڑ کے مین نے پلا دیا

قاصد کو بھیجنے سے اسکی گلی مین حاصل
کیون خون سر پہ لون مین اک بندۂ خدا کا

خالی نہ بزم اپنی رہی دَورِ جام سے
رکھا جو اس نے ہاتھ سے ہم نے اٹھا لیا

خواب مین اک دم خیال اُس کا ہوا انقلاب لب
ہم پھر لذت سے اپنے ہونٹھ مین چاٹا کیا

فلک ہم تو بہتر ابھی شکوہ نہ کرتے
مگر تجھکو ڈھب ہی نہ آیا جفا کا

آتے ہی دمِ نزع مرے پاس وہ بولے
ہم جانتے ہین یہ حال تو دیکھا نہین جاتا

رہ رہ کے اک کھٹک سی سینے مین ہو رہی ہے
شاید ابھی ہے باقی ٹکڑا کوئی جگر کا

دل تو پہلو سے ہمارے کھو گیا
درد پہلو ہائے تو کیا ہو گیا

کہا دل نے یہ مجھسے کھینچکر خنجر وہ جب آیا
تڑپنے تلملانے لوٹنے کا وقت اب آیا

صفِ محشر مین تیرے کشتون نے
کچھ سمجھ کر تجھے امام کیا

نہ پھرا نامہ بر وہان سے امیر
زندگی نے تجھے جواب دیا

روانی سے چلتا نہین حلق پر
تری چال خنجر بھی سیکھنے دیگا

وصل کی رات بھی پہلو ہی بدلتے گزری
ایک کروٹ دلِ بیتاب نے سونے نہ دیا

تیرے ابرو کی یاد مین اے بت
ہم نے کعبے کو بھی سلام کیا

انصافِ جورِ یار خدا سے طلب کیا
تمنے بھی اے امیر بڑا ہی غضب کیا

مرا دل دیکھکر بولی خرابی
یہ ویرانہ کبھی آباد بھی تھا

وائے قسمت پاؤن اپنے رہ گئے تھک کر امیر
وادیِ مقصود جب دو چار منزل رہ گیا

ہم جو رخصت ہوے اُس بت سے تو ہنگامِ وداع
ہنس کے بولا وہ صنم جاؤ خدا کو سونپا

خاطر مری صیاد کو ہے سب سے زیادہ
احسان ہے یہ مجھپہ مری بے بال و پری کا

نہ ملا تھا جوابِ نامہ اگر
آ کے قاصد جواب ہی دیتا

اس قدر ہے دراز ہجر کی رات
پر تڑپنے سے جی نہین بھرتا

تم تو دوزخ مین نہ جاؤ گے ہماری بدلے
زاہدو ہم جو گنہگار ہین پھر تمکو کیا

واعظو وعظ کی مجلس مین تو تھا مین بدمست
کچھ اگر ہوش مین ہوتا تو تمہاری سُنتا

خنجر نے ترے دیا نہ پانی
ترسا ترسا کے مار ڈالا

کیون نہ کٹتی زبان تری اے شمع
سوزِ دل کیون زبان پر آیا

ایدل تو اور چار پہ عاشق ہو مجکو کیا
مین نے ترے بھلے کو کہا کیا بُرا کیا

مری صورت جو بدلی فرطِ غم سے
تو وہ بولے کہ اچھا روپ بدلا

کمی گر ترا تیر کر جائے گا
تڑپ کر یہ نخچیر مر جائے گا

سوا اسکے کہ کچھ دل کے تڑپنے مین مزا پایا
مرے پہلو مین رہکر تو نے اے درد او کیا پایا

وہ بولے بزم مین اغیار سے الگ رہنا
کہین امیر نہ بیٹھا ہو یان فقیر بنا

کھیل تھا عمر بھر جو دیکھا تھا
زندگی کیا تھی اک تماشا تھا

کہتا ہے عشق دیکھ کے میرا چراغ داغ
روشن ہے اس سے نام مرے خاندان کا

زورِ جنون سے ضعف مین ارمان نکل گیا
اُٹھا نہ ہاتھ بھی کہ گریبان نکل گیا

نہ چونکا مرا بختِ خفتہ امیر
پھُنکا صورِ محشر زمانہ ہوا

اللہ رے ترے وصل کی حسرت کہ جہان مین
دل کھو کے حورون سے بھی لپٹا نہین جاتا

میکشون کا نامۂ اعمال سارا دھو گیا
جو وہان بھٹی سے اُٹھا ابرِ رحمت ہو گیا

بادۂ اطہر جسے سمجھے ہوئے ہو زاہدو
دخترِ رز بھی تو اُسیکا نام ہو اک پیار کا

بزم مین آکر وہ غیرون پر ستم کیون کر گیا
میرے ہوتے غیر پر بیداد مین کیا مر گیا

نزع مین ہون مین کہو اُن سے اب آرام کرین
دیکھنا تھا مجھے سو ایک نظر دیکھ لیا

دل مرا ایک قطرۂ خون تھا
نوشِ جان اُسکو تیرے غم نے کیا

ایدل بلا سے جا وہ کبھی آ ہی جائے گا
دو چار بار کہنے مین شرما ہی جائے گا

اے جذبِ شوقِ دید کشش مین کمی نکر
جلوہ کسی طرح سے وہ دکھلا ہی جائیگا

بیقراری ایک سی دونون طرف مقتل مین تھی
نالے کرتے کرتے مین ٹھہرا تو وہ کہنے لگے
قتل کا مژدہ ہی میرا کام آخر کر گیا
اپنے مرنے کا نہین غم مگر اتنا غم ہے
وہ سُرمہ بھری آنکھین فتنہ ہین کہ جادو ہین
ناقوس لیکے جاتے ہو کعبے کو تم امیر
پیئے گا تو بھی تو زاہد وہی جنان مین شراب
فرشتے آکے جہان مین گناہگار ہوئے
امیر صانع قدرت کا کھیل ہے دنیا
نوجوان لوگ کیا نہین کرتے
دل خون ہوکے میرا کب چھوٹتا ہے اُس سے
خزان نزدیک ہے اب ورنہ گلی باغبان ہوگا
قاتل کی چھُری نمک دے ڈال اب
کس کس نے ہمکو روکا اُس در پہ ہم جو پہنچے
شب وعدہ نہ جھپکی آنکھ تک آرام کب آیا
عاشق ہوئے مگر کچھ اچھا بُرا نہ جانا
خط اُسنے بے پڑھے قاصد سنائین سیکڑون باتین
دے جلد جام ساقی ٹوٹے خمار میرا
کب انا الحق جرم تھا منصور کا
پیکان سے تیرے دلکو مرے ہے یہ علاقہ
مُردے کا زندہ کرنا کیسا تم آپ مرتے

ہم ادھر تڑپا کیے قاتل اُدھر تڑپا کیا
مر گیا غش کر گیا دیکھو تو چُپ کیون ہو گیا
یہ خبر سنتے ہی مین مارے خوشی کے مر گیا
اے عزیزو ملک الموت نے گھر دیکھ لیا
کتنون کو لگا رکھا کتنون کا سُلا رکھا
فریاد ان بتون کی کروگے خدا سے کیا
جو میکشون نے یہان پی تو کیا گناہ کیا
کیے گناہ جو ہم نے تو کیا گناہ کیا
بنا بنا کے مٹائی ہین صورتین کیا کیا
دل لگایا تو کیا گناہ کیا
جس گل کے ہاتھ آکر رنگِ حنا نہ چھوٹا
نہ مین اس باغ مین ہونگا نہ میرا آشیان ہوگا
زخم کھاتے کھاتے تو جی بھر گیا
لغزش نے پاؤن پکڑے دربان نے ہاتھ کھینچا
یہی کھٹکا رہا شب بھر وہ اب آیا وہ اب آیا
ہم دل لگا تو بیٹھے لیکن لگا نہ جانا
جو پڑھ لیتا کہین خط تو خدا جانے وہ کیا کہتا
تیار ہے جماعت ہے انتظار میرا
دیکھنے والا تھا کس مغرور کا
جب تیر کھنچا سا لطف کھینچا نکل آیا
مرنے کا کچھ مسیحا تم نے مزا نجانا

الجھن ہے کب سے مجکو نکل بھی چکے کہین | کمبخت دم تو جان کا جنجال ہوگیا
ناقے کے پاؤن تھک گئے قسمت قیس کی | جب تھوڑی دور نجد کا میدان رہگیا
دل بوند بھر لہو ہے پر جب یہ مضطرب ہو | اُسوقت رنگ دیکھو اس بوند بھر لہو کا
مست ہین حلقہ کیے ایک سا ہے سب پہ کرم | دورِ ساغر مین ہے پیرِ مغان مین بیٹھا
مہمانِ امیر تم ہو ورنہ | وہ خانہ خراب گھر مین ہوتا
اوڑھی جو تھی دولائی چلبن نہ تھا اُبھر کر | جوبن چھپایا تم نے لیکن چھپا نہ جانا
کہتے تھے دل کسی سے لگاؤ نہ لے امیر | دیکھو تو چار روز مین کیا حال ہوگیا
مجکو دیکھا تو آئینے نے کہا | ہاے کیا حال ہوگیا تیرا
سُنا ہے کل کہین مسجد مین وہ بت آیا تھا | نماز ہو نہ سکی اس قدر ہجوم ہوا
قتل سے ہم رہے محروم گری ہاتھ سے تیغ | ہاے اس آنکھ سے جلاد کو کیون دیکھا تھا
اُٹھتا نہین ہے شور جو بازار مین کہین | کیا آج امیر مست سے اُٹھا نہین گیا
تو تجھسے نہ دل خیر مجھے بھی نہین پروا | ق | ڈھب تیرے جلانے کا یہ اسے یار کرونگا
تصویر تری لاکے مین اب سامنے تیرے | چھاتی سے لگاؤنگا اُسے پیار کرون گا
نالے بھی سماتے نہین اس چرخ کے نیچے | کیا تنگ ہے اللہ مصیبت کدہ اپنا
قیامت کا اگر ڈر ہے تو یہ ہے | کہ ہے ہے ہم کو پھر جینا پڑے گا
بولے وہ گلی مین اپنی مجھ سے | او خانہ خراب اپنے گھر جا
ملک دیتا تھا فلک جاگیر مین ہم ذی کمر | مختصر سا ایک تختہ بہرِ دفن لے لیا
رنج جو قاتل ادھر نہین کرتا | ہاے دل بھی جگر نہین کرتا
ذکرِ شبِ فراق پہ کہتا ہے دل مرا | لو میرے آگے نام نہ اس روسیاہ کا
اُس بتِ تند خو کو رام کیا | آفرین اے امیر کام کیا
سوال خون کا لینے کرین گے تجھ سے ہم | جوابِ غمزۂ حاضر جواب کیا دیگا

اظہار حال حشر کے دن کچھ نہو سکا
بہت غم نہ کھا عشق کا اے امیر

تیری لکنت پر فدا سو جان سے دل ہو گیا
وہ آئے کھینچکے تلوار سب کو شاد کیا

کھل گیا زاہد کہ مستون پر خدا کا رحم ہے
غم اُس کا حسرتون سے پوچھتا ہی میری سینہ مین

وفا تو یار نہین چاہتا ہون مین تجھ سے
مجھسے ہو سکتا کہ دیتا بازو قاتل کو رنج

یار آیا ہے مرے مُردے پر
ڈوب کر خوب خون چکان نکلا

کل ذرا چُپ مرے پاس آ کی جو بیٹھا ناصح
مدت ہوئی کہ غم سے خون ہو کے بہ گیا دل

حضرت عیسیٰ ابھی کیا دیکھتے ہو میری نبض
کچھ آج نہین رنگ یہ افسردہ دلی کا

سنوارا ہے اگر اُسکو لحاظ اتنا بھی تو رکھنا
دلبری سے کام ہے ہمکو دل آزاری سے کیا

شمع کی طرح جلا بھی مین پھُنکا بھی لیکن
بیقراری سے نہ بدلوائی تو کروٹ بدلی

مین دل لگا کے تو سنتا ہون کیا کرون ناصح
لوٹ کر کس کان سے موتی کا دانا گر پڑا

ضعف دل نے اثر یہ دکھلایا

قصہ مرا طویل زمانہ قلیل تھا
تجھے کوئی آزار ہو جائے گا

تو نے آدھی بات کی مین نیم بسمل ہو گیا
امیر آج بہت ہم نے تمکو یاد کیا

ابر جب قبلے سے اُٹھا میکدے سے پوچھا گیا
کہان ہے وہ جو دل نام اک یہان بیمار رہتا تھا

جفا مین تو نہ کسی کو شریک کر میرا
وان ہوئی ابرو کو جنبش یان بدن پر سر نہ تھا

ہائے اس وقت مین زندہ نہ ہوا
تیر دل کا مزا حیدان نکلا

مین یہ سمجھا کہین کمبخت اُسے دیکھ آیا
صدمے کیا کیا اٹھا صاحب تم سے عزیز کرتا

پہلے اُسکو دیکھ آ تو پھر مجھے تم دیکھنا
مدت سے یہی حال ہے یارو مری جی کا

اب اُسے مشاطہ آئینہ نہ اُسکے روبرو رکھنا
یار کی یاری سے مطلب اُسکی عیاری سے کیا

عمر بھر رشتۂ الفت مری گردن مین رہا
درد دل نے جو مدد کی تو مین بستر سے اُٹھا

ترا کلام ہی دل مین اثر نہین کرتا
ڈھونڈتے ہین آنکھون سے جو سارا زمانہ گر پڑا

درد سے بھی اُٹھا نہین جاتا

آوارہ پھر رہا ہے محبت کی راہ میں
اک دل دیا تھا ہمکو خدا نے سو یون گیا

چکر لگا رہی ہے جو بجلی چمن کے گرد
مدنظر ہوا ہے مرا آشیانہ کیا

ہزارون اُس سے سوا بے نشان ہین لیکن
نکل گیا ہے زمانے مین نام عنقا کا

لاکھون اُس لیلیٰ کے دیوانے تھے ہین عشق نے
ایک مشتِ استخوان کا نام مجنون رکھدیا

بہا خون ہوکر جو ٹھوکر سے بولے
مصیبت کا مارا یہ دل تھا کسی کا

ہم مر گئے تو واہ ری بدنامیوں کا پاس
مٹوا دیا نشان ہمارے مزار کا

دیکھکر عکس آئینے مین کہا
یہ تو کچھ صورت آشنا نکلا

باڑہ رکھی ہے اُس نے خنجر پر
ہائے اس وقت مجھ مین دم نہ ہوا

دل مین تو ہین حضور وہان غم کا کام کیا
ہو جس جگہ سرور وہان غم کا کام کیا

جو ہے مقام جسکا زیبا وہی ہے اُسکو
سینے مین داغ بہتر پہلو مین درد اچھا

بولے وہ سنکے رات کو میری صدا امیر
پوچھو تو کوئی نام ہے کیا اِس فقیر کا

یون ترے در پہ کیون پڑے رہتے
ہم غریبون کا گھر اگر ہوتا

تو ہی بتا ٹھکانا اے باغبان ہمارا
کس شاخ پر چمن مین تھا آشیان ہمارا

تپِ غم ہوئی تو بھی معشوق ہمکو
تری گرمیون نے ہمین مار ڈالا

روزِ محشر سے ڈرایا ایکدن مین نے انہین
ہنسکے بولے وہ بھی اک فتنہ ہے اپنی چال کا

پڑ گیا ہے کوئی ناسور جگر مین شاید
کہ مری آنکھ سے کل شبکو لہو پھر آیا

پہلے تو کوسے یار مین تنہا اسیر تھا
نکلا جو گھر سے یار تو جم غفیر تھا

بتکدے مین ہین اب صنم خوشباش
گھر تو اُن کا خدا کی نذر ہوا

چھو گئی بو جہان محبت کی
رنگ پھر ڈر سے منہ نہین چڑھتا

قتل موذی کا تو شرعاً ہے درست
ناصح اب تک کیون سلامت رہگیا

زلف ورخ دونون نے مجھپر ستم ایجان کیا
اِسنے حیران کیا اُس نے پریشان کیا

کھٹکتے ہین جو رہ رہ کر ترے تلوون مین ای رہرو
عوض لیتے ہین کانٹے تجھسے اپنی پایمالی کا

جو میرے قتل کو تلوار لے کے یار آیا
لپٹ گیا مجھے بے اختیار پیار آیا

شوق سے مین نے جو خنجر کے تلے سر رکھدیا
چھیڑنے کو ہاتھ سے قاتل نے خنجر رکھدیا

داغ نے پہونچا ہمارے خانۂ دلکو امیر
ایک چنگاری نے سارا گھر جلا کر رکھدیا

یارب شبِ فرقت بھی ہوئی ہے کہین آخر
اس شام نے بھی منہ کبھی دیکھا ہے سحر کا

بازو پہ رکھ کے سر جو وہ کل ساتھ سو گیا
آرام یہ ملا کہ مرا ہاتھ سو گیا

گل خود تھے بے ثبات گلستانِ دہر مین
گلچین غریب مفت مین بدنام ہو گیا

ضبط کرتے ہی اثر نالون کا ظاہر ہو گیا
بول اُٹھے گھبرا کے ہے ہے لو وہ آخر ہو گیا

تم جو پہلو سے اُٹھے دل سے نہ صدمہ اُٹھا
درد پہلو مین یہ اُٹھا کہ مین چلا اُٹھا

وحشت کا سلسلہ نہ گیا ہاتھ سے کبھی
دامن سے ہاتھ اُٹھا تو گریبان مین جا پڑا

گلگشت کی نہ دے مجھے تکلیف ہمصفیر
کیا دل گرفتگی مین مزہ سیرِ باغ کا

تھمے اشکِ حسرت جہان ہجر مین
وہین خشک میرا لہو ہو گیا

نہین تو نے دیکھا ہے اُس بت کو زاہد
یہ ایمان ہرگز سلامت نہ رہتا

دلمین مضمون تھا جو اُس شوخ کے ظاہر نہ ہوا
رہگئی مجکو یہ حسرت کہ وہ شاعر نہ ہوا

کچھ اس ادا سے مارا مجھ کشتۂ ادا کو
مقتل مین ہر طرف تھا اک شور آفرین کا

عشق نے زور دکھایا تھا امیر
کوہکن کوہکنی کیا کرتا

چپکا بیٹھا ہوا ناصح کی مین باتین سنتا
پر ترا ذکر تھا اے یار مین کچھ کہہ نہ سکا

بڑہا مستیِ شراب شوق ہو کر وصل مین جب مین
تو وہ بولے پیے ہو آج تم مجھسے الگ رہنا

مرکے اس شوخ سے وصال رہا
خواب مین بھی وہی خیال رہا

کرتے تو کیا قتل مجھے یار نے لیکن
رو رو کے مرے خون کو تلوار سے دھویا

ایسے کا کیا کرے کوئی دربار اسے امیر
دو دن جہان سلام کیا وہ بگڑ گیا

چلے جو آگے بتاتے تری گلی کی راہ
زیرِ شمشیر بھی نظارۂ قاتل نہ ہوا
کھینچتا ہون مین تصور مین اگر ہاتھ اُنکا
امتحان گاہِ محبت مین تھے سب ثابت مگر
ذرا چشمِ تر کو اشارہ کیا
شکوہ زبان پہ آنہ سکا رنج ہجر کا
جنت کا نہ مین خواہان حور کا نہ مین طالب
پٹ کی اوجھل سے قیامت ہے اشارے کرنا
سمجھے کہ عرضِ حال کرے گا ضرور امیر
ازل کے دن کوئی نادان تھا نہ دانا تھا
باغبان کہتا ہے سن سنکر فغانِ عندلیب
باغبان بیداد گر گل بیوفا گلچین رقیب
بندھ گئی اُس گل کی یہ نازک مزاجی کی ہوا
گلون سے لگی ساری گلشن مین آگ
میرے حق مین ہر طرح ہے یار کی چتون غضب
دیکھ سکتا ہون نہ مین انکو نہ وہ مجکو امیر
شمع پر گزری ہے جو شب تا سحر
دم بھر ٹھہر مین ہاتھون سے دل کو سنبھال لون
ہنسکے رونے پر مرے کیسا کیا مجکو خجل
اب یہ عالم ضعف کا ہے مین جو روتا ہون امیر
لیل و نہارِ وصل دکھاتا ہے تو دکھائے

مین آج خضر سے بھی سخت بدگمان ہوا
خواب اسے حسرتِ دیدار مرا ساتھ دیا
کھنچکے کہتے ہین کہ ہے ہے مرا پہونچا ٹوٹا
دو قدم جو بڑھ گیا میدان اُسکے ہاتھ تھا
کہ دریا نے ہم سے کنارہ کیا
اک بوسہ دیکے اُسنے مرے منہ کو سی دیا
بوٹا سا وہ قد ہوتا چھوٹا سا مکان ہوتا
قہر ہے بیٹھکے کھڑکی سے نظارے کرنا
دربار اُسکے آتے ہی برخاست کر دیا
فقط امیر عنایت کا کارخانہ تھا
پھونکدے اے آتشِ گل آشیانِ عندلیب
یارب اپنا دردِ دل کسکو سنائے عندلیب
پھٹ گئی منقار تک آکر صدائے عندلیب
الٰہی کہان جائے بلبل غریب
قہر کی چتون ہے آفت پیار کی چتون غضب
گھر کے اندر ہین وہ بیتاب ہین باہر بیتاب
مختصر سی ہے ہماری سرگزشت
بیدرد میرے سینے سے پیکان ابھی نہ کھینچ
بہہ گیا مین پانی پانی ہو کے آنسو کی طرح
ساتھ ہر آنسو کے گر گر پڑتا ہون آنسو کی طرح
کیسی یہ آسمان نے لگائی ہے شام صبح

ہماری راے مین بہتر ہے میکشی کو صلاح
دعویٰ ہے گو کہ بیگنہی کا امیر کو
نہین ہین پتلیان آنکھون مین اُسکی
بوسہ اُس لب کا ملا پائی مراد
کہتے ہین کشتۂ رفتار ہے وہ ٹھکراکر
تجھکو بھیجا تھا کس لیے قاصد
کرتے ہین ڈرتے ڈرتے ادھر اک نگاہِ شوق
کچھ ایسی بے خبری چھا گئی ہے الفت مین
ہین قریبِ صحنِ گلشن ہم اسیرونکے قفس
آ گئے بہت جو یاد پسِ مرگ میرے داغ
آیا جو یاد سوتا اُس سے چمٹ چمٹ کر
آنکھین تو میری ملتے ہو ایجان پاؤن سے
اسطرف ہم اُسطرف دل بیچ مین ہے چشمِ تر
سمجھے جو اُسکو سایۂ دیوارِ یار ہم
ناتوانی نے زور کام کیا
مین وہ گل ہون اس چمن مین باغبان
مشکل سے ذبح ہوئنگا بڑا سخت جان ہون مین
عقل کہتی ہے کہ وہ وحشی ہے پہلے رام کر
قتل کر پر اک ذرا اسے تیغِ یار
دھوم کرتا ہے جو اسے وحشت تو خاطر خواہ کر
عشق کے نام سے معشوق کو ہوتا ہے گریز

اب آ گئے قاضی و مفتی و محتسب کی صلاح
بیٹھا ہے تیر سے آ گئے گنہگار کی طرح
یہ در پردہ ہین دو فتنے نظر بند
سُنہ کی مانگی آج ہاتھ آئی مراد
پھول سے آنکھ اگر ہے مرے رفتار پسند
پا سکا تو جواب دے قاصد
سب خوب دیکھ لیتے ہین پہلے ادھر اُدھر
نہ دل کو میری خبر ہے نہ مجکو دل کی خبر
دیکھ لیتے ہین کبھی پھولون کا جوبن جھانک کر
وہ پھول اُٹھا کے پھینک دیے میری گور پر
تکیون سے شب مین رویا کیا لپٹ لپٹ کر
نرگس کو اعتنا طاق سے رکھتے ہو طاق پر
ہم سمندر کے ادھر ہین دل سمندر کے اُدھر
اُٹھا گیا نہ سایۂ طوبیٰ مین بیٹھ کر
چڑھ گئے یار کی نگاہون پر
پھینک دے گلچین بھی جسکو توڑ کر
کرتا ہے مجکو ذبح تو تلوار تیز کر
شوق کہتا ہے ابھی سے وصل کا پیغام کر
آشنا نا آشنا پہچان کر
شہر گردی کب تلک صحرا سے بھی کچھ راہ کر
جی مین ہے آج سے عاشق ہون شب فرقت پر

ذرا نظارۂ گل بلبلِ بے بال و پر کرلے
بٹھا دے اکدم صیاد اسے دیوارِ گلشن پر

گھر بیٹھے ہی رقیب کو مجھسا سمجھ لیا
باہر تو گھر سے آ کبھی تلوار کھینچکر

نرغہ ہے حسرتون کا دلِ داغ داغ پر
گرتے ہین جسطرح سے پتنگے چراغ پر

گرتی نہین ہے اوس یہ آنسو ہین ای فلک
روتی ہے رات بجلی مرے بختِ سیاہ پر

جانے دے اُس بت کو ضبطِ نالہ و فریاد کر
اتنی بے صبری نکر اسے دل خدا کو یاد کر

بھیرٹین پڑجاے تا آنکھ اُس رخِ پر نور پر
چڑھکے بیٹھے ہین کلیم اللہ کوہِ طور پر

تو آسمان توڑ چکا اب بہت نہ بڑھ
اسے نالہ آگے جا کہ ادب ہے خدا سے ڈر

مسافر سے جھگڑتے ہین فرشتون سی خدا سمجھے
گھڑی بھر چپ پڑا رہنے نہین دیتے ہین منزل پر

جان اگر دیتی نہین ہے ساقیِ گلفام پر
کیون لہو روتی ہے منہ رکھکر صراحی جام پر

صیاد یہ ستم تو برا ہے خدا نہ کر
بے بال و پر ہون مین ابھی مجکو رہا نکر

کوئی جوبن پر ہے عاشق کوئی اُسکی گات پر
کچھ نہین کھلتا کہ ہم دیوانے ہین کس بات پر

پسِ مردن یہ بخشا ہمکو رتبہ بیقراری نے
چھپے ہم خاک کے نیچے گو افلاک کے اوپر

اسے یار بات بات پہ ہوتا ہے اب بگاڑ
غصہ ہے قہر غمزہ ہے آفت غضب بگاڑ

کیون نہ ہو دریا کے پانی مین یہ توڑ
ہے مرے ہی آنسوؤن کا تو نچوڑ

فصل گل آگئی شاید کہ صبا گلشن سے
برگِ گل لیکے چلے مرغ گرفتار کے پاس

نکلے اب کوئی تو راہِ پرورش
بندہ پرور اک نگاہِ پرورش

اب نہین دو شعر بھی یاد اسے امیر
تھے کبھی دیوان کے دیوان حفظ

دیکھکر گستاخی پروانہ شرماتی ہو شمع
تھوڑی تھوڑی کیسی محفل مین ہوئی جاتی ہو شمع

مجلس مین بیان سوزِ دل کا
جلجاے تری زبان اسے شمع

مدد اسے وحشتِ دل دونون ہم یکرنگ ہو چکین
پھٹتے جسدم گریبان چاک پہنچے انکے دامن تک

ایک قطرہ خون ہے دل پر وہ قطرہ ہے امیر
غوطے کھاتے پھرتے ہین جسمین دو عالم آج تک

اے غم تری اب خوشی کہاں تک — کمبخت لہو تو ہو گیا دل

دیکھ کر تیغ مجھے غش نہیں آیا قاتل — سجدۂ شکر کو سر میں نے جھکایا قاتل

سارا ہے چمن مکانِ بلبل — ہر شاخ ہے آشیانِ بلبل

قفس میں آج بہت بیجواس ہے بلبل — گلون کی خیر ہو یارب اداس ہے بلبل

استخوان پہلو کے میرے سونگھ کر بولا ہما — کسطرح کھاؤں نہیں آتی ہے انسو لے دل

روتے ہیں صیاد و گلچیں ہے خزان سارا چمن — اکطرف ہے ہائے بلبل اکطرف ہے ہائے گل

بگڑا ہوا گلوں کو جو پاتا ہے رنگِ دل — غنچے کی طرح باغ میں ہوتا ہے تنگ دل

محفوظ کوئی سختیِ ایام سے نہیں — عشاق سخت جان ہیں تو معشوق سنگدل

جلد کیسے گزر گئی شبِ وصل — ادھر آئی ادھر گئی شبِ وصل

مستی میں بہک کے کہیں پہونچے — جانا تھا کدھر کدھر گئے ہم

یہاں خمارِ محبت وہان ہے نشۂ حسن — نہ اختیار میں تم ہو نہ اختیار میں ہم

چھپ گئے پہلے تو سب کو دیکھکر — پھر کہا لو کس سے شرماتے ہیں ہم

ہے یہ کس چشمِ سیہ کا دور دور — سرمے کی صورت پسے جاتے ہیں ہم

پہنچے سب منزل پہ جتنے تھے ہمارے ہمنفس — المدد اے تیز رفتاری رہے جاتے ہیں ہم

تر دستیِ مژگانِ ستم کیش تو دیکھو — ہر ہاتھ میں سو وار ہیں ہر وار میں سو زخم

راتدن رونا تڑپنا تلملانا پیٹنا — ہیں تو ہم ناکام پر رہتا ہے کام و نکا ہجوم

بہار آئی جنون کیا میں جاؤں گلشن میں — نہ تار ہے گریبان میں ہے نہ دامن میں

نہ چھپا دیکھا نہیں جوان کوئی — اچھے اچھے جوان دیکھے ہیں

مر کے بھی یار کا دم بھرتے ہیں — زندۂ عشق کہیں مرتے ہیں

جانمن وہ دیکھے سے لینے کی راہیں اور ہیں — جنکو آنکھیں ڈھونڈھتی ہیں وہ نگاہیں اور ہیں

کیا ہے میں نے عجب اظہارِ شوقِ گل اسیری میں — مرے صیاد نے میرے پروں کے پھول کترے ہیں

دل ویران مرا آباد رہے
ایسے ویرانے کہان ہوتے ہین

اتنا متاعِ جان پہ تفاخر نہ چاہیے
ایدل یہ جنس کونسی بازار مین نہین

ہمین لے گئی بیخودی دور امیر
خدا بھی ملا ہے تو اب ہم نہین

سنگ دہان نے کیا ہے کرم تو عذر ہے کیا
جلی بھنی ہوئی ہین ہڈیان سو حاضر ہین

خدا دراز کرے عمر برق اے گلچین
چراغ آکے جلا لی ہے آشیانون مین

شیخ جی مرگئے ہین اُن کے مرید
جنسِ وہم کا گمان کرتے ہین

اوّل عشق مین بس رونے لگے تم تو امیر
نہ ابھی نالے کیے تم نے نہ آہین کھینچین

سفر نہین ہے لحد مین بھی وحشت دلسے
ہم اب یہان سے الٰہی کہان نکل جائین

تجھے کیا ہم جو وصفِ ساقیِ گلفام کرتے ہین
تو اپنا کام کر واعظ ہم اپنا کام کرتے ہین

وصل کو اُن سے جو کہیے تو کرین وعدہ حشر
کیجیے قتل کی خواہش تو ابھی حاضر ہین

پاسِ اخفاے محبت ہے یہانتک کہ امیر
دل بھی میرا مری حالت سے خبردار نہین

ہزار طرح کے ہوتے ہین وہم ہمکو امیر
کسی کی آنکھ جہان ہم پُر آب دیکھتے ہین

یار کے اُٹھتے ہی برہم ہوگیا سامانِ عیش
مے کہین مینا کہین ساقی کہین ساغر کہین

امیر دیر و حرم سے الگ جو جاتے ہین
وہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جدا بناتے ہین

وفا کا وعدہ وفا ہو یہ غیر ممکن ہے
جفا کا وعدہ تو اب تک وفا ہوا ہی نہین

بلبل آواز اسیرانِ قفس کو نہ سنا
صحبتین اگلی چمن کی انھین یاد آتی ہین

عجب دریاے حیرت مین پڑا ہون
مین کس نا آشنا کا آشنا ہون

ہوکے خوش نالۂ بلبل پہ جو گل ہنستے ہین
وہ تری پیار کی باتین مجھے یاد آتی ہین

نہین پروا کسیکو کاروان مین
الٰہی کیا مین فریادِ درا ہون

اُس کوچے مین جب ٹھوکرین کھاتا مین گیا ہون
لغزش سے گرا ہون تپشِ دل سے اٹھا ہون

زاہد و غافل نہین اُس سے صنم
بنگئے ہین بُت خدا کی یاد مین

سنتی نہین ہاے عمر رفتہ
راحت کو ڈھونڈھتا ہے عبث تو جہان مین

دیتی نہ تھی کسیکو جو اسے آفریدگار
مرا خط اُسنے پڑھا پڑھکے نامہ بر سے کہا

کبھی ہم تک نہین آتین جو دلکا حال دکھلائین
پھولون سے کہہ صبا یہ خوشی کی جگہ نہین

اُس خرابے مین ہم پڑے ہین امیر
اے صبا جاکے اسیرانِ قفس سے کہدے

اتنی فرصت ہین دے لے کششِ دستِ جنون
نامہربان ہے یار تو اُس کا نہین قصور

ہجر مین اظہار تنہائی کا کرتا ہون جو مین
ادب عشق بتا مجکو جو مرضی ہو تری

تنہائی مین نہ روتے نہ گانے کا لطف ہے
صورت کو اُسکی دیکھ کے سمجھے ہو تم غریب

ڈراؤن حشر کی فریاد سے تو کہتے ہین
اپنے گھر بیٹھے وہ آرام سے کرتے ہین بسر

غم نہ اُسکا جاے دل سے خوش ہون مین
کوٹھے سے وہ اُترکر پہنچے بھی اپنے گھر مین

نگاہین حیا سے کہان پھیر چلین
گھر مین اللہ کے واعظ ہین تو یہ کچھ ہی کلام

پڑگیا پھول کوئی آتشِ گل کا شاید
اک عمر سے ہم پکارتے ہین

اس کا زمین مین ہے نہ پتا آسمان مین
پیدا ہی کیون کیا تھا خوشی کو جہان مین

یہی جواب ہے اسکا کہ کچھ جواب نہین
وہ نظرین سیر کرتی پھرتی ہین مژگانکے سایہ مین

رونے کا ہے مقام ہنسی کی جگہ نہین
کہ جہان خاک بھی نہین کو سون

موسم گل ہے اب آکر چمن آباد کرین
تھم کے دو چار گھڑی خاطر صیاد کرین

یہ مہربانیان بھی کسی مہربان کی ہین
حسرت دیدار کہتی ہے کہ مین تو ساتھ ہون

خواب مین بھی مین اُسے پیار کرون یا نکرون
اک تان تم اُڑاؤ تو اک نالہ ہم کرین

تم سے کبھی امیر سے باتین نہین ہوئین
ہمارے آگے تمہاری دہان سنے گا کون

دیکھ کر حال مرا ضبط کرین تو جانون
دل کے جانے کا مجھے کچھ غم نہین

آنکھین ہماری اب تک چھت سے لگی ہوئی ہین
اِدھر دیکھیے پتلیان پھر چلین

سیکدے مین ابھی آئین تو ہماری سی کہین
آشیانے جو عنادل کے پڑے سے پھنکتے ہین

تکات مین محتسب کو رستے دو
مست بھی ہوشیار رہتے ہین

نہ عارض نہ زلف دوتا دیکھتے ہین
خدا جانے ہم تجھ مین کیا دیکھتے ہین

لیا پھر تو نے اُسکا نام اے دل
ارے ظالم ابھی سمجھا چکا ہون

کسیکا دل ہے مکدر ضرور تجھسے امیر
کہ اک غبار سا رہتا ہے میری آنکھو مین

اسے صنم اب ترا خدا حافظ
ہم تو کعبے کی راہ لیتے ہین

امیر مرنیکو آسان نہ ہجر یار مین جان
آنکھ آنکھ سے نکلتی ہے انتظار مین جان

تو ادب سے جسے کہتا ہے صدای زاہد
اُنکو پیار سے ہم لوگ صنم کہتے ہین

آتے ہین جانب زندان جو وہ مر لیتے ہین
اچھی آپ اپنے اسیرون کی خبر لیتے ہین

لگا کر تجھ سے دل حاصل ہوا یہ ای وفا دشمن
زمانے بھر کا ہین دشمن زمانہ بھر مرا دشمن

اشک سے جب دیکھیے معمور ہین
دونون آنکھین ہین کہ دو ناسور ہین

مانگتا ہون خدا سے روز شراب
ہین بھی کیا رند پاک طینت ہون

کنائے جانتے ہین آپکی گھاتین سمجھتے ہین
زمانہ ہمنے دیکھا ہے یہ سب باتین سمجھتے ہین

لذت جو خامشی مین ہے کیونکر عیان کرون
قابل بیان کے جو ہو کیا بیان کرون

برچھیان جب اُدھر سے چلتی ہین
دل کی کیا حسرتین نکلتی ہین

یہ تیلیان نہین ہین اوسکی ہمصفیرو
چھُریان لگی ہوئی ہین چار و طرف قفس مین

کرتے ہین بندگی پیر مغان
سمجھے کیا جوان صالح ہین

وہ بت آئیگا تو بت بنجائیگا واعظ ابھی
حاکمون کے سامنے چلتی ہین تقریرین کہین

ایک بھی مانتا نہین وہ بت
ہم خوشامد ہزار کرتے ہین

نہ تڑپون جو فرقت مین تو کیا کرون
کہ بے شغل رہنے کی عادت نہین

کوئی مجکو لیے جاتا ہے کہین
نہین معلوم کہان جاتا ہون

راہ صحرا کی جو ہم لیتے ہین
جتنے کانٹے ہین قدم لیتے ہین

ڈوبنے لگتا جو میں دریا میں ہوں وہ ناتوان
چھوٹی چھوٹی کشتیاں لیے لیکے موجیں دوڑتیں

جب میں کہتا ہوں کہ ساحل تک مجھے پہنچائے کون
خضر کہتے ہیں کہ اس دریا کا ساحل ہی نہیں

ہم کو فرداے حشر کا کیا غم
کہ شب ہجر کی سحر ہی نہیں

پکارون کسے کاروان میں امیر
جرس بھی تو آواز دیتا نہیں

ہو کوئی گاہک تو سودے کا امیر
کون سے بازار میں سودا نہیں

ہنس تو پڑتے ہیں مرے رونے پر
شکر ہے گریہ بے اثر تو نہیں

ایسی راحت ملی قناعت میں
سو گئے پاؤں کنج عزلت میں

میں کہتا نہیں منہ سے کچھ مر رہا ہوں
غم عشق تیری خوشی کر رہا ہوں

مزہ ملا ہے مجھے یہ دل کی بیقراری میں
کہ بھر رہا ہوں نمک اپنے زخم کاری میں

کرتے ہیں جو لوگ ذکر اُن کا
ایک ایک کا منہ میں دیکھتا ہوں

دم لے نہ ابھی پوچھ مرے درد کو ہمدم
رونے سے جو دل ٹھہری تو کچھ بات کروں میں

ان حسینوں کی ہے عجب سرکار
پاؤں چھونے پہ ہاتھ کٹتے ہیں

کریں نہ قتل وہ عشق و ہوس کو جان تو لیں
کھڑے ہیں کھینچکے شمشیر امتحان تو لیں

نفرت ہے روک ٹوک سے اپنی سرشت میں
رضوان کو دیکھکر نہ گئے ہم بہشت میں

پاؤں اُس کے نہیں دباتے ہیں
اُسپر اپنا دباؤ ڈالتے ہیں

اس سے رشک اُس سے ضرر دونوں خدا کی نیک ہیں
رہنما رہزن تمہاری راہ میں سب ایک ہیں

مرے گھر خواب میں آتے تھے اک دن
ادھر منہ کرکے اب سوتے نہیں ہیں

لیا ہے غیر نے بوسہ اُسی کو گالی دو
خفا ہو مجھسے نہ لینے میں ہیں نہ دینے میں

نالہ اگر کرے تو سمجھ بوجھ کر کرے
بلبل سے کہدے کوئی کہ ہم بھی چمن میں ہیں

میں خدا کے سامنے کہدونگا زاہد تو تو کیا
پارسا بُت دوسرا ساری خدائی میں نہیں

رات دن غم میں ہم گزرتے ہیں
ہم تو اس زندگی پہ مرتے ہیں

سیکڑوں ہین کہین پڑے ہونگے
شب جمعہ ہے آج امیر کہان

صیاد سے چھری کے تلے عندلیب نے
حسرت سے یہ کہا کہ غریب الوطن ہو نہین

عاشق ڈرائین گے اُسے کہکر یہ حشر مین
کیون اے صنم خدا سے ترا اب گلہ کرین

محتسب جام سے جو ٹوٹے ہین
میکشون کے نصیب پھوٹے ہین

ہمارے سامنے بڑھ بڑھ کے بولتا ہے بہت
ملے وہ اب کہ تو ناصح کو سامنے کر دین

دیکھنا لغزش نہ کھانا واعظو
پی کے ہم آئے ہین بزم وعظ مین

امیر وادیِ غربت مین تھا کجا گردش
بہت سفر مین رہے اب چلو وطن کو چلین

لین بلائین جو وصل مین تو کہا
بس انہین باتون سے مین چڑہتا ہون

اے چرخ یہ اپنے حوصلے ہین
اِک دل ہے ہزار آبلے ہین

تڑپا مین بہت تو ضعف بولا
اللہ اب تک یہ حوصلے ہین

کشتہ اک پردہ نشین کا ہون فرشتو نسے کہو
میرے تابوت سے دو چار قدم دور رہین

عکس اپنا آئینے مین دیکھکر کہتا ہے یار
دیکھنے والون سے خلوت مین بھی چھپکار انہین

کسکے غم مین اجل آئی کہ مرے ماتم مین
بال کھولے ہوئے فردوس سے حورین آئین

بحث تنگی مین دہن کی کیون ہو کچھ حاصل نہین
کسکے منہ لگتے ہو تم غنچہ تو اس قابل نہین

دعائین مین نے انکو دین تو بولے
ابھی یہ گالیان کسپر پڑین تھین

کیا تڑپ کر بوٹ کر اوقات کاٹی ہجر مین
کروٹین لے لیکے ہمنے رات کاٹی ہجر مین

آمد ہے فصل گل کی جلدی امیر اُدھیڑو
ٹانکے جو چاک دل مین دو چار رہگئے ہین

بے تکلف ہو تو ہم شعر و سخن پر غش ہین
کوئی معشوق ہو بیساختہ پن پر غش ہین

تڑپے کسطرح یادِ قاتل مین
جان بھی ہے کہین مرے دل مین

کیونکر تری گلی سے مین قاتل ابھی اٹھون
مٹی مین مل تو لون مین لہو مین نہا تو لون

محشر مین بھی دیوانو نکو پوچھا نہ کسی نے
آگے کی خدا جانے ابھی تک تو بچے ہین

سراپا آرزو ہون کیا نہ مانگون اور کیا مانگون | خدا سے گر دعا مانگون دلِ بے مدعا مانگون

فصلِ بہار آئی گلشن مہک رہے ہین | ہر شاخِ گل پہ کیا کیا بلبل چہک رہے ہین

دشمن ہین بات بات مین وہ بدگمان ہین | ظاہر مین دیکھیے تو بڑے مہربان ہین

با وفا ہو وفا سے ز خنجر ہین وہان | آشنا نا آشنا دونون برابر ہین وہان

دو باتین ہین دن ہو رہین دونون سے مقرر | تم آؤ گے کس دن مجھے بلواؤ گے کس دن

دیکھا ہے کسے راہ مین ہمنے کہ نہین ہوش | گھبرائے ہوئے پھرتے ہین گھر بھول گئے ہین

ساقی ہین تری نرگسِ میگون کا مست ہون | توبہ کا نام لین مرے دشمن بہار مین

سخت جان مجکو سمجھ کر قتل وہ کرتا نہین | میرے مرنیکی جگہ ہے یہ کہ مین مرتا نہین

زہے نصیب خوشا بخت اگر قیامت مین | گناہگار دن مین تیرے شمار ہم بھی ہون

جوشِ جنون کا اب کوئی سامان ہی نہین | وہ ہاتھ ہی نہین وہ گریبان ہی نہین

خم کے خم صاف جو کر جاتے تھے وہ باتو نہین | ذکر خیر آجتک اُن کا ہے خراباتون مین

ہدف تیرِ مژہ کر کے وہ کہتا ہے امیر | تیر کسنے ترے سینے پہ لگائے دیکھون

تاب و طاقت تو مری رہ گئی کوچے مین ترے | گھر تلک اپنے مین اب جاؤن تو کیونکر جاؤن

خطِ طویل یار کو مین نے لکھا مگر | مطلب کو دیکھیے تو کہین کچھ پتا نہین

معشوق ہو حسین کہ ساقی ہو نازنین | دلمین مزہ نہین تو کسی مین مزا نہین

باطن کو دیکھیے تو سراپا فریب و مکر | ظاہر کو دیکھیے تو وہ کچھ جانتے نہین

رکھتے نہ تھے چمن مین جو پاؤن فرشِ گل پر | تیری گلی مین اب وہ کانٹون پہ لوٹتے ہین

ڈھیر ہین سایۂ اشجار مین کچھ ہڈی کے | اور کچھ ہمکو خبر گورِ غریبان کی نہین

نیند آنے کا نہین اب کوئی سامان امیر | نہ وہ زانو ہے نہ بازو نہ سر کچھ بھی نہین

وہ مستِ شراب پھر رہے ہین | ہم مفت خراب پھر رہے ہین

خاک جو لپٹی ہوئی آئی ہے محل سے تری | ہے یہی مجنون اب ای محمل نشین مجنون کہان

چاشنی عشق کی جس روز سے چکھی ہے امیر
اٹھ گئے سب ہمنفس کس کس کا یارب غم کرون

شام سے روز سحر جو ڈھونڈتا ہون
انسان حسین کیسے پریان یہان کہان ہین

تم تو مرے سوال کا دیتے نہین جواب
طرز نالہ وہ بتا دو جو ہو صیاد پسند

عمر کو سارا زمانہ گذران کہتا ہے
باغبان تو ہی کسی شاخ پہ بٹھلا دے مجھے

حضور یار مجھے عرض حال کرنا ہے
کھپ گئین دل مین اگر پلکین نکیلی زاہدا

ممکن ہے بے زرہی مین مین صبر ایجاد کرون
نہ عارض نہ زلف صنم دیکھتے ہین

کون گلگشت کو بازار مین آیا ہے کہ آج
اے عمر رفتہ کہدے یاران رفتہ سے تو

دیکھا تھا دل نے جب سے تیری آن بان کو
کھاتے ہو قسم نہین مین عاشق

روتے ہین ترے مریض پہرون
کی خطا مین نے دیا وصل کا تمکو جو پیام

نرگس کی آنکھ سوے زمین بے سبب نہین
کنگھی جو کر رہے ہین وہ بالون مین بار بار

بکنے دو ناصح جو بکتا ہے امیر

تلخ باتین لب شیرین سے مزا دیتی ہین
قیس کو روؤن کہ مین فرہاد کا ماتم کرون

شمع کی سرگزشت سنتا ہون
مٹی کی مورتین ہین چینی کی پتلیان ہین

مجھسے جو کوئی پوچھے تو مین کیا جواب دون
اے اسیران قفس تازہ گرفتار ہون مین

دن جدائی کا مگر عمر مین محسوب نہین
بے پر و بال ہون مین طاقت پرواز نہین

کرنے قبول تو ناصح کو مین وکیل کرون
سیکڑون پڑ جاینگے رخنے ترے ایمان مین

فرمائشین جو یار کرے اسکو کیا کرون
خدا دیکھتا ہے جو ہم دیکھتے ہین

شور سے ہوتے ہین یوسف کے خریدارون مین
بچھڑے ہوئے تمہارے تمکو پکارتے ہین

ہم صبر کر چکے تھے اسیدن سے جان کو
صورت تو امیر اپنی دیکھو

چھاتی سے لگا کے درد دل کو
تذکرہ کرکے زمانے سے پشیمان نکرو

ہے خفتگان خاک پہ حسرت بہار کو
رگ رگ سے کھینچتا ہے کوئی میری جان کو

تم بھی چپ بیٹھے ہوئے باتین سنو

تم دہن کو نہ کبھی اپنی کمر کو دیکھو
دیکھتے ہین جو انہین اُنکی نظر کو دیکھو

جان سے اپنی ہم تو درگذرے
قتل مین تم بھی درگذر نہ کرو

جگاتا ہون مین کب سے تم ذرا کروٹ نہین لیتے
اُٹھو اے خفتگان خاک کیسی نیند سوئی ہو

کہے دیتے ہین غیر کے گھر نہ جاؤ
اگر جاؤ تو گھر کے اندر نہ جاؤ

فصل گل آنے سے پہلے پھنس گئے ہم دام مین
ہائے کیا کیا دل مین تھی سیر چمن کی آرزو

نہ نیستی مین نہ ہستی مین ہے نفس وجود
مٹے امیر یہ جھگڑا کہین مٹا بھی مجکو

عارضی حسن ہے اس سے بہت الفت نکرو
یہ مسافر ہے مسافر سے محبت نہ کرو

نماز یوں مجھے ناحق امام کرتے ہو
نہین مین ہوش مین تم سب الگ الگ پڑھ لو

لکھا ہے خط مین اُسنے یہ مجھ بدنصیب کو
انشا کا عہدہ ہم نے دیا ہے رقیب کو

کوئی برچھی کا وار ادھر بھی ہو
میری حسرت پہ بھی نگاہ کرو

جو بیقرار بہت دیکھتا ہے مجکو وہ بت
تو ہنسکے کہتا ہے صاحب خدا کو یاد کرو

بیان کرتا ہون اس منہ سے مین ای پری تیری اداؤنکو
لپٹ کر کرتی ہے پیار پہرون زبان مین کو دہن زبانکو

پہلے تو آرسی مین منہ اُسنے اپنا دیکھا
پھر مجھ سے ہنسکے بولا کیا مانگتے ہو بولو

آہ کس حسرت سے لیلے نے کہا ہنگام نزع
سونپے جاتی ہون تجھے ای بیکسی مین قیس کو

میری حیرت پہ عبث ہو اس قدر حیران تم
صاحب آئینے کو لینے آگے رکھکر دیکھ لو

بھرنے پر آچلے ہین ہمارے جگر کے زخم
تم زلف مشکبو کے ذرا پیچ کھولدو

وصل مین پوچھتا ہے وہ مجھ سے
اس قدر بے حواس تم کیون ہو

مین نے کہا جو یار سے مجکو بھی قتل کر
بولا جنون ہوا ہے تمھین جا کی فصد لو

کل کی منزل سے لگا آج کی منزل ہی کڑی
خار ٹھہرا کے جو کہتے ہین ذرا دم لے لو

لب جان بخش سے اپنے ذرا تم
کبھی ہم مرنے والون کو بھی پوچھو

کون سمجھا ہے جفا پیشہ دل آزارونکو
اک نظر دیکھ تو لو آنکھون کے بیمارونکو

کرتے تو ہو سوال امیر اس سے حشر مین
اور اُسکو گر جواب نہ آیا تو پھر کہو

کچھ تسلی دل زار تو کرتے جاؤ
تم نہ آؤ مگر اقرار تو کرتے جاؤ

امیر دل نے کہا مجھ سے سنکے ناصح کی
تم اپنا کام کیے جاؤ اُسکو کہنے دو

وہ عکس ہے سے آئینے مین کہتے ہین بگڑ کر
کیون سد سکندر کے اُدھر جاکے چھپے ہو

حقیقت درد بیدردی کی اُس دم آشکارا ہو
ہمارا دل تمہارا ہو تمہارا دل ہمارا ہو

ہمارے تمہارے تکلم بھی ہو
مزا ہے کہ روز جزا تم بھی ہو

نیند اُچیٹ جائیگی تم میری کہانی نہ سنو
اور جو سنتے ہو تو پھر میری زبانی نہ سنو

نہین ہے دل مرے پاس اب تم اور گھر دیکھو
نہو یقین تو پہلو کو چاک کر دیکھو

بگڑ کے اُسنے کہا بعد ذبح کشتون سے
تڑپ تڑپ کے لہو مین ڈبو دیا مجھکو

نمک بھی تو زخمون پہ چھڑکو ذرا
دم ذبح لب پر تبسم بھی ہو

سوز دل چہرے سے عیان ہے امیر
پیار کس شمع رو کو کرتے ہو

تقوی کہان کا جام چلے آج زاہدو
خرقے اُتار اُتار کے بھٹی مین جھونکدو

ہو سے لینے دو اسے جان ذرا روح کو رخصت
ٹھہر دم سے پہلو سے ابھی تیر نہ کھینچو

شمع کہتی ہے یہ پتنگون سے
آگ مین رکھ کے پھونکدے تمکو

جہان دیکھا پھرا تیری نظر کو
جگر روتا ہے دل کو دل جگر کو

بتو اُبھار کو جوبن کے کیا چھپاتے ہو
خدا کی دی ہوئی دولت کو کیون چراتے ہو

تب مزا ہے بادہ خواری کا امیر
سامنے ساقی بغل مین یار ہو

وصل کی شب اُنہین شرم آتی ہے ہے چشمون سے
دستے نرگس کے جو ہین اُن کو کنارے رکھدو

اسی ادا سے جو تو آئے گا تو روز جزا
ملیگی اُلٹی سزا تیرے داد خواہون کو

زخم سلوانے کی یارو ابھی جلدی کیا ہو
پہلے کچھ میرے تڑپنے کی تو تدبیر کرو

خون کچھ دینے لگی ہے میری قبر
کوئی جھٹکی خاک اٹھاکر ڈال دو

بسملون پر رحم کھاکر اُسنے کہتی ہی قضا
ان گنہگارون کے حق مین جلد کچھ ارشاد ہو

نہ اس سے ڈر ہے نہ اُسکی ہوس کبھی مجکو
نہ غم کا غم نہ خوشی کی ہے کچھ خوشی مجکو

آئے اوّل تو وہ کب پاس مرے محفل مین
اور جو آئے بھی تو مجلس سے اُٹھائے مجکو

آے جو زبان پہ شکوہ یار
ہم کاٹ کے پھینکدین زبان کو

کب مین کہتا ہون مجھے لے یار تو الفت سے دیکھ
مین سب تجھے حسرت سے دیکھون تو مجھے حیرت سے دیکھ

ساقی مین کب سے لوٹ رہا ہون خمار مین
اِک جام اِدھر بھی ساقیِ کوثر کا واسطہ

طائر رنگِ حنا ہون چمنِ ہستی مین
زندگی موت ہے میری مرے صیاد کے ہاتھ

میرے مزار پر آیا جو وہ بتِ گمراہ
تڑپ کے روح نے آواز دی کہ بسم اللہ

اب نہ اُسکا رخ نہ خط و خال دیکھ
اے دلِ بیتاب اپنا حال دیکھ

غریب عاشقون پر رحم کھاکے بولے وہ
غریب انکو نہ سمجھو بڑے شریر ہین یہ

حرم والون سنے یہ قولِ صنم ہے
قدیمی گھر ہمارا بھی حرم ہے

اُنہین سے تنہائی مین تو لپٹا ہون
ڈر ہے چھاگل کہین پکار نہ دے

کھلتا نہین کہ اُسکے کوچے کا کیا پتا ہے
مین دل سے پوچھتا ہون دل مجھ سے پوچھتا ہے

جو رستے مین یارِ بدخو سے
اب لپٹ جایئے تو قابو ہے

شبِ فرقت تو مرا کام ہی کر جائیگی
وصل کی رات نہین ہے جو گذر جائیگی

برباد کر دیا ہے وحشت نے دل کی مجکو
پہلو کا رہنے والا جنگل مین جا بسا ہے

صاف دل ہین ہم آئینے کی طرح
جس سے جو بات ہے وہ بر رو ہے

کچھ رنج ہے دنیا مین تو کچھ ہمکو خوشی ہے
آنکھون مین جو آنسو ہین تو ہونٹون پہ ہنسی ہے

یہ وجہ ہے جو جمع رہا کرتی ہے خلقت
مرقد پہ مرے یار کی تصویر لگی ہے

تھا جو کل تک کسی کے زانو پر
آج وہ سر ہے اور زانو ہے

کبھی منھ کو لگا کر نہ دکھلایا
گئی ترائی ہی گئی ترائی ہے

دل مرا کہدو کہ وہ شوخ ستمگر پھیر دے
اے شبِ فرقت عجب اندھیر کی یہ بات ہے
نزع مین یار سے رخصت بھی مجھے ہولینے دے
دیکھتی ہین جب اُسے آنکھین تو کہتا ہے یہ دل
بسملون سے بھی ناز اُٹھوا سے
اُٹھتا نہین دل سے مرے بارِ غمِ فرقت
سویا ہون شبِ کوچ جرس سے مین یہ کہکر
کعبے نہ جاسے جو وہ نہ پہنچے خدا تلک
اک مست کا خیال جو ہنگامِ خواب ہے
آسان نہین ہے دام سے دنیا کے چھوٹنا
جوبن اُبھار پر ہے چمن کو نہ جائیے
لیلی کی طرف پھر نہ کرے منہ کبھی مجنون
ملتا نہین مزاج جو سوسن کا اے صبا
کون کہتا ہے کہ الفت مین ہمین راحت ہوئی
ہاتھ پھولون کو لگایا مین نے کب ای باغبان
مین خار ہون ای برق جلاتی ہے مجھے کیا
کیا رہیے اس چمن مین افسردگی بڑی ہے
خانہ بردوش ہر شرابی ہے
نہ واعظ ہجو سے کر ایکدن دنیا سے جانا ہے
برستی ہے اُداسی چھا رہی ہے بیکسی غافل
جب کہیے شبِ وصل چلو سو رہین اچھا ہن

دل نہ پھیرے تو مری گردن پہ خنجر پھیر دے
ساری دنیا مین تو دن اک میرے گھر مین رات ہے
ضبط سے کہدو کہ دل کھو کے رو لینے دے
دیکھیے یہ دیکھنا کیا کیا دکھاتا ہے مجھے
ہا سے انداز میرے قاتل کے
اے جانِ نازنین تو بھی ذرا ہاتھ لگا لے
پیدا جو سحر ہو تو مجھے غل کر کے جگا لے
زاہد خدا کے گھر کی یہی ایک راہ ہے
جھوکون مین نیند کے مجھے کیفِ شراب ہے
یہ اک بڑے حکیم کا باندھا طلسم ہے
بادِ صبا لگا سے گی چوری انار کی
مجنون کو جو لیلی تری تصویر دکھا دی
مستی ہے شاید آج عروسِ بہار کی
پیٹنے رونے تڑپنے سے کہان فرصت ہوئی
یان گریبان چاک کرنے سے کہان فرصت ہوئی
گلچین ہین ہزارون کسی گلچین کو چلا دے
ہر شاخِ گل کے نیچے بلبل مری پڑی ہے
کیا خرابات کی خرابی ہے
ارے منہ ساقیِ کوثر کو بھی آخر دکھانا ہے
بصیرت ہو تو عبرت کا محل قصرِ فریدون ہے
جھنجلا کے وہ کہتے ہین ابھی رات پڑی ہے

تخجیروں سنے یہ لخت جگر اُس مین پروے
ہنس ہنس کے رلایا ہے بہت زخم جگر نے
آ بنی ہے جان پر قیامت ہے
فرقت مین مجکو موت ٹھکانے لگا گئی
آج اُمید صبح ہونے کی
مژگان تر سے جان تسلی سی پا گئی
قاصد ہمارا نام تو لینا نہ یار سے
دامن گل نسیم چاک کرے
غیر کی بھیجی ہوئی مستی اُلی تم نے ضرور
ہون وہ بلبل جب مرے دلکی کلی مرجھا گئی
جان نثارون کا اس قدر ہے ہجوم
زور ہے اب یہ ناتوانی کا
ہے قصد کہ دل کعبہ نشینو نکے چرا ے
خط مرا پھینک کے مجھپر یہ کہا قاصد نے
مرتے ہین بندگان خدا کچھ نہین خیال
چاہت نئی نئی ہے محبت نئی نئی
مین حرف نا شنو اُسے کیونکر کہون امیر
کسی درماندہ حسرت زدہ کو یاد کرتا ہے
مائل جور جو وہ زلف دوتا ہوتی ہے
کرون اک نالہ دل مین یہ ٹھنی ہے
یہ سمجھ ہے تو مری جان سنے گی کیونکر

جو تیر ہے سفاک کا پھولون کی چھڑی ہے
ادھی کوئی قاتل کی جو تلوار پڑی ہے
آج پہلو سے دل کی رخصت ہے
کیسے نصیب جاگ اُٹھے نیند آ گئی
حضرت دل یہ شام فرقت ہے
کانٹون کی اوس پیاس ہماری بجھا گئی
کہتا کسی کی جان ہے ہونٹوں پر آ گئی
بلبلو تم کو کچھ بھی غیرت ہے
ورنہ کیون غم کی گھٹا دل پر ہمارے چھا گئی
اک سرے سے سارے پھولون پر اداسی چھا گئی
تیغ مقتل مین چل نہین سکتی
دل سے حسرت نکل نہین سکتی
تاکا ہے بڑے گھر کو تری وزد حنا نے
وہ بھی ہو آپ پہ عاشق تو یہ گھر آ دیکھے
اللہ ان بتون کو بھی کتنا غرور ہے
دو چار دن تو ضبط فغان بھی ضرور ہے
سنتا ہے میرے حق مین وہ ساری جہان کی
سنو اسے قافلے والو جرس فریاد کرتا ہے
سو بلاؤن مین گرفتار بلا ہوتی ہے
کہ اب تو جان ہی پر آ بنی ہے
مین نے حال اپنا کہا تم آ سنے شکوا سمجھے

بلبل کی آنکھ گل پر قمری کی سرو پر ہے / نرگس سے کوئی پوچھے تو کسکو دیکھتی ہے

قاتل سمجھ کے تیر کو سینے سے کھینچنا / ناوک کے ساتھ ساتھ کسی کا جگر بھی ہے

عجب ادا سے تمہاری نگاہ پھرتی ہے / چھری گلے پہ مرے بیگناہ پھرتی ہے

کرونگا بت کی زیارت بھی اب تو حج کو چلون / حرم سے دیر کی جانب بھی راہ پھرتی ہے

وصال مین بھی یہان پیچ و تاب رہتا ہے / اُدھر حجاب ادھر اضطراب رہتا ہے

یہ ہے شوق جانیکا کوچے مین تیرے / کبھی ہم ہین آگے کبھی سایہ آگے

ہوے جو ذبح تڑپ سے پیچ و تاب سے چھوٹے / تمھین ثواب ہوا ہم عذاب سے چھوٹے

ساقی ترے ہجر مین ہے یہ ضعف / توبہ نہین ہم سے ٹوٹتی ہے

پھر نہ کہتا امیر کو لاؤ / اب وہ تیری گلی سے جاتا ہے

جا سے آرام سمجھ کر مین یہان آیا تھا / دل کے ہاتھون سے لحد مین بھی تڑپتے گزری

محفلِ عیش ہو یا مجلسِ غم دونون مین / شمع کو روتے پتنگونکو تڑپتے گزری

دل جو بے اختیار روتا ہے / کسی حسرت کا خون ہوتا ہے

اللہ رے گرمیان مرے معشوق کی مہر / آیا خیال دل مین تو اک آگ لگ گئی

بے شبہ کُنجِ قبر ہے جاے سکون مگر / کیسا سکون جب دلِ بیتاب ساتھ ہے

مین تو روتا ہون اپنی قسمت کو / تو بتا ابر کس کو روتا ہے

جہان ہم ہونگے آفتین عشق کی اُس گھر مین آئینگی / یہان پریان جلاتی ہین وہان حورین جلائینگی

رہا جاتا نہین بے عشق دو دن / ہمین بیمار ہونے کا مرض ہے

ہجر کا دن نہین ہے داخلِ عمر / عمر تو وصل تک تمام ہوئی

یہ دن فراق کا کیون دیکھتے ہین جو سکے / شبِ وصال کے ہمراہ ہو لیے ہوتے

ندیان بہ گئین کشتون کے لہو سے قاتل / تیری تلوار مگر خون کی پیاسی ہی رہی

اک ذرا پردہ محمل کو اٹھا دے لیلی / پھر کوئی حالتِ بیتابیِ مجنون دیکھے

سبب پوچھو نہ کچھ رونے کا ہمسے
یہی جانو کہ رونے کا مرض ہے

اللہ رے طول نامہ کہ کہتا ہے نامہ بر
اس بوجھ اُٹھانے کو کوئی مزدور چاہیے

کبھی جھانکا تو ہوتا آکے یہ کیا جی مین آئی تھی
عزیزون نے مری تربت مین جالی کیون لگائی تھی

فرقت مین میہمانیِ غم کیا کرون امیر
ٹکڑے ہین کچھ جگر کے سو وہ بھی جلے ہوئے

دل لیکے ملاتا ہے ڈھٹائی سے جو آنکھین
ظالم نہ سہی رحم حیا بھی نہین آتی

نہین اُڑتے ہین پتے اے جنون اشجارِ گلشن کے
یہ کچھ پرزے گریبان کے ہین کچھ پرزے ہین دامن کے

کہا مجنون نے شاید ناقۂ لیلیٰ ادھر آئے
ہین ہر اُمید پر چُبھتا ہون کانٹے ہین بیابان کے

پی کے مے بیٹھے وعظ سننے امیر
یہ بڑی تم نے ہوشیاری کی

خستہ ہون مین فراق کا اکسیر کیا کرے
قسمت مین شفا نہین تدبیر کیا کرے

اُٹھا کر نہ پھر آنکھ غیرونکو دیکھو
جو ہون چار آنکھین ہماری تمہاری

دہن تک آ نہین سکتا ہے دلکی تنگی سے
دھوان جگر کا بھی کچھ دل ہی مین گھٹتا ہے

کیون سو سے کمر نازک بڑھتا ہے ہو دونا کاکل
لیلیٰ کبھی مجنون کی بلائین نہین لیتی

تذکرہ اُس شوخ کا آتا ہے تو اللہ ری تڑپ
مُنہ کو آتا ہے جگر بات نہین کیجاتی

تمہاری سی صورت ہے حورونکی اچھا
یہ باتین کہان پیاری پیاری تمہاری

غنی ہین جب سے تری زلف کے اسیر ہوئے
فقیر عشق مین ہم کیا ہوئے امیر ہوئے

دیکھا جو تڑپتے ہوئے مجکو تو وہ بولے
اس درد سے اچھا ہے یہ بیمار جو مر جائے

جو ہوش مین مجھے لاتا ہے دوستو منظور
کہو کہ تجکو ترے یار نے بلایا ہے

کرتے ہو جو تم امیر کو قتل
اِتنا تو کہو گناہ کیا ہے

کہتا ہے سرِ بزم وہ بت کھولکے گیسو
لینا ہو جسے دل کو وہ پہچانکے لیجائے

دکھلایا روزِ ہجر شبِ وصل نے امیر
وہ رات اگر نہ آتی تو یہ دن نہ دیکھتے

وہ سُنتا نہین حالِ دل اے امیر
کہانی ہی کب تک کہا کیجیے

سوکھے ہوئے دو چار کہین پیڑ کھڑے ہین
کیا وقت نکالا ہے رنجش کا بھی ظالم نے
ابھی امیر کو صاحب برا بھلا نہ کہو
جب کہا مین نے مری قتل مین اب دیر ہے کیون
تو پھرا ہے بہت اے پیر فلک سچ کہنا
داد دیتے کہ نہ دیتے دل فریادی کی
نہ پوچھو اضطراب و ضبط کا حال
سارا بدن پڑا ہے کچھ بھی کہین نہین ہے
اچھی نہین ملامت ہر وقت کی یہ ناصح
خیر تم پر نہین ہے زور اپنا
برباد نکر جو کچھ خبر ہے
یان زخم سے لذت جگر ہے
نہ جانے کے تھے اُس گلی سے بہانے
ہو گیا کیا تجھے الفت مین امیر
دو گھڑی آپ کا ہنس ہنس کی لگاوٹ کرنا
درد دل کیون نہ سمجھے جانسے بڑھکر ہو عزیز
سینۂ پُر خشک نے جلکر یہ کہا گلشن مین
حال سننے کو وہ آے ہین مگر کون کہے
جب دل پژمردہ پہلو سے مری نکلا امیر
جواب دینے مین آئے نہ کیون حیا اُن کو
ہمنشین اُن ہی جو کہتے ہین کہ مرتا ہے امیر

اب جاؤن مین گلزار مین کیا آگ لگانے
جب خوب سنورتا ہے تب مجھ سے بگڑتا ہے
بُرے بھلے کا تو صحبت سے حال کھلتا ہے
بولے وہ اپنی خوشی آپ کو جلدی کیا ہے
مجھسا بیکس بھی زمانے مین کہین دیکھا ہے
کان رکھ کر کبھی سنتے تو کہ کیا کہتا ہے
جگر آ کے منھ تک بھر گیا ہے
رہتا ہے ہاتھ دل پر جو مال ہی یہین ہے
انسان کی طبیعت قابو مین ہی نہین ہے
مر مٹین گے یہ اختیار تو ہے
اے بُت یہ دل خدا کا گھر ہے
احباب کو فکر بخیہ گر ہے
نہ اب ضعف ہمکو نہ بیلا قتی ہے
ابھی روتا تھا ابھی ہنستا ہے
رنج برسون کا مرے دل سے مٹا دیتا ہے
اُٹھکے محفل مین تری مجکو بٹھا دیتا ہے
کہ انہین تازہ نہالون مین کبھی ہم بھی تھے
کہ تڑپ دل کی تو دم ہی نہین لینے دیتی
حسرتین تھین پیچھے پیچھے ساتھ روتی پیٹتی
سوال کرنے مین جب مجکو شرم آتی ہے
سہیے کب تک وہ غریب اب یہ مصیبت دیکھے

کہتے ہین وہ اجی عاشق کہین ہوتے ہین غریب
قبر پر جب وہ حور آتا ہے
بُت بن گئے ہم امید آخر
کتنے آرام طلب ہین ہم بھی
دل جسے لوگ سمجھے ہین وہ امید
مدتون کھینچا ہے قشقہ ان بتونکے عشق مین
پڑا ہے تفرقہ ایسا فراق یار مین باہم
کیا کہین عشق مین کیا ملتا ہے
چھوا جو انکو تو بوسے وہ گالیان دیکر
آہنی جان پر دغا پائی
شرم کی سبب سے یہ خورشید لقا لیتا ہے
حلال کرکے مرے ہم صفیرون کو صیاد
ہے وصل مین راحت نہ جدائی مین الم ہے
دل بیتاب شب وصل تو دم لینے دے
ہم تڑپتے ہین پڑے سارا جہان سوتا ہے
کیون جاؤن ہین سوے کعبہ اے شیخ
نشان پایا نہ اپنے یوسف گم گشتہ کا ہم نے
ہاے غم سے بھی جی نہین بھرتا
کیا جانین ہم کہ ہنسنا کہتی ہے خلق کسکو
کیا یہ بہکاتا ہے مستونکو تجھے ہوش بھی ہے
مین نے بوسہ جو لیا زلف کا ساقی نے کہا

پاس جا بیٹھے پھر انکی کوئی غربت دیکھے
چھن کے جالی سے نور آتا ہے
یہ یادِ صنم کی انتہا ہے
سایۂ تیغ مین نیند آتی ہے
حسرت آباد نام اک گھر ہے
نظر مرم آتی ہے خدا کے سامنے جاتے ہوئے
نہ دل ملتا ہے پہلو کو نہ پہلو دل کو ملتا ہے
بت کے ملنے سے خدا ملتا ہے
کسی کا ہاتھ کسی زبان چلتی ہے
دل لگانے کی یہ سزا پائی
آئینہ دیکھ کے چہرہ کو چھپا لیتا ہے
لہو بھری ہوئی چھریان مجھے دکھاتا ہے
آسے کی نہ شادی نہ گئے کا مجھے غم ہے
ہجر کی رات تڑپنے کے لیے کیا کم ہے
اے شب ہجر یہ کس دن کا عوض ہوتا ہے
بتخانہ مین کیا خدا نہین ہے
ہزارون قافلے چھانے ہزارون کاروان ڈھونڈے
برکت اُٹھ گئی زمانے سے
ہنسے جو آنکھ کھولی تو چشم تر ہی دیکھی
جو عطا پاس ہے واعظ وہ خطا پوش بھی ہے
صرف بیہوش نہین یہ تو بلانوش بھی ہے

مرا زخم دل اس لیے دیکھتے ہین
کہ دیکھین تو تلوار کیسی پڑی ہے

کہتا ہے مجھے دیکھکے وہ اپنی گلی مین
دیوانے ترا گھر بھی کہین ہے کہ نہین ہے

ہمکو چالین تو انکا لینے کی آتی ہین بہت
یار کے آگے مگر ایک نہین چلتی ہے

گالیون کا وصل مین کیا کام ہے
لطف بے ہنگام اسیکا نام ہے

تجکو مجھ غربت زدہ کے حق مین کیا منظور ہے
پانون اٹھ سکتے نہین اور ضعف منزل دور ہے

مے کشو مے آج سے جام و سبو پی لیجیے
محتسب کا چڑھکے چھاتی پر لہو پی لیجیے

الفت مین یون تو اکثر ہم زار زار روے
کل دل پہ ہاتھ رکھکر بے اختیار روے

مجکو زاہد نہین شراب حرام
تیسرے دن میسر آئی ہے

خاک مین کس کی مل گئی حسرت
خاک اڑاتی جو صرصر آئی ہے

بڑھ جاتی ہے چمن مین اور آرزو تمہاری
جس گل کو سونگھتا ہون آتی ہے بو تمہاری

جو کچھ ترے ہاتھون دل خونین پہ ہوا ہے
مہندی ترے ہاتھون کی بیان کرتی ہے تجھسے

دیکھکر عکس کو آئینے سے کہتا ہے وہ شوخ
تو نے بتلا مری تصویر کہان سے پائی

اب کام اگر نہ آے تو کب کام آئین گے
کیا بت امیر تجکو خدا سے ملائین گے

طرفہ اقبال بتون کا ہے کہ با اینہمہ ظلم
جسطرف ہو کے نکلتے ہین دعا ملتی ہے

یاد مین زلف و رخ کے میرا حال
صبح کو کچھ ہے شام کو کچھ ہے

اے طول زمانۂ اسیری
بلبل کہین گل کو بھولتی ہے

اجل کا دور ہے بیدرد عہد مین تیرے
دکانین بند پڑی ہین دوا فروشون کی

داغ پر داغ عزیزون نے دیے ہین ایسے
کہ مرے دل مین نہین جا ہے سویدا باقی

سوتا ہون کوے یار مین محشر کے دن مجھے
جھونکے نسیم خلد کے آکر جگائین گے

آرام کا اس گھر مین نہ اس گھر مین گزر ہے
دل درد کا گھر ہے تو جگر داغ کا گھر ہے

کافی ہے مجکو چین تمہاری جبین کی
کیون تیغ کھینچتی ہے شکن آستین کی

پارہ دوزی کی دکان سے ہے کہ مرا سینہ ہے
خبر انجام سے دیتا ہے پیری مین قدِ پُرخم

ہونٹھو نپہ دم ہے لیکن دل مین یہی ہے حسرت
راز کیا عاشق و معشوق کے غیر و نپہ کھلین

مین نے کہا کہ پھیر دو دل کیا کرو گے تم
وہ غصے مین ہر وقت بھرے بیٹھے ہین مجھ کو

کہا یہ جھاڑ کے دامن کو اُس نے خلوت مین
دل جلا کر کرتی ہین نظارہ بازی دُور سے

کانٹون مین وہ ہے پھول ستارون مین وہ ہے چاند
نظارۂ قاتل سے مین ہون بے خبر ایسا

کیا جانیے وحشت مین کہا کیا انہین مین نے
بچھونا خاک کا ہے اب ترے بیمار کے نیچے

کھینچتے ہی تیغ خوف سے اغیار مر گئے
کیا کیا ہوا ہے دل تہ و بالا مین کیا کہون

تھک گئے ہم رہِ طلب مین امیر
درازی سُنتے تھے مدت سے ہم روزِ قیامت کی

آئی بہار چلکے رفوگر کو چھیڑیے
تھی اپنی جانماز تو مدت سے رہن مے

ہون وہ حسرت زدہ کہ در پہ مرے
کہیے نا آشنا تو کہتے ہین

امیر اُس بدگمان کے کان تک پہنچی تو پھر کیا ہو
ہر طرف ڈھیر ہین دل اور جگر کے ٹکڑے

اشارہ ہے کہ اب تن خاک مین ملنے کے آپہنچے
دو حرف اُسکے منہ کے سُن لیتے ہم کسی سے

صلح آنکھون مین ہو آنکھون مین لڑائی ہو جائے
بولے ہم اپنے تیر کا پیکان بنائین گے

مین خوش ہون کہ صد شکر توجہ تو ادھر ہے
یہان ابھی خاک کسی خاکسار کی پہنچی

ہین تو دوزخ مین مگر آنکھین لڑی ہین حور سے
ذرون مین وہ خورشید ہے قطرون مین گہر ہے

کچھ ہوش ہے خنجر کا نہ گردن کی خبر ہے
ہمدم کبھی مری آج تسلی نہین کرتے

پڑا ہے دیر سے غش سایۂ دیوار کے نیچے
بگڑا جو یار کام ہمارے سنور گئے

کوٹھے پہ چڑھ کے آپ جو نیچے اُتر گئے
کر چکے سعی جتنی قدرت تھی

سوا اک بھی گھڑی نکلی ہمارے روزِ فرقت کی
ہنس ہنس کے چاکِ جیب کی ٹانکے اُدھیڑیے

تسبیح رہ گئی تھی سو وہ اب گرو ہوئی
یاس امیدوار بیٹھی ہے

یہی باتین ہین آشنائی کی
بھری مجلس مین کہتے ہو کہ ہم خالی نہین رہتے

جھک کے ملنے لگا وہ بت ہم سے
اے تری شان کبریائی کی

طور پر جو کلیم نے دیکھا
وہ شرارہ نہ تھا شرارت تھی

جان جاے یار سے جو ہو سو ہو جھگڑا چکے
ٹلے بھی ہو قصہ کہیں مقتل میں قاتل آ چکے

تو نے اے یار بے تپاک کیے
کیسے کیسے جوان ہلاک کیے

اک پری وش نے کیا تھا ناز سے مجکو جو قتل
لائیں پریاں تخت میری لاش اٹھانے کیلیے

تیشے سے کوہکن کے آواز آ رہی ہے
شیریں کے دل پہ الفت چوٹیں لگا رہی ہے

مجنوں سے کوئی کہدے لیلی غریب کب سے
زانو پہ سر کو رکھے آنسو بہا رہی ہے

پیاس سے پڑ گئے ہیں حلق میں کانٹے لاکھوں
پھول سے بھر کے کوئی جام پلا دے ساقی

کہاں تلک نہ پہنچتی دعا اجابت کو
اٹھیر ہاے ہماری زبان ہی نہ کھلی

کبھی اقرار ملنے کا کبھی انکار کرتے ہو
ٹھہرتے تم نہیں اک بات پر دل کس طرح ٹھہرے

انتہا سے نشہ میں آتا ہے ہوش
ہوشیاری انتہائے نشہ ہے

وہ جلوہ دیکھ کر جب طور پر موسی کو غش آیا
تو آئی غیب سے آواز دیکھا ہم نہ کہتے تھے

کشتے ہم اس ادا سے بت نازنین کے ہیں
کھینچی گئی نہ تیغ تو تیور بدل گئے

کیا دہاک تیرے فتنۂ قامت کی بندھی ہے
آتے ہوے ڈرتی ہے قیامت نہیں آتی

جان جائے تو جائے پر اے جان
دل کہاں تمکو چھوڑ کر جائے

اس چشم مست کا ہے اشارہ ہر ایک سے
آئیے تو سامنے کوئی ہشیار ہی سہی

زبان تیغ نہ چاٹے دہان زخم کو کیوں
ٹپک رہا ہے مزہ خون سے شہیدوں کے

ترحم ایک طرف وہ جفا نہیں کرتے
جفا کا وعدہ کیا ہے وفا نہیں کرتے

برسوں تری تلاش میں ہم مثل گردباد
آوارہ جنگلوں میں پھرے خاک چھانتے

غیر کے ساتھ وفا کرکے وہ مجھ سے بولے
تو جفا دوست ہے اک طرز جفا یہ بھی ہے

منہ پہ غصہ ہاتھ میں تلوار ابرو پر شکن
جان دو بھر ہو جسے وہ تم سے حال دل کہے

اثر تو دیکھیے قسمت کی نارسائی کا | کہ یار تک مرے دل کی بھی خبر نہ گئی
نہ سمجھے تھے خدا کو جب تلک سمجھی تھی ہم سمجھے | جو سمجھے اب تو یہ سمجھے نہ سمجھے تھے نہ سمجھین گے
دو ہاتھ جب کنارہ ہو دیر اُس مین کیا لگے | ہم پیر کر شراب مین کوثر سے جا لگے
ہر نہال تاک مین واعظ وہی انداز ہے | کونسی وہ شاخ ہے طوبی کو جس پر ناز ہے
میری کھیتی ہوئی ہے جب سے سرسبز | برق کیا کیا تڑپ کر آئی ہے
پنہان جو سوزِ عشق کرے مرد ہے وہی | دل پھک گیا مگر نفس سرد ہے وہی
ابھی وہی ہے ہماری شبِ فراق کی شام | ہزار بار جلی شمع اور شام ہوئی
گیا ہے دیر سے ناخوش امیر آج | خدا ہی ہے جو اب کعبے سے آئے
یون جھلکتی نہین مینا مین شراب گلگون | دل پرخون کی گلابی پہ عجب عالم ہے
عجب طلسم ہے الفت کہ سامنے اُسکے | بجاے شکوہ زبان سے دعا نکلتی ہے
امیر اُس بت کو دل دیتے ہو کیا شامت تمھاری ہے | کسی پتھر پہ دے پٹکو جو ایسا تمکو بھاری ہے
ہزار ہون حسن آدمی مین ہزار ہون خوبیان پری مین | امیر اپنا تو ہے یہ مشرب ادا نہین ہے تو کچھ نہین ہے
دیکھنا قاتل کو ہے تو دیکھ لے | دیکھ بسمل وقتِ فرصت تنگ ہے
ہم ایک ایک سے یہ پوچھتے ہین دنیا مین | کہان سے آئے تھے اب ہم کہان کو جائینگے
آتا ہے خون اب مری آنکھون سے ہمدمو | آنسو کہان یہ آنسوؤن کا نچوڑ ہے
تکتی ہے دمِ ذبح جو بلبل طرفِ باغ | یاد آتی ہے حسرت دلِ آوارہ وطن کی
قاصد آئے کہ محتسب آئے | اب تو ہم میکدے مین آ بیٹھے
کس طرح بنتی ہے اسے مرغِ قفس صیاد سے | دل پھٹا جاتا ہے اپنا تو تری فریاد سے
الفت کسی کی نوکِ مژہ سے جو چھٹی امیر | مر کر بھی اک کھٹک سی رگِ جان مین رہ گئی
کہا جھنجھلا کے اُس نے وصل کی شب | کہ رونے سے کبھی فرصت بھی ہو گی
ہوش جب تک رہا شراب ہی پی | ایک ہین ہم بھی اپنے مشرب کے

۳۳۳

اب سرِ بازار کہتے ہین اُٹھا کر وہ نقاب
آئنہ دیکھ کے وہ عکس سے فرماتے ہین
غیر کے حال پر تو بہت لطف ہے تجھے
دو گھڑی سامنے رکھکر اُسے رو لین بھر او
آنکھون مین تری نہین مروت
بات اپنی اپنے دل ہی مین رہے
اے صنم اللہ والے سیکڑون شیدا ہوے
تم دکھاتے ہو ہوا اسیر کا دل
زندگی بھر ساتھ تھی مرنے پہ بھی ہمراہ ہے
دیکھنا شوخی کیا پیغام وصل
یہ آئینے مین اپنے عکس سے وہ شوخ کہتا ہے
مرے اللہ مرے اللہ نہ کہہ صرف اللہ اللہ کہہ
لہو رو آنسوؤن کا قحط اگر ہے
نہ کرائے چارہ گر چاکِ جگر کو بند بخیے سے
اپنی کہو گزرتی ہے کس طرح اے اسیر
چلے آتے ہین ہم بھی تیرے پیچھے
ساتھ اپنے کچھ نہ لائے تھے نہ کچھ ہم لے چلے
میری دوا شراب ہے مجکو نہین حرام
تو کھنچیگا اُس کی شکل مانی
اب تو آجاؤ دم ہے آنکھون مین
چھیڑدون اپنی اسیری کی کہانی نہ کہین

جسنے یوسف کو نہ دیکھا ہو وہ ہمکو دیکھ لے
تم بھی اب آنکھ لڑانے لگے دیکھا دیکھی
ہم پر بھی لطف حال ہمارا بھی غیر سے
کھنچیگی نہ تو ہین تصویر ہمارے دل کی
کیا دیکھ کے آشنا ہو کوئی
مُنہ سے نکلی اور پرائی ہو گئی
جب سے اس دنیا مین تم نام خدا پیدا ہوے
اور جو وہ کوئی آہ کر بیٹھے
دیکھنا اے دل رفاقت حسرتِ دیدار کی
ہجر سے جب آشنائی ہو گئی
کرون کیا میرے تیرے بیچ مین سدِ سکندر ہے
یہ ہٹ دھرمی ہے اے زاہد خدا سب کا برابر ہے
اسی دن کے لیے خونِ جگر ہے
ہوائے کوچۂ جانان اسی کھڑکی سے آتی ہے
ہم ہین فقیر لوگ ہماری بھلی کہی
تجھے اے عمر رفتہ کچھ خبر ہے
خالی ہاتھ آئے تھے خالی ہاتھ دنیا سے چلے
زاہد ہو یقین تو قاضی سے پوچھ لے
تو نے کہی اور ہین سُنے مانی
ناامیدانہ اک نگاہ سہی
مُنہ لگاتا نہین اس خوف سے صیاد مجھے

اب میری ہڈیاں نہ گھلا گوشت گھل چکا
افسوس فلک کچھ پہ نہیں صبا وہ کو مری
وہ لب ساحل نہانے کو جو ہیں آئے ہوئے
تیغ کھینچے ہوئے وہ آرہا ہے امیر
باقی نہ دل میں کوئی الٰہی ہوس رہے
پوچھو واعظ سے چھپکے اے رندو
شور محشر امیر کو نہ جگا
حل نہیں ہوتا معما بیقراری کا مری
بیستون کی طرف آئی ہے تو شیریں سے کہو
دنیا سے نہیں زیست میں امید رہائی
دیکھنے وہ جو نہ آئے تو نہیں مجکو گلہ
سودا زدونکو قتل جو زلف رسا کرے
پا چکے چین یہ خاک بھی ہم کشتۂ عشق
ابھی آسان ہے کردے مری مٹی برباد
یاد آگئی جو اسکے درِ گوش کی امیر
نامہ بر یار کے آنے کی نہیں کہتا ہے
مقتل میں وہ ہر گام پہ سو بار گرے ہیں
ہے آج جو سرگزشت اپنی
دل میں جو ارمان تھے افسوس یوں ہی رہ گئے
مجکو نہیں شکایت مقتل میں اب کسی کی
تیغ قاتل نے تو ارمان نکالے کچھ کچھ

اے فکر رزق بس کہ یہ حصہ ہما کا ہے
کل کان رکھکے سنتے ہیں فریاد کو مری
موجیں آتی ہیں چلی آغوش پھیلائے ہوئے
دیکھیے آج کس کی آئی ہے
چودہ برس کے سن میں وہ لاکھوں برس کا ہے
کیا سزا ہے خلاف گوئی کی
سو گیا ہے غریب سونے دے
دل تو پہلو میں نہیں یارب تڑپتا کون ہے
اک ذرا تربت فرہاد پہ ہوئی جائے
پہرا ہے اجل کا درِ زندان پہ ہمارے
میری حالت ہی وہ اب ہے کہ نہ دیکھی جائے
تم اور خوش ہو رنج تمہاری بلا کرے
دل بیتاب کو اللہ سلامت رکھے
پھر کہاں تو مجھے اے باد صبا پائیگی
بے اختیار آنکھ سے آنسو نکل پڑے
ایک بھی بات ٹھکانیکی نہیں کہتا ہے
یہ ٹھوکریں کھائی ہیں شہیدونکے سرونکی
کل اس کی کہانیاں بنیں گی
دل جگر دونوں لہو ہو ہو کے آخر بہ گئے
پیکان نے دلدہی کی خنجر نے ہمدمی کی
اب رہی خنجر قاتل سے شکایت باقی

اک عمر ہوئی ترک کیے عشق کا پیشہ
کرتے ہو ڈھونڈ ڈھونڈ کے تم عاشقوں کو ذبح
قاتل مرے سوا نہ کرے تو کسی کو قتل
آزردگی کے خوف سے جس جا نہ رو سکے
رات بھر تڑپا پس دیوار مین تا صبح تک
حجاب چشم تصور سے غیر ممکن ہے
کل تک تو کچھ بچی ہوئی رہتی تھی تیغ یار
شام فرقت مین یہ ہر روز خیال آتا ہے
ہنسکے کہتا ہے مرے زخم جگر سے قاتل
ہم جورد نے پر اُتارے ہو گئے
اب تم چھپاؤ مُنہ نہ کرین ہم فغان کو ضبط
حرم سے دیر کو آئے امیر مر مر کے
مؤذنون کا بُرا ہو جگا دیا مجھکو
نکلے جب پردے سے تم اللہ رے حفظ
دو دن کی محبت مین جو حالت ہوئی میری
تصویر مین بھی تو آتا ہے تو سمٹا ہوا ای بت
مسجد مین بلاتا ہے ہمین زاہد نا فہم
امیر اک ذرا دیکھے بھالے ہوئے
کس شرم بھری آنکھ کی ہے فکر الٰہی
نہین گلہ وہ اگر میرے دل کا غم نہ سنے
پتا نہ قیس کا پایا کہین ہزار پھری

پر آج تلک چہرے کی زردی نہین جاتی
کتنا تمھین ثواب کمانے کا شوق ہے
ادختر سے ہاتھ کو پائے ثبات دے
ایسی جگہ امیر سے کیا خاک ہو سکے
بولے او خانہ خراب اب اپنے گھر کی راہ لے
چھپین وہ لاکھ مگر ہم تو دیکھ ہی لینگے
ہے آج کیا کہ میرے گلے سے لپٹ گئی
اے خدا ہم بھی کبھی صبح وطن دیکھینگے
کر دیے تو نے نمکدان کے نمکدان خالی
ہٹ گئے سب دریا کنارے ہو گئے
جو بات تھی وہ سارے زمانے پہ کھل گئی
خدا کے گھر سے پھرے ہم خدا خدا کر کے
ابھی تو آنکھ لگی تھی خدا خدا کر کے
غیب سے آنکھو نپہ پردے پڑ گئے
برسون کے مریضون کی یہ صورت نہین ہوتی
جُدائی ہے بدن تیری طرح تصویر بھی تیری
ہوتا کچھہ اگر ہوش تو ہنجانے سنجاتے
محبت مین دل کو سنبھالے ہوئے
جو سر مجھے زانو سے اٹھانے نہین دیتی
خدا تو ہے نہین سنتا اگر صنم نہ سنے
تمام نجد مین محمل نشین سوار پھری

وہ رنگ مین نے دکھائے تڑپ کے قاتل کو
کہ موت گرد مرے ہو کے بیقرار پھری

میری نہین تقصیر تری حسرت دیدار
دروازے سے تیری مجھے جانے نہین دیتی

کلیان نہین پھولون کی یہ دامن مین ہمارے
آلودۂ خون کچھ ہین گریبان کے پرزے

جنازے پہ آؤ نہ تم گور پر
کس امید پہ جی سے جائے کوئی

پہونچا ہے نازکی کا یہ رتبہ کہ یار نے
پہنین جو چوڑیان تو کلائی اُتر گئی

ہم فقیرون کو کہان حوصلۂ وصل امیر
مہربان اُسکو جو پایا تو کبھی جا بیٹھے

ہم قتل یون ہوئے نہ کسیکو خبر ہوئی
قاتل کی آستین بھی لہو مین نہ تر ہوئی

ایسی دو دھڑ کہین ہو سکتی ہے الفت مین امیر
دل بھی پہلو مین رہے یار بھی پہلو مین رہے

دلکی تڑپ یہی ہے تو ضبط امیر کب تک
بے اختیار اکدن فریاد کر اُٹھو گے

ہون مین بیمار محبت کوئی مجرم تو نہین
میرے گھر پہ ہے طبیبون کی چڑھائی کیسی

چھپتا ہے دل کا رنگ کہین ضبط آہ سے
حسرت ٹپک رہی ہے ہماری نگاہ سے

کہا یہ اُس نے مجھکو ذبح کر کے
تڑپنے دو یہ حسرت بھی نہ رہجائے

ہے آسمان الٰہی کس دل جلے کا مدفن
اک شعلہ صبح ہوتے اُٹھتا ہے روز یان سے

ضبط دیکھو اُدھر نگاہ نہ کی
مر گئے مرتے مرتے آہ نہ کی

کہو قضا نہ چڑھے بار بار منہ اُسکے
زبان دراز ہے تلوار میرے قاتل کی

ہاتھ ڈالا مین نے دامن پر تو بولے ناز سے
میرا دامن چھوڑ لے اپنا گریبان پھاڑ لیجے

بنا یا ترے ناتوان کو تو لوگ
کفن رکھ کے تابوت مین لیچلے

آنکھ کس کس سے یار کی نہ ملی
نہ ملی مجھ سے پر کبھی نہ ملی

اور اک بات حسینون کی نرالی سُنیے
دیجیے انکو دعائین بھی تو گالی سُنیے

کیون گٹھریان بھری ہین تم نے سپہرن کی
جائینگی ساتھ اُسکے دو چادرین کفن کی

وہ کیا اُٹھائے ہجر مین صدمے ملال کے
جس ناتوان سے لطف نہ اُٹھین وصال کے

ساقی نے ست ہو کے جو کین بیجا بیان
جنبش نہین سینے مین ہمارے رگِ جان کو

اپنے زخمون کے لیے مشک ہے مجکو درکار
زلفون کے کوڑے باندہ کے مشکین لگایئے

ہجر مین یاد تری زلف رسا آتی ہے
پوچھتا ہین جو مسیحا کہین مجکو ملتے

آگ سی دلمین پسِ مرگ بھری رہتی ہے
گرتے افشان سے تمہارے جو ستارے دیکھے

خندۂ گل سن کے کہتا ہے وہ گلرو نازسے
بے سبب نالان نہین ہین یار کے در پہ اسیر

بجلی کی طرح پھرتی تھی محفل مین کوندتی
مارتے ہو نہ جلاتے ہو کبھی عاشق کو

خال شب کو رخِ روشن پہ تمہارے دیکھے
صبا بھی ہو کے کبھی نامہ بر نہین جاتی

لاکھ بار اُٹھتا ہے پر جاتا نہین
ہوتی ہے بتو صبح جدائی اگر ایسی

اب آؤ زندگی مستعار جاتی ہے
یہ سمجھے ہم جو اُٹھا گرد باد صحرا مین

روان ہے نکہتِ گل کی طرح یہ عہدِ شباب
جو بیقراریِ دل اب ہے گر یہی ہوتی

آج تک گور مین لیلی کو نہین صبر و قرار
شرما کے مستی آنکھ کی پردے مین چھپ رہی

قاتل یہ ترے تیر کے پیکان کی کھنک ہے
بھیجد ے ٹوٹے ہوئے بال جو ہون گیسو کے

مختار ہین حضور مرے بال بال کے
ہمکو دوزخ مین بھی جنت کی ہوا آتی ہے

دردِ دل کی بھی تمھین کوئی دوا آتی ہے
گھانس کب تربتِ عاشق کی ہری رہتی ہے

چاندنی رات مین جھڑتے ہوے تارے دیکھے
چوٹ لگتی ہے مرے دلپر تری آواز سے

آشنا کرتا ہون اُسکو درد کی آواز سے
کیا کہیے وہ نگاہ کدھر تھی کدھر نہ تھی

نہ جفا آتی ہے تمکو نہ وفا آتی ہے
ہم نے یوسف کی طرح خواب مین تارے دیکھے

ہوا کبھی ابتو ادھر کی اُدھر نہین جاتی
ورد شاید دل مین میرے قید ہے

اللہ نہ دشمن کو دکھائے سحر ایسی
کرو نہ عذر سے کہ فصلِ بہار جاتی ہے

کسی کی روح کہین بیقرار جاتی ہے
پلا شراب کہ ساقی بہار جاتی ہے

تو آج تک مری کاہکو زندگی ہوتی
میرے مجنون مرے مجنون کی صدا آتی ہے

وائے قسمت ہنو لنگری اُٹھانے مین ہے
پیشکش کرنا بھی کچھ لازم ہے بسمل کیلیے
مجھی پہ چھری تیز ہے تا عاشقا
بڑا کریم ہے زاہد وہ بخش ہی دیگا
فصلِ گل آئی ہے یون ہم تم ملین اے گلبدن
تیرے کوچے سے اب نہ گزرین گے
ہُت مین نہ وفا کی بات پائی
آئی پیری قشقہ و ہو زنار توڑا اے امیر
زاہد وہم سے پوچھو قدر ان کی
غش آگیا کبھی کبھی آنکھ مین بدل گئین
دردِ بلبل خدا نہ سنوائے
زاہد کہے جو گزرے وہ بت کبھی نظر سے
مجلسِ وعظ مین آنا تو نہ ممکن تھا امیر
ہستی و نیستی کا کھلتا نہین ہے عقدہ
صبر آتا ہے نہ مجکو نہ اُسے آتا ہے
سیر سے بالین پہ آکے بولی اجل
کیا غمِ عشق جان سے کم ہے
اِک کنارے پڑا ہوا ہے امیر
دل نے کہا جو یار سے لپٹا مین وصل مین
ہین تو سب اپنے کام خدا ہی کو سونپ دون
شیخ حرم کا مشرب مین خوب جانتا ہون

اُڑ گئین موجون کی صورت کشتیان احباب کی
سر لگا رکھا ہے مین نے تیغِ قاتل کے لیے
کبھی اُسکو جا کر نصیحت نہ کی
لیا داکیا ہے ہم ایسے گناہگارون کی
جیسے کلیان کھلی ہین شاخون پہ سر جوڑے ہوے
ہم بھی ایسے نہین کے گزرے
بے عیب خدا کی ذات پائی
کیا اسی صورت سے جائیگا خدا کے سامنے
بُت ملے ہین خدا خدا کر کے
کیا کیا شبِ فراق مین نوبت گزر گئی
ہائے گل کی صدا نہ سنوائے
ساری خدائی صدقے ایک ایک بال پر ہے
ہمکو تھامے ہوے یان دستِ سبولا یا ہے
آتے ہین کچھ اُدھر سے جاتے ہین کچھ اِدھر
دلکو سمجھاتا ہون مین دل مجھے سمجھاتا ہے
اُٹھیے سرکار نے بُلایا ہے
غم سہے جان کا کسے غم ہے
کچھ تمہارا غریب لیتا ہے
اے شوقِ وصل ہان کوئی ارمان رہ گیا ہے
لیکن یہ خوف ہے کہ خدا سے نیاز ہے
لب پہ صمد صمد ہے دل مین صنم صنم ہے

جاتا اگر حرم کو ہے منظور اے امیر
سو رہا پھیر کے منہ یار شب وصل امیر
مسکرا کے وہ اس ادا سے امیر
ہم جسکے غم مین مرتے ہین اسکو ابھی تلک
خواب مین تھا وصل اب اس سے جدائی ہو گئی
اسکو بھی ہجر مین نہ ہماری خبر رہی
بیٹھے جو میرے سینہ پہ خنجر وہ کھینچکر
جا کر کہین سے گے حسن کے بازار مین امیر
آپ سے بلبل نکلتی ہے کہین گلزار سے
چمن مین مری خاک اگر جاے گی
ترے بس مین ہے بوے گل اے نسیم
نہ دیکھا تو نے اے لیلی کبھی چشم محبت سے
نقش تربت سے ہون آفت مین امیر
دشت فرقت مین پڑی ہے مجھپہ کیا مشکل کڑی
پاس یکتائی کا اس شوخ کو ایسا ہے امیر
سمجھائین مجکو ناصح لیکن ذرا سمجھ لین
ہیچو وہی یار کا پتا دے گی
بیٹھے جاتے ہین وہ بار یاسمین کی بوجھ سے
کیا مجھی کو دیکھکر حیرت ہوئی
بولے وہ شب وصال مجھسے
ترے کوچے مین ہین سب سر بکف پر فرق اتنا ہے

تو سیکڑے سے راہ ہے سیدھی لگی ہوئی
واہ کیا طالع خوابیدہ نے کروٹ بدلی
ہین تو سمجھا کہ اب گری بجلی
یہ بھی خبر نہین ہے کہ بیمار کون ہے
آنکھ میری کیا کھلی تقدیر میری سو گئی
کمبخت موت آج کہان جا کے مر رہی
سمجھا مین آئے ہین مرے ارمان نکالنے
ہم دل کو بیچتے ہین خریدار کون ہے
بیکسی ہمکو لیے جاتی ہے کوی یار سے
تو بلبل ندامت سے مرجاے گی
جدھر جاے گی تو ادھر جاے گی
ہرن جا جا کے آنکھین ملتے ہین مجنون کی تربت سے
مٹ چکے یہ بھی کہین جھگڑا مٹے
دن بہت کم رہگیا ہے اور ہے منزل کڑی
گھر مین ہو آئینہ تو گھر کی طرف منہ نہ کرے
وحشت کی ہین ابھی تو لگا تجکو جنون بھی ہے
بے نشانی نشان بتا دے گی
اٹھ نہین سکتی کلائی آستین کے بوجھ سے
دیکھو آئینے کی کیا صورت ہوئی
اس شوق کی انتہا بھی کچھ ہے
کوئی ہے دو قدم پیچھے کوئی ہے دو قدم آگے

منہ سے جو آہ نکلی وقتِ وداعِ قاتل ‏ ‏ بولا کہ تیر مارے تب آفرین نہ نکلی

دل نہ بازار میں مہنگا ہی نہ سستا چھوٹے ‏ ‏ کھو ہی جائے کہیں کمبخت کہ جھگڑا چھوٹے

دشتِ وحشت میں آدمی کیا ‏ ‏ سیکڑوں کوس جو گئے نہ ملے

ہم سے بختوں کو سرمے کی طرح ‏ ‏ تیری چتون نے لگا رکھا ہے

دل جو تڑپا تو آنکھ کیوں رو دی ‏ ‏ بیٹھے بیٹھے اسے یہ کیا سوجھی

مکان سے سوئے لامکان لیگئی ‏ ‏ یہ وحشت کہاں سے کہاں لیگئی

کوئی امیر ترا دردِ دل سنے کیونکر ‏ ‏ تو ایک بات کہے اور دو گھڑی روئے

وصلِ دل کھو لکے ہوا نہ نصیب ‏ ‏ تو ملا تو کمر تری نہ ملی

چڑھ کے منبر پہ ہجو سے واعظ ‏ ‏ اور جوشن سے کوئی خدا یا لی

آنسو تو بہاتا ہوں مگر ڈر ہے یہ مجکو ‏ ‏ دھو جائے نہ تن سے کہیں خاک اُسکی گلی کی

وصل کی گل سے کوئی راہ تو نکلے صیاد ‏ ‏ بیچ ہی ڈال مجھے ہاتھ کسی گلچین کے

سختیاں کس کس سے لیں قاتل تری زنجیر نے ‏ ‏ چلّے کھینچے تیر نے سجدے کیے شمشیر نے

دردِ دل کہیے تو کہتا ہے وہ شوخ ‏ ‏ ایک ہی تم کو کہانی یاد ہے

مشتاقِ بوسے زلفِ رسا کا دماغ ہے ‏ ‏ تیر ابھی اسے امیر بلا کا دماغ ہے

چاک چاک ایسا ہوا دستِ جنوں سے پیرہن ‏ ‏ کچھ نہیں کھلتا گریباں کون دامن کون ہے

شریکِ درد نہیں کوئی بڑھ کے آنکھوں سے ‏ ‏ کہ ایک روتی ہے جب دوسری بھی روتی ہے

آستیں یار نے چڑھائی ہے ‏ ‏ وقتِ تقدیر آزمائی ہے

کس نگہ سے تم نے دیکھا تھا امیر ‏ ‏ روتے روتے انکو ہچکی لگ گئی

جنبش ہوئی جو نوکِ مژہ کو وہاں امیر ‏ ‏ اک پھانس سی یہاں مری دلمیں کھٹک گئی

تو وہ بت ہے کہ تجھے ساری خدائی چاہے ‏ ‏ بندہ اللہ سے کس کس کی بُرائی چاہے

آنکھ ابھی یاد میں اک گل کی لگی ہے میری ‏ ‏ دو گھڑی مجکو نسیمِ سحری سونے دے

کہا جب اسے صنم جلوہ دکھادے ۔۔۔ تو وہ بولا کہ یہ دولت خدا دے

پوچھا نہ جنس دل کو بازار میں کسی نے ۔۔۔ سو بار لیگئے ہم سو بار پھیر لائے

ضعف کی کچھ کہی نہیں جاتی ۔۔۔ سانس بھی اب تو لی نہیں جاتی

راتوں کو کہا کرتا ہے بلبل سے یہ صیاد ۔۔۔ ظالم تری فریاد تو سونے نہیں دیتی

چھڑک کر میرے زخموں پر نمک قاتل یہ کہتا ہے ۔۔۔ نمک سے پاٹ دوں میں آج میرا دل یہ کہتا ہے

لگاؤں دور سے تلوار وہ قاتل یہ کہتا ہے ۔۔۔ لپٹ جاؤں میں جو ہر بن سکے میرا دل یہ کہتا ہے

زبان شمع کہتی ہے کہ میں تجکو جلا دونگی ۔۔۔ میں کب ٹلتا ہوں پروانہ سر محفل یہ کہتا ہے

کیا کہتے ہو تم زبان سنبھالو ۔۔۔ یہ بھی کوئی گفتگو کا ڈھب ہے

تمہارے پاس شب کو آئیں ۔۔۔ اتنا مرا اعتبار کب ہے

آپ ہی جل رہے ہیں پروانے ۔۔۔ شمع کی سرگزشت کون سنے

جب دن کو کہا انسے کہ وہ بات نہوگی ۔۔۔ بوسے کے ٹھہر جا ابھی کیا رات نہوگی

سمجھانے میں تو حضرت ناصح کی ایک بات ۔۔۔ کچھ خود ہی وہ کہا کیے خود ہی سنا کیے

چمن میں نالۂ بلبل سے بیدماغ ہیں سب ۔۔۔ نہ آپ سوئے نہ ظالم کسیکو سونے دے

مطلب کی بات منہ تلک آتی نہیں کبھی ۔۔۔ اک بات ہے کہ میرے دہن میں زبان ہے

پوچھے کوئی فلک سے کہاں قیس و کوہکن ۔۔۔ دو اک جو تھے خود کے عاشق وہ کیا کیے

کہتا ہے کون گرد سواری کے گرد ہے ۔۔۔ مجنوں کی خاک محمل لیلےٰ کے گرد ہے

جب کہا میں نے تو کیوں مجھپہ کرتے ہو شہید ۔۔۔ ہنس کے کہنے لگے یہ بھی اک کام سہی

کرتے ہو سینہ چاک مرا تیر کے لیے ۔۔۔ اللہ میرے دلسے بھی پیکان عزیز ہے

اسکی پروا کچھ نہیں تکلیف یا آرام ہے ۔۔۔ اے غم جانان مجھے تیری خوشی سے کام ہے

صبر آتا ہے مرے دل کو نہ تو آتا ہے ۔۔۔ رات دن اب مری آنکھوں سے لہو آتا ہے

عشق اب ہمکو خاک باقی ہے ۔۔۔ اک ذرا جھانک تاک باقی ہے

بہت بقا نہ سمجھا اسے ہزار پھولوں کی
کہ چار دن سے چمن مین بہار پھولوں کی

گلی مین یار کی جب تک کہ مر نہ جائینگے
ہزار ہم گئے گزرے ہین پر نہ جائینگے

نجد مین گھبرا کے جا نکلے جو ہم
قیس بولا اسیر و درشت خیر ہے

دست ساقی سے جو مین کچھ جام لینے مین رُکا
غیب سے آواز آئی یہ شب آدینہ ہے

مین رو دیا جو اسیر اُنکے مسکرانے پر
تو بولے آپکی اسیری ہنسی نہین ہوتی

گیا دل تو لیکن یہ منزل کڑی ہے
ابھی عشق مین جان کھونی پڑی ہے

آپ ہی تم اسیر کیسے ہو گئے
یار کی جستجو کو نکلے تھے

کیا اُس بت نے قتل الحمد للہ
یہی تو ہم خدا سے چاہتے تھے

عشق مین انجام ہے میری سیہ بختی کا کیا
یار زلف شانہ مین سے اپنی اتنا پوچھ لے

خنجر کا ذوق شوق شہادت کا جوش ہے
سر کی مجھے خبر ہے نہ گردش کا ہوش ہے

حیرت کی جا نہین ہے جو وہ خود فروش ہے
جوبن کا ہے اُبھار جوانی کا جوش ہے

جب دیکھتا ہون یار کے بند قبا کھلے
کہتا ہون یون ہی دل کی گرہ یا خدا کھلے

یہ رنگ تشنہ دہانی ہے بعد مردن بھی
اُگے ہین خاک سے کانٹے زبان نکالے ہوئے

گم ہو گیا ہون یار کو مین نامہ بھیجکر
قاصد پھرے اُدھر سے تو پائے کہان مجھے

میرے بالین پہ روتی ہے حسرت
عشق بھی مرگ نو جوانی ہے

وہ تیر جلد کہین آ کے کب سے بیٹھے ہین
جگر کو تھامے ہوئے دل کو ہم سنبھالے ہوئے

تڑپ سے دم تک تو لایا ہے ہمین شوق
یہان سے گھر تلک اب کون لیجائے

اسواسطے مرتا نہین ہجران مین ابھی تک
بیداد کا تمکو کوئی ارمان نہ رہجائے

ڈالی پھولون کی اگر مہر سے حضور آتی ہے
پتی پتی سے مجھے بوئے غرور آتی ہے

لیٹے ہین وصل مین یون ہم اس کروٹ وہ اس کروٹ
جنکو رہنے کی عادت مشکلون سے پڑ ڈالی ہے

وہ کیا جانے کسی کا حال کیا ہے
کہ درد عشق سے نا آشنا ہے

غم ہجر سے کوئی اتنا تو پوچھے
خو بہت اشک بہانے کی بری ہوتی ہے
پھر تو نے امیر اس سے کی بات
ایسی کیا بات تھا کہ اُٹھے تم اسیر
دونون ہین اُدھر ہی سے گو فرق ہے تو اتنا
انسان جو چاہے کہ نہو اسکو کبھی رنج
آزردہ غیر سے ہوتے دین مجکو گا لیان
پی کے آب دم شمشیر ہے اب تک وہی پیاس
عجب بیخودی ہے خبر کچھ نہین
نہ رہنے نہ جانے کی ہمکو خبر ہے
نامہ بر یار کے آنے کی نہین کہتا ہے
سارا جہان ہے گویا تصویرون کا مرقع
کٹ کے سر میرا جو قدمون پر گرا
تا جوانی ہوش تھا پیری مین غافل ہو گئے
ہے یہی قتل کی لذت تو جھکے اے قاتل
یہ دل نے کنج قناعت سے آشنائی کی
جان جاتی ہے غم الفت مین ہکو نے کے لیے
دم جو نکلا غم فرقت مین تو ہم یہ سمجھے
جگر سنکھیا بلاتا ہے جو دل سینے مین جلتا ہے
بالائے آسمان تھے ہم عرش آشیان تھے
خاموش ہین لحد مین جو لوگ خوش بیان تھے

کلیجا مرا کیون سُلگے ڈالتا ہے
دیکھا سے چشم تراب کیسی ہنسی ہوئی ہے
سو باتین ابھی سُنا چکا ہے
کہ کسی طرح پھر نباہ سکے
تقدیر بنا دی ہے ہمہ بیر تباہی ہے
زنہار کسی سے کوئی امید نہ رکھے
کس سے پھرتے ہوئے تھے وہ کسپر برس پڑے
منہ سے باہر ترے کشتے کی زبان نکلی ہے
کہان سے ہم آئے کہان جائین گے
یہ کیسی اقامت یہ کیسا سفر ہے
ایک بھی بات ٹھکانے کی نہین کہتا ہے
اس بزم مین کسیکو پروا نہین کسی کی
گر پڑے آنسو مرے جلاد کے
رات بھر جاگا کیے ہم صبح ہوتے سو گئے
حشر کو بھی تری فریاد نہ کرنے دیگی
کہ ہاتھ اٹھا کے دعا کی شکستہ پائی کی
دل تڑپنے کیلیے ہے آنکھ رونے کیلیے
دل جو روٹھا تو منانے کیلیے جان گئی
جو بھا یہ ہے آخر کام کچھ اُس سے نکلتا ہے
کوئی نہ تھا وہان تھے اب کیا کہین کہان تھے
غنچون کو رو دہن ہین بلبل کی جو زبان تھے

دیکھا خزان مین ہمنے بلبل کے آشیان کو
کمزور پاکے ہمکو کیا بل کی لے رہے ہو
پہنچے جو ہم عدم کو اہل عدم یہ بولے
مین نہ کہتا تھا فغان کی مجھ سے فرمایش نہ کر
کچھ تو میرے دردِ دل نے اُسکے دلمین راہ کی
دی مجکو محبت اک پری کی
ہر روز میرے منہ پر ہنستے ہین دوست دشمن
مجکو حیرت ہے کہ دنیا کی تو فانی ہے بہار
جو وہان جاتا ہے پھر اُسکی خبر ملتی نہین
بہار اُس رخ رنگین کی لوٹتا ہے خط
ترے چاہنے والے مرجائین گے
منہ دیکھون مین مقتل مین اجل کا ترے ہوتے
چھانتا ہون تری گلی کی خاک
بجائے دختر رز میکدے مین حور آئے
جب آتا ہے غش ہمکو آتا ہے دھیان
جب مین کہتا ہون غضب ہے تو اکھڑ کیا ہے
کوئی دم بے تکلف ہوکے مستون مین اگر بیٹھو

دو چار پر شکستہ دو چار اُستخوان تھے
ہم بھی تو نوجوانو آخر کبھی جوان تھے
مدت کے بعد آئے اتنے دنون کہان تھے
باغبان سب پھول مرجھا کر چمن مین رہ گئے
بیٹھے بیٹھے آج اُس بیدرد نے اک آہ کی
اللہ رے بندہ پروری کی
رونے نے ہر گھڑی کے سب آبرو ڈبو دی
نخل حسرت کسطرح سے اس چمن مین رہ گئے
نامہ بر کے واسطے بھی نامہ بر درکار ہے
ہم ایک عمر سے ہین جیسے زہر کھائے ہوے
یہ ناکام بھی کام کر جائین گے
اے خنجر قاتل تجھے غیرت نہین آتی
دل مرا ہے یہین سلے نہ ملے
جو توبہ توڑ دون تو آواز یا غفور آئے
امیر ایک دن یون ہی مرجائین گے
ہنسکے کہتا ہے ابھی آپنے دیکھا کیا ہے
تو جو کچھ عرش پر ہے دیکھ لے زاہد وہ گھر بیٹھے

امیر اتنا ہون مین پست قسمت وجہہ ہوا اسکی
بلندی بخت کے حصے کی بھی اشعار مین آئی

تمت

ہاتھ رکھکر مرے سینے پہ جگر تھام لیا
تمنے اسوقت تو گرتا ہوا گھر تھام لیا

آج تو ہے اُسکی فرقت مین بلا کا سامنا
آگیا قاتل تو کل ہوگا خدا کا سامنا

اُڑا اسے پر نسے تو قاصد کو ناگوار ہوا
مین خوش ہون ایک سے نامہ مرا ہزار ہوا

صد شکر ہم سے آج وہ رشک قمر کھلا
انگڑائی لی تو سمجھے کہ مقصد کا در کھلا

وحشت مین کہان اب کوئی ہمپایہ ہے میرا
سب چلدیے ہمزاد ہے یا سایہ ہے میرا

گڑ کر زمین مین ظلم سے بچنے کا دھیان تھا
دیکھا تو زیر خاک وہی آسمان تھا

راہ بتلا دی عدم کی خضر منزل ملگیا
گھر سے اچھے وقت نکلا تھا کہ قاتل ملگیا

بعد مرنے کے لگی ہاتھ دوا بھی تو کیا
مردۂ تشنہ جو دریا مین بہا بھی تو کیا

کیف حاصل ہو لگے داغ نہ ہشیاری کا
مستیِ عشق بڑا کام ہے ہشیاری کا

بیداد تھی شوخی تھی جفا تھی کہ ستم تھا
ہوئی جو وفا آپ مین جو کچھ تھا وہ کم تھا

جان کر دوست وہ ہوئے شاکی
چاہیئے شکر اس شکایت کا

دھیان کیون فرقت مین باندھا اُس لب جانبخش کا
وائے قسمت دم نکلنے کا سہارا بھی گیا

تمنے ہم سے بیوفائی کی تو تم سے حسن لے
لے گئے مسجد سے مجھکو مغبچے
کب گیا دل سے حسینون کا خیال
برسون کعبے مین رہے جا کے کلیسا کیسا
مانگ بالون مین نکلواتے ہین اسپ غیر وہ
بستر خواب کو دیکھو کہ ہے ٹکڑے ٹکڑے
ہار اُس گل کا مرے ہاتھ سے ٹوٹا ہیہات
احسان ہے وقت گریہ ہے تیرے خیال کا
خم توڑ کر بنا ہے بہت ساغر شراب
قبر کھودی تو مگر یہ مری وحشت سے ذرا
یون شب ہجر مین کرتے ہین غلط غم اپنا
شہر بیگانہ مین ہوتا ہے مسافر کا جو حال
مین انجمن مین حسینون کی تازہ آیا ہون
قریب اور کسی کو یہ جا کے دے قاصد
خط وطن کو سے لیے جاتا ہے تو بیجا قاصد
ہچکیان لیتے ہین مقتل مین ترے بسمل ناز
قاصد کو ہوا دیکھ کے شاید اُسے سودا
پوچھو نہ مجھ سے جا کے حسینون مین انکا حال
ساتھ طاؤس کے صحرا مین کیا قیس نے رقص
ہے دور رو سے یار مین غائب سراغ شب
گستاخ کسقدر ہے کہ محفل مین یار کی

وہ بڑا عادل ہے دیکھا انتقام آخر ہوا
توبہ توبہ مین پکارا ہی کیا
شیشے مین پریان اُتارا ہی کیا
تم کو ڈھونڈ چکے ہم اُسے کیا کیا
ہے جو منظور مرا چاک گریبان ہونا
حال کیا پوچھتے ہو مجھ کی بیتابی کا
ساتھ ہی کیون نہ مرا تار نفس ٹوٹ گیا
دریا مین ڈوبتا تھا نکالا کرم کیا
مستون پہ محتسب نے نرالا کرم کیا
اپنی چادر بھی یہین وزد کفن چھوڑ گیا
مردہ خوش بیٹھے ہین خود کرتے ہین ماتم اپنا
سینے حسینونکے سے کلے ہین وہ عالم اپنا
خبر نہین ابھی کس کا مزاج ہے کیسا
وہ اور صلح کا پیغام ہو نہین سکتا
پر مرا حال نہ یاران وطن سے کہنا
یا کسی بزم مین شمع ہے خوش آوازونکا
آیا در جانان سے مگر کچھ نہین کہتا
آپس کی چھین جھپٹ مین صدچاک ہو گیا
ابر تیرہ کو سیہ خیمہ لیلی سمجھا
باقی ہے اب تو یاد کے سینے مین داغ شب
خاموش صبح تک نہین ہوتا چراغ شب

ممکن نہین کہ بوسہ ملے مجکو یا جواب
مشکل کی بات ہے دہن اُسکا ہو لاجواب

مجھ سے سکین کے پاس رہتا ہے
کتنا مسکین نواز ہے غم دوست

شب وصل کی نہین ہے یہ گویا ہے روزِ حشر
جنت ہے روئے دوست جہنم ہے خوے دوست

اشک دامن سے یار نے پونچھے
کچھ تو آنسو بچے ہمارے آج

کسے ہے وصل کی خواہش ترے خیال کے بعد
کہ حشر تک نہین پھر ہجر اس وصال کے بعد

خوشی کا رنج ہے مجکو ملال کی ہے خوشی
کہ رنج ہے پسِ راحت خوشی ملال کے بعد

خبرِ آمدِ گل کیسی سنائی صیاد
یونہی ہم جلتے تھے اور آگ لگائی صیاد

ہو کو سننے سے اُسکے جو صدمہ ہو جان پر
خوش ہون کہ میرا نام تو آیا زبان پر

روسیاہِ جرمِ الفت بے قصور آیا نظر
سطرِ قرآن کی طرح ظلمت مین نور آیا نظر

اے دشمنِ جان خوف تری تیغ سے کھا کر
آئی ہے اجل چشمۂ حیوان مین نہا کر

کرے قبول اگر کسی مجرم کا یار عذر
ناکردہ جرم جا کے کرون مین ہزار عذر

آیا غش اُسکے سامنے پروردگار شکر
پانی تو منہ پہ یار نے چھڑکا ہزار شکر

مقامِ شکر ہے ممتاز غیرون سے کیا اُسنے
گنا ہون پر سزا دی اُن کو مجکو بیگناہی پر

نیرنگیِ عالم مین کبھی فرق نہ پایا
دیکھا تو وہی صبح وہی شام ہے ہر روز

کہین مٹتے ہین ہمارے دلِ مایوس کے داغ
ہونگے مرہم سے نہ اچھے کبھی طاوس کے داغ

حقا کہ دو جہان مین ہے ذاتِ الٰہ ایک
دو آنکھین جسطرح کہ ہے ان مین نگاہ ایک

وہی دلبر ہے جو ہو دلربا ایک
ہزارون بت ہین عالم مین خدا ایک

اُس در پہ سجدہ کر کے یہ دربان سے کہہ لیا
مسجد یہان سے دور ہے وقتِ نماز تنگ

کہا مین نے کہ تم پر جان دون مین
کہا یہ بھی ہے کیا دینے کے قابل

ہمکو پروا نہین پہولے ہین جو گلزار مین گل
نوکِ مژگان پہ ہے یان لختِ جگر خار مین گل

لٹ گئے ایسی جفا کار ترے جور سے ہم
چار ہی روز مین کچھ اور ہوے اور سے ہم

ہے قصد شب غم میں کریں دل ہی سے باتیں
دن گیا رات ہوئی رات گئی دن آیا
دن نہیں رات نہیں صبح نہیں شام نہیں
یادِ موسے مژہ یار رلا دیتی ہیں
دیکھنے کو تمھیں لے اہل عدم آتے ہیں
کیجیے شوخی وہ جس میں شرم کے انداز ہوں
مرگ مجنوں سے ہے ماتم اب بھی برپا دشت میں
آیا ہے یار سامنے لازم ہے غش کروں
رحم کرنا تو جفا کاروں کا دستور نہیں
ملال کس سے کہوں کوئی آس پاس نہیں
ہر چند نہیں وصال ممکن
امید جواب کی ہو کیا خاک
پیکے سے ان واعظوں سے عذر خواہی کیا کروں
کھا کے تلوار جو قاتل کی فغاں کرتا ہوں
بزم جاناں سے میں کب جاتا ہوں
کبھی وہ دن تھے کہ خورشید تھا میں
ہجوم رنج سے اس کا خیال کچھ بھی نہیں
میں بھی اب امتحانِ یار کروں
بعد مرگ آئے ہیں وہ تربت پر
دل بھی ہے انتظار یار میں گم
حالت سے دل کی میں اُسے آگاہ کیا کروں

چپ رہے کہتے ہیں دیوانے سے کیا بات کریں ہم
نہ ہوئی پر نہ ہوئی گردش ایام تمام
رہ گئی ایک نہیں ہاں کا کہیں نام نہیں
چھیڑ کے پھانسیں جو مرے دل کو مزا دیتی ہیں
خیر اگر تم نہیں آتے ہو تو ہم آتے ہیں
پھاڑیے کپڑے مگر سب چاک کی آواز ہوں
خاک اڑاتے ہیں بگولے سر پہ کیا کیا دشت میں
ہوش و خرد جو کچھ ہے وہ سب پیشکش کروں
ہاں اگر درد ہو میرا تو کچھ دور نہیں
شریک غم فقط اک دل اُسے حواس نہیں
وہ چاہے تو ہے محال ممکن
جب اُس سے نہ ہو سوال ممکن
بوسے سے آئی ہی ہونٹوں سوالی کیا کروں
لذت زخم رقیبوں سے نہاں کرتا ہوں
روز کہتا ہوں کہ اب جاتا ہوں
اپنے سایے سے بھی دب جاتا ہوں
ملال یہ ہے کہ اُن کو ملال کچھ بھی نہیں
چاہیے ضبط اختیار کروں
اب کہاں جان جو نثار کروں
اب کہو کس کا انتظار کروں
طاقت جب آہ کی بھی نہ ہو آہ کیا کروں

عادت ہے مجکو آہ کی نازک مزاج یار — ہے وصل مین یہ سوچ کہ اللہ کیا کرون

آتا ہے یہ دل مین اُسے ناصح کو دکھادون — پر رشک جو مانع ہے جواب اُسکو مین کیا دون

بے دیکھے برہمن کو ہے انکار مین حیران — اللہ کوئی بُت تو نہین ہے کہ دکھا دون

پیری مین ہین یون عشق کے داغ اپنے بدن مین — گل پھولتے ہین صبح کو جسطرح چمن مین

رشتہ بپا ہے مجھے صیاد نے آزاد کیا — تا اُلجھ کسی کانٹے سے بیابان مین رہون

رہنے دیتا نہین صیاد بھی اپنے گھر مین — ایسی تقدیر کہان ہے کہ گلستان مین رہون

دل سے کہتا ہے تصور یار کا — تو مصور ہے تو مین تصویر ہون

جا ہے میخانہ بنی ہے مسجد — کبھی گھورے کے بھی دن پھرتے ہین

مانگے کیونکر دعا ہے طول عمر — منہ کی مانگی موت بھی ملتی نہین

جانکر غیر بلایا جو مجھے مین آیا — اپنے دھوکے پہ خفا ہو مین گنہگار نہین

سب بلاؤن سے چھڑایا ہے جنون نے مجکو — لاکھ اب مجھ سے خطا ہو مین گنہگار نہین

حیات جاودان ہے اُنپہ مرنا — مرے دشمن نصیب دشمنان کیون

کیون کہون اُن سے کہ چھوڑو شیوۂ جور و ستم — ترک عادت ہے عداوت مین کوئی دشمن نہین

کام آیا ضعف ہی کوے بُت دلخواہ مین — سایہ کے ہمراہ گرکر جھکگیا مین راہ مین

سنی اک بھی بات تم نے نہ میری — سنین مین نے سارے زمانے کی باتین

کبھی ذکر دشمن کبھی ذکر فرقت — یہ سب ہین مری آزمانے کی باتین

لیا نام واعظ نے جب اُسکے در کا — کہا مین نے اب ہین ٹھکانے کی باتین

نکالا اُسنے اس حیلے سے ہمکو اپنے کوچے سے — چلو جلدی کرو سامان دعوت کا ہم آتے ہین

اُس کوچے مین کچھ رہروون کے نقش قدم مین — کچھ طالب دیدار بچھا آتے ہین آنکھین

آٹھ اللہ نے جنت کے بنا ہے گلزار — ہے نوان داغون سے گلزار مری سینے مین

مرد مفلس ہون مرے اشک مسلسل ہون قبول — اور مین موتیون کے ہار کہان سے لاؤن

قاضی کے سامنے مین اگر مست ہون تو ہون
خدمت مین میفروش کے ہشیار تو نہین

کہان کوئی محرم کہون کس سے غم
کہ غم کے سوا کوئی محرم نہین

دعا سے مرگ فرقت مین جو مانگی
محلے والے چلاّے کہ آمین

اس رشک کا برا ہو کہ گلیون مین خلق سے
کہتا ہون تجکو مین یہ مرا دلربا نہین

دل مکدر ہے بہت بیٹھا ہے آئین تیر یار
سینے پہ دہر کا زنگ لگا ہے نہ ہٹیگا کہین

ٹھہر ٹھہر کے ذرا لیچلو مرا تابوت
کہان امید کہ پھر آؤن کوے قاتل مین

بعد مرگ آسودگی کیسی کہ سو سو بار ہم
مر چکے ان خوب رویون پر کہ راحت نہین

تیرے وعدے پہ شاد ہون کیونکر
اپنی قسمت کو جانتا ہون مین

ہوے زاہد مرید پیر مغان
واہ مرشد کو مانتا ہون مین

فقط دو ہاتھ سو ہو ایک مین جام ایک مین شیشہ
کہان وہ ہاتھ سے اب جو پڑے ساقی کی گردن مین

کریگا قتل آخر رشک مجکو قتل ہونے دین
شفاعت کے لیے کیون لوگ اسکی پاؤن پڑتے ہین

جان دی تب ملی سبھی راحت
موت سے کچھ مین شرمسار نہین

اس جرم پہ بجا ہے سزا دے جو مجکو ہجر
جیتا رہا مین لذت روز وصال مین

فقط غرض کی ہے دنیا کہ جب نکلتی ہے جان
عزیز مردے کو گھر سے نکال دیتے ہین

غافل مری طرف سے ایسے جو ہو رہے ہو
آنکھین تو کھولو صاحب کس نیند سو رہے ہو

قاتل کا جب تمام زمانہ شریک ہو
اللہ رے کہ فیصلہ بسمل کا ٹھیک ہو

آہ کرنے پہ کیون بگڑتے ہو
تم تو صاحب ہوا سے لڑتے ہو

درپے دشمنی عاشق ناکام نہ ہو
خوبصورت ہو خدا کے لیے بدنام نہو

خوشی ہو نزع مین بھی پاس آس پاس نہو
کہ دیکھنے جو وہ آئے کہین اداس نہو

مہر و وفا سے غیر کا پیچھے گمان کرو
ترچھی نظر سے پہلے ذرا امتحان کرو

نہین گھیرا ہے پلکون نے پئے چشم مست دلبر کو
لیا ہے دونون ہاتھون مین کسی میکش نے ساغر کو

جان بخش لب سے فیض ہو ملجا ئے آپکو
جھکنے مین سر کے دیر تہ تیغ کین نہو

سنگ گوشہ نشینانِ خرابات نہو
ہمنشینون سے یہ ایما ہے نہ پاس آنے دو

پہلے زلفون کو سنگھا کر مجھے بیہوش کرو
بھر سے آتے ہین آنسو میرا حالِ زار دیکھو تو

عیادت کیسی اتنا بھی کبھی منہ سے نہین کہتی
سناؤن کیا انہین نالے مین اپنے راتونکو

آپ تو دیکھتے چلتے ہین وہ جو بن اپنا
شبہ کرتے ہین وہ جب رکھتے ہین دربان نوکر

ضعف سے پاؤن کا وہ حال کہ جنبش ہو محال
ناز ہے تمکو بہت حسن کی یکتائی پر

داد ہر وار مین کرتا ہے مجھی سے وہ طلب
یون بھی آتا ہے کہین کوئی کہ میرے گھر مین

لاغری کا ہے یہ احسان کہ ہین اس محفل مین
یار کے ذکر سے ناصح نے لگائی اور آگ

دیکھے کہان تھے ایسے حسینونکے جمگھٹے
دل منعم و فقیر کے بدلا کرے سپہر

ملتا ہے مشقت سے ترا دامنِ دولت
خدا کرے کہین تو اسے صنم سفر سے پھرے

ضعف سے کچھ بھی چل نہین سکتی

طوفان مین عمرِ نوح ملے ہر حباب کو
وہ شوخ زود رنج ہے چین بر جبین نہو

کہ یہی گوشہ کہین قبلۂ حاجات نہو
حکم دربانون کو باہر نہ اسے جانے دو

پھر مرے سینے سے تم تیر کا پیکان کھینچو
اٹھا ہے آج کیسا ابرِ دریا بار دیکھو تو

جہان سے اٹھ گیا عاشق کہ ہے بیمار دیکھو تو
وہ دل مین خوب سمجھتے ہین ایسی باتونکو

دیکھتا ہون مین تو کہتے ہین کہ کیا دیکھتے ہو
بھیس بدلے ہوے ان مین کوئی چالاک نہو

ہاتھ وہ جن سے گریبان بھی کبھی چاک نہو
اک ذرا آئینہ خانے مین تو چلکر دیکھو

قدردان زخم کا سمجھا ہے جو قاتل مجکو
پاؤن رکھا نہین کہتے ہو کہ گھر جانے دو

روز جاتا ہون خبر تک نہین دربانونکو
یارب آیا تھا تسلی کو کہ تڑپانے کو

محشر کا روز اور الٰہی دراز ہو
اسکو کبھی خوشی کبھی اسکو ملال ہو

بے توڑے ہوے پاؤن یہ آتا ہی کہان تھا
کہ جان باب ترا عاشق خدا کے گھر سے پھرے

آہ منہ سے نکل نہین سکتی

پہ غش ناتوانی سے آنے لگے — کہ پانچون حواس اب ٹھکانے لگے

ایسا ہے کون اسکو جو میری خبر کرے — ایک آہ ہے سو وہ بھی جو پیدا اثر کرے

ہین بڑے بیدرد یہ بیت کسکے آگے رو دیئے — خاک بھی ہوتا نہین ہے آبرو کیون کھو دیئے

ٹالتے ہین روز وہ پر دل مرا مسرور ہے — آج کل کب تک کرینگے کیا قیامت دور ہے

کیا مزہ انجمن یار مین دل پاتا ہے — ذلتین روز اُٹھاتا ہے وہین جاتا ہے

خوشی نظر کہین اندوہ و یاس مین آئے — اجل ہی کاش پری کے لباس مین آئے

گلا کٹا نہ ذرا اُف بھی دادخواہ نے کی — چھری وہ تیز تری سرمگین نگاہ نے کی

ہجر مین نیند کا جھونکا اگر آجاتا ہے — پھر کوئی خواب مین ٹھوکر سے جگا جاتا ہے

فوج بہار باغ سے گرم شتاب ہے — تھالے سے جو شجر ہے وہ پا در رکاب ہے

اب یہ حالت ہے کہ واقف ہو کی حال زار سے — میرے دشمن کرتے ہین میری سفارش یار سے

عشق سے پیری مین بھی کچھ لاگ باقی رہگئی — کاروان عمر گذرا آگ باقی رہگئی

ہے دختِ رز حلال تجھے کیا تمیز ہے — واعظ یہ زر خرید ہماری کنیز ہے

جانِ سمندر و دلِ پروانہ دے مجھے — اے سوز عشق ہمت مردانہ دے مجھے

دل چرایا ہے مرا پر وہ خجل کتنا ہے — فق ہوا جاتا ہے منہ چور کا دل کتنا ہے

ناتوانی کی ہم پہ تہمت ہے — ناز اُٹھانے کی اب بھی طاقت ہے

وہ دوپہر کو گھر سے ہمارے نکل گئے — ہم دن ڈھلا تو گور کے سایے مین ڈھل گئے

یہ نکلا نتیجہ جو آئے گئے — کہ اُس در پہ بیٹھے اُٹھائے گئے

یہ بھی اک بات ہے عداوت کی — روزہ رکھا جو ہم نے دعوت کی

کچھ کام نہین ہے اُنہین فریادرسی سے — رونیکا سبب کرتے ہین دریافت ہنسی سے

دل ہے پروانہ مرا پر وصل سے مایوس ہے — شمع تو ہے چار دیواری تری فانوس ہے

یار نے آئینہ دیکھا دشمن دل دو ہوے — مشکل کیا اب جان بچنے کی کہ قاتل دو ہوے

شمشیر آبدار کہ اُس کا نظارہ ہے
دل ٹکڑے ٹکڑے ہے تو جگر پارہ پارہ ہے

جاری ہے لین دین یہ رسم زمانہ ہے
دریا کا ابر ابر کا دریا خزانہ ہے

میرا جگر تو کانپ گیا اُس نگاہ سے
اُس سنگدل کا دل نہ ہلا میری آہ سے

مرض میرے افزون یہ ہوتے گئے
کہ عیسیٰ بھی بالین سے روتے گئے

دیوانگانِ زلف کا کب کام بند ہے
آوازِ شب کی سرِ شب سے بلند ہے

دیکھے جو میری آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے
اُٹھا دیتی ہے کہ وہ اُٹھ کھڑے ہوئے

کھلیں پلکیں نگہ اُس چشمِ افسوں ساز سے نکلی
کہ لیلیٰ پردۂ محمل اُٹھا کر ناز سے نکلی

پردہ اُٹھا کے جب وہ دیدار عام کرتے
ایوب صبر کرتے تو ہم سلام کرتے

تیر یوں دل ترے کوچے کی طرف جاتا ہے
جسطرح تیر کوئی سوئے ہدف جاتا ہے

شمع کو کسکی تجلی یہ نظر آتی ہے
تھوڑی تھوڑی جو یہ محفل میں ہوئی جاتی ہے

دل اُس کا نرم کیا یہ دلِ نوحہ گر کرے
ڈر ہے کہیں نہ غیر کا نالہ اثر کرے

لٹک کر زلف نے کیا حسن ساقوں میں چھپایا ہے
تعجب کی جگہ یہ ہے کہ دو مٹھوں میں سمایا ہے

کیا تغافل ہے کہ سمجھا یار بیگانہ مجھے
سب نے جانا آجتک اُسنے نہ پہچانا مجھے

وہ چشم نازک دلونکو آنکھ دکھلائے تو کیا گزرے
دوکانِ شیشہ گر میں مست آ جائے تو کیا گزرے

اُس سنگِ آستان سے جو اپنی جبین ملی
سمجھے کہ بادشاہی روئے زمین ملی

سر سے گزر ہے قصد آنیکا تو آؤ ناز سے
پروا نہیں کہ پھر تفرقہ پروانہ سے

وہ درد ہے کہ اسکا مزا کچھ نہ پوچھیے
کیا ہے دل کسی سے دوا کچھ نہ پوچھیے

درازی کا اگر دونوں کی دیکھو ایک مطلب ہے
شب ہے روزِ فرقت ہے قیامت روزِ محشر ہے

بتوں کی روش کوئی کیا جانتا ہے
بڑے بے وفا ہیں خدا جانتا ہے

دنیا سے کتنے اُٹھ گئے ہے انجمن وہی
آئے بھی گل گئے بھی مگر ہے چمن وہی

کچھ شرم نہیں خلق جو اُنکو گران ہے
سمجھے ہوئے ہیں تاب نظر انکو کہاں ہے

مجکو کیا کام ہے دنیا مین جو عید آئی ہے | کیا ملون اس سے کہ معشوق یہ ہرجائی ہے

جو آنسوون زمین پر دیدۂ نمناک ڈالینگے | کہان سے سر پہ پھر اہل مصیبت خاک ڈالینگے

ہزار نالہ مرا آسمان تک پہنچے | نہین اُمید کبھی اُسکے کان تک پہنچے

قدم زمین پہ رکھو جو تم تو ہو یہ خوشی | اُچھل اُچھل کے زمین آسمان تک پہنچے

جو ضعفِ دل کا یہی حال ہے تو عرش کجا | نہین امید کہ نالہ زبان تک پہنچے

اُن ابروون کو دیکھ کے حالت سقیم ہے | تلوارین دُھری مجھپہ پڑی ہین دل دونیم ہے

فرقت مین زندگی یہ عنایت خدا کی ہے | آگے جو کچھ کہون تو شکایت خدا کی ہے

جینا بھی دل جلون کو تمہارے ممات ہے | انکو موت قطرۂ آب حیات ہے

عاشقون مین کہیے ایسا کون ہے | ہم برے ٹھہرے تو اچھا کون ہے

اسلیے در پر صدا دیتا ہون مین | بول اُٹھے شاید وہ اپنا کون ہے

ہونگے روزِ حشر اعضا تک عدو | جو ہین بیگانے ہین اپنا کون ہے

چھوٹی سے قیامت شبِ فرقت ہی بڑی ہے | اس چار پہر رات کی وہ ایک گھڑی ہے

ہے مدنظر خون یہ کس کا کہ حنا نے | چومے ہین ترے ہاتھ ترے پاؤن پڑی ہے

اُس بزم مین اسے شوق نہ باہر ہو ادب سے | اللہ بچائے نگہِ چشمِ غضب سے

سرمے کی سلائی نے کیا آکے جو مجرا | اُس آنکھ کی شوخی نے صدا دی کہ ادب سے

آزردہ نہ ہو لیکے جو بوسہ نہ کیا شکر | لب بند مرے ہو گئے شیرینی لب سے

میرے مرنے کی خبر جھوٹی اُڑاتی ہین وہ روز | کیا مسیحائی ہے غیرونکے جلانیکے لیے

آپ ملتے نہین ہین گھر مین کبھی | کہتے ہین خانمان خراب سب مجھے

نشۂ مے نے کر دیا اندھا | خاک سوجھے رہِ صواب سب مجھے

ممنون یار کی ہون کہ وہ پاس سے مرے | اُٹھ اُٹھ کے بیٹھ جاتے ہین دامن کو جھٹکے

وصال یار سے ہے بے تکلفی سے یہان | کہو ادب سے کہ رکھے معاف آج سب مجھے

سے خدا ہی اگر پڑھا جائے
کسی قابل سے پوچھیے تعبیر
دیکھ کر چشم مست جی ڈوبا
برسوں جب دوڑے شوق دید میں ہم
ہیں تو کیا دل میں مصور کے کھبی جاتی ہے
پسند آئی نہ دست جنوں کی بیکاری
ہوئے کسی کے نہ ممنون صورت اخگر
ہے عید کہ زندان ہی میں آیا ہوں سوئے وحشت
نیرنگی عالم ہی کا شاکی ہے تو اے دل
جو سیر شب ہجر دکھاتا ہے تصور
گریبان چاک دیکھے گا تو کیا کیا بدگمان ہوگا
جب سے پیدا ہوئے صیاد کے بس میں آئے
مضمون کمر کہ اس کے دہن کا نکالیے
مجکو یہ شوق ہے کہ کہیں جلد ہو وصال
وحشت جنوں کی ہمکو اذیت پسند ہے
بوسہ عطا ہو مجکو جو ہے قصد قتل کا
ہم بتوں سے امیدوار کرم
ہوا نہ وصل نصیب اب بھی التجاؤں سے
خالی نہ جام ہے سے ہے میخانے میں نہ خم
دیتا نہیں جواب بھی مجکو وہ ننگ سے
ہے دہان ع انکو کہاں تھا جو تکلم کرتے

خط لکھا اضطراب میں ہم نے
گشتے دیکھے ہیں خواب میں ہم نے
غوطے کھائے شراب میں ہم نے
چھپ کے تب ایک نگاہ کی ٹھہری
کیا کہوں نوک پلک کیا تری تصویر میں ہے
جنوں میں اس لیے پہنا ہے پیرہن ہمنے
بدن سے مر کے بھی پیدا کیا کفن ہمنے
کانٹوں سے گلے کیوں مرے چھالے نہیں ملتے
نادان ابھی نیرنگ محبت نہیں دیکھے
ایسے تو تماشے شب وصلت نہیں دیکھے
خداوندا کہیں آ سے رفوگر یار سے پہلے
پر نکلنے بھی نہ پائے کہ قفس میں آئے
ملک عدم کا کوئی تو رستا نکالیے
انکو یہ فکر ہے کوئی جھگڑا نکالیے
پھر کیا سمجھ کے پاؤں سے کانٹا نکالیے
مرتے ہوئے کے دل سے تمنا نکالیے
کارخانے ہیں اسکی قدرت کے
زمیں ہے سجدوں سے تنگ آسمان دعاؤں سے
خرد و بزرگ جو ہے یہاں آفتاب ہے
مجکو گمان کہ بات مری لا جواب ہے
کاش سنکر مرے شکووں کو تبسم کرتے

بیٹھکر کون ترے کوچے مین بار اٹھتا ہے
روکتا ہون مین زبان پر کبھی ہوکر بیتاب
ترے کوچے مین جو بیٹھا ہے سہم کر
بنی ہے پیچین تری زلف عنبرین کیلیے
پڑا ہے داغ سجود اور داغ عشق مین فرق
ابتر رہے ہر دم دُنیا نہ دیکھین گے کبھی
دیکھ کیسی تڑپتا ہو لیے فرشتے قبر مین
سبب ہی جانا کہ جو یہ تیرے سیہ خال کا ہے
شور محشر کا سنا ذکر تو اُسنے یہ کہا
عجب دلچسپ نقشہ عالم ایجاد رکھتا ہے
نہ یہ ساعد نہ یہ بازو نہ یہ آنکھین نہ یہ ابرو
دل سے لے آرزو کبھی دے تو ہے لطف
ایمان لاسے کہین اُس بت کو دیکھکر
دے کہین حکم نہ وہ گھر سے نکلوانے کا
اسواسطے ناصح کی مین سنتا ہون کہ شاید
جان لیتے ہین دم ذبح یہ جلدی اے موت
دیتے تو دل چلے ہین اُسے شوق ذوق مین
فارسی کیسی وہ ہندی بھی نہین پڑھ سکتے
نامہ عزت سے جو لیتے ہین وہ اُسے
ناصحون نے اُسے دیکھا تو تبسم کیسی
کرون مین بندہ نوازی کا عشق کی کیا شکر

خاک ہوتے ہین کوئی دم مین غبار اُٹھتا ہے
دلِ نالان اُسے سینے مین پکار اُٹھتا ہے
وہ مین ہون اور میرا نقش پا ہے
یہ میری جان مناسب نہین جبین کیلیے
کہ یہ دل کے لیے اور وہ جبین کیلیے
بلکہ آئینے مین منہ اپنا نہ دیکھین گے کبھی
یہ تماشا آج تک دیکھا نہ دیکھین گے کبھی
یہ بھی ایک نقطہ مرے نامۂ اعمال کا ہے
وہ تو آوازہ مرے پاؤن کی خلخال کا ہے
جو آنکھین دیکھ لیتی ہین اُسکو دل یاد رکھتا ہے
فقط تیرا سا قد ہے اور کیا شمشاد رکھتا ہے
یون تو سب کچھ دیا خدا نے مجھے
کچھ بتکدہ مین جاکے برہمن نہین ہوسکے
بیخودی جلد مجھے آپ سے باہر کردے
بات اُسکی زبان سے کوئی مطلب کی نکلجا
اک ذرا اور توقف کہ مزا ملتا ہے
پھر دیکھیے وہ لے کہ نہ لے بنیاد ہے
سیر دیکھو مری عرضی عمر کی مین گزری
غیر بھی شاید مرا ہمسایہ ہے
التجا کرنے لگا اب اُس سے سفارش میری
ہزار زخم دیے ہین ہزار داغ مجھے

ٹالنے کو مجھے جب پاؤن سے لپٹا تو کہا
سختی نہ وہ بھی دیکھہ سکی میری نزع کی

کیا جانے کہان لیگئی اُس بت کی تمنا
دیت کیواسطے محشر مین کب ہون دامنگیر

کون جاتا ہے کہین سب ہے مطلب
چھیڑا جو بہت مین نے کہا خیر ہے صاحب

بتخانے کے دروازے پہ مدت سے پڑے ہین
سنتا ہون دعا سے سحری کرتی ہے تاثیر

چراغِ رخ نے کیا صاف انکا پردہ فاش
رات کو آئی ہین پریان خواب مین مجکو نظر

وصل مین وہ کیا کرینگے چاک اے دستِ جنون
گناہون سے مجھے اب ناتوانی بازرکھتی ہے

قطرہ زن پھرتی ہے ہر سو جو ہوا پہ بدلی
کیا کسی خوش چشم کا دیوانہ آیا باغ مین

اک دن مرے گھر ماہِ محرم مین تو آؤ
کس کو مین اپنی تنگدلی پر کردن گواہ

بلیساخت دل دُکھا تو بولے
مجھے جب دُور سے دیکھا وہ بولے

قدر مرنے کی ہم سمجھتے ہین
اک جار ہے ہمیشہ مگر مثلِ رنگ و بو

افسانۂ سنگ و تیشہ ہے اور

جاکسی روز نہ سے سر کی قسم آئین گے
گھبرا کے روح خانۂ تن سے نکل گئی

اب آپ مین آنا مجھے دشوار ہوا ہے
مجھے منظور ہے منظور اپنے قاتل کی

جان لینے کو اجل آتی ہے
پردے کے نہ باہر کہین آواز نکلجائے

شاید کبھی کچھہ کام خدا ساز نکلجائے
امید کہان ہے شبِ فرقت مین سحر کی

سیاہ خانۂ گیسو مین دل چھپا نہ سکے
تیر وہ مجھپر لگائین گے یہی تعبیر ہے

پرزے دامن کے اڑا امیر اگر بیان چھوڑ دے
مے دخم دیکھہ کر چاہون تو بینت پھر نہین سکتی

ڈہونڈتی ہے کہ کہان خاک ہے برباد مری
دیکھتی ہے ہر طرف نرگس جو آنکھین پھاڑ کے

اب مہندی لگانیکا بہانہ تو نہین ہے
محشر مین وہ وہان وگر دونون چھپ رہے

کیا جانیئے آہ تھی یہ کس کی
کوئی ناوک فگن ہے یا نہین ہے

صدمے جھیلے ہین زندگانی کے
ہم سے نہ وہ ملے نہ کبھی اُن سے ہم ملے

یان صحبتِ ناخن و جگر ہے

پرزے خط کے ہین دستِ قاصد مین
ایک کیا سو جواب لایا ہے

عاشق و معشوق دونون تیرے دیوانے ہین یار
دامنِ یوسف گریبانِ زلیخا چاک ہے

شبِ فرقت تو ابد تک نہین ہونے کی تمام
تیرے عشاق کو اندیشۂ فردا کیا ہے

ہین ہر اک سے جو خطا اپنی بیان کرتا ہون
ہے یہ مطلب کہ اُسے کوئی ستمگر نہ کہے

دشمنون کا شکوہ کرتے ہین حضورِ دوستان
دوست جب دشمن ہو پھر کس سے شکایت کیجیے

تمام عمر اُسے دیکھتا رہا ہون مگر
ہنوز حسرتِ دیدارِ یار باقی ہے

آئینے کی آنکھ سے لڑتی ہے جب عاشق کی آنکھ
چاہتی ہے چھین لے لذت ترے دیدار کی

وعدۂ وصل نے کیا بیخود
دیکھیے کیا وصال مین گزرے

پوچھو نہ اس زمانے مین الفت کا حال کچھ
اک رسم تھی قدیم سو موقوف ہو گئی

خوشا تقدیرِ بلبل پیشِ گل کہتی ہے حال اپنا
نہ قاصد کی ضرورت ہے نہ حاجت ہے کبوتر کی

مجھے دشمن سمجھتے ہو تو پھر مجھ سے ہو کیون غافل
کوئی غافل نہین رہتا جہان مین اپنے دشمن سے

برہمن یا صنم کہتا ہے زاہد یا صمد یارب
زبان سب کی ہے جو اُس مین وہ تجھکو یاد کرتا ہے

دو پیاس مین آبِ دمِ شمشیر تو ہم کو
اتنی بھی مروت تمھین اللہ نہین ہے

مشتاق ستم ہوگا نہ مجھسا کوئی بسمل
ہر زخم کی قاتل کی طرف آنکھ لڑی ہے

سینے پہ مرے ہاتھ ہے اُسکا پے تسکین
تھم اے دلِ بیتاب کہین وہ نہ اُچھل جائے

چھین اشکِ مجنون سے سینچا ہے شاید
کہ سنبل مین گیسوے لیلے کی بو ہے

آئینہ ہون مین شاید جو دیکھتا ہے مجھکو
ہندو ہو یا مسلمان اپنا سا جانتا ہے

خواب مین آئے تھے وہ غیر کے ساتھ
کھل گئی میری آنکھ خیر ہوئی

تکلیف سہے پر شکر گدا کو ہے مناسب
شاہون کی طرح کچھ غمِ عالم تو نہین ہے

بے ادب کچھ ہم نہین خواہشِ ہم آغوشی کی کیا
دو نگاہین جب ملین گی ہم بغل ہو جائینگے

قطعاتِ تاریخ

منشی محمد ممتاز احمد صاحب آرزو خلفِ حضرت مصنف

ورق تصویر کا ہے ہر ورق ہر صفحہ آئینہ — مضامین جمع ہیں یا مہ جبینوں کا یہ مجمع ہے
کھچے جاتے ہیں کیوں دل آرزو کیوں ہوش اُڑتا — پری رویوں کی محفل یا حسینوں کا مرقع ہے ۱۳۱۳ھ

حکیم محمد عبد الکریم خان صاحب برہم فتحپوری

این نغز کلام کیست دانی — کاندر ہمہ دہر ہمچو جان است
برہم دل و دیدہ کن نثارش — دیوان امیر نکتہ دان است ۱۳۱۳ھ

مولوی محی الدین حسین خان صاحب تسنیم پروفیسر محبوب کالج سکندرآباد

زہے جوشِ طبعِ روانِ امیر — مضامین کا دریا ہے اک بہ رہا
کہی میں نے تسنیم تاریخِ طبع — صنمخانۂ عشق ہے بے بہا ۱۳۱۳ھ

حافظ جلیل حسن صاحب جلیل

سارے مصرع قدِ دلبر کا جواب — ساری مطلع رخِ انور کا جواب
خوب دیکھا جو صنمخانۂ عشق — پایا بتخانہ آزر کا جواب ۱۳۱۳ھ

حضرت علی عبد القادر شمس القادری المدعو بہ مرشد علی الحنفی القادری البغدادی المتخلص بالجمال والعاصی

کرد عشق آباد دیوان را تمام — حسنِ طبعِ عشق بنیانِ امیر

گفت تاریخش جمالِ عشقباز — اے ہمہ عشقیت دیوانِ امیر

١٣١٣ھ

ولہ

چھپا جو آپ کا دیوان تو شاعرون نے کہا — کہ آپ سعدیِ شیوا بیانِ عہد ہوئے

جمال یہ دُرِ شہوار سال کر دو نثار — امیر خسروِ اہل زبانِ عہد ہوئے

١٣١٣ھ

محمد حسام الدین صاحب حسام خلف مولوی حافظ محمد نور اللہ

کیسے کیسے ہین شعر معنی خیز — سمجھین وہ انکو ہون جو ذو معنی

مصرعِ سال بھی ہے باغ و بہار — ہین یہ الفاظ پھول بو معنی

١٣١٣ھ

حافظ محمد علی صاحب حفیظ جونپوری

کہا ہے عطر گلہائے مضامین — معطر بزمِ اربابِ سخن ہے

حفیظ اچھا کھلا تاریخ کا پھول — نہین دیوان تر و تازہ چمن ہے

١٣١٣ھ

مقرب الخاقان اُستاذ السلطان بلبلِ ہندجہان اُستاذ ناظم یار جنگ

دبیر الدولہ فصیح الملک نواب مرزا خان بہادر داغ دہلوی

واہ کیا دیوان کہا ہے لاجواب — ابتدا سے انتہا تک بے نظیر

شوخیِ الفاظ ہے یا برقِ شوخ — بارشِ مضمون ہے یا ابرِ مطیر

لفظ مصرع بیت سب جادو بھرے — دلفریب و دلستان و دلپذیر

ہر نکیلا شعر دل مین چبھ گیا — اس سے بڑھ کر کوئی کیا ماریگا تیر

یہ سخن ہے لائقِ بزمِ سخن ❊ یہ سخن ہے قابلِ شاہ و وزیر
یہ کلام ایسا کلام اتنا کلام ❊ ہے نشانِ مصحفی شانِ امیر
محو ہو جاتے جو اسکو دیکھتے ❊ ناسخ و آتش تو کیا مرزا و میر
فیض لین اس سے فغانی و فغان ❊ داد دین اسکی ظہیر و ظہیر
مستند کیونکر ہو ایسا کلام ❊ جو کہا گویا ہے پتھر کی لکیر
بھاگنے کی راہ ڈھونڈین عیب جو ❊ اپنا اپنا کان پکڑین حرف گیر
آج ہے یہ طوطیِ معجز بیان ❊ بلبلِ ہندوستان کا ہم صفیر
ایسا استادِ زمانہ پھر کہان ❊ زندہ رکھے تو اسکو یا ربِ قدیر
ہے یہی اے داغ اسکا سالِ طبع ❊ کہدے تو زیبا خیالاتِ امیر
۱۳۱۳ھ

وله

اس گنجِ سخن سے تا قیامت ❊ محروم نہو نگے طالبِ فیض
یہ داغ نے سالِ طبع لکھا ❊ دیوانِ امیر صاحبِ فیض
۱۳۱۳ھ

محمد ضمیر حسن خان صاحب دل شاہجہانپوری

میرے استاد کا پہلا دیوان ❊ تھا بلاغت کے چمن کا گلِ تر
اسکی تاریخ یہ لکھدے اے دل ❊ اب فصاحت کا چھپا ہے دفتر
۱۳۱۳ھ

منشی امتیاز احمد خان صاحب راز

قالبِ طبع مین آیا جو صنمخانۂ عشق ❊ جتنے مشتاق تھے پھرنے لگے دیوانے سے
راز تاریخ کہی مین نے جو نکلا دیوان ❊ نکل آئی ہے پری شیشے پریخانے سے
۱۳۱۳ھ

سید زاہد حسین صاحب زاہد سہارنپوری

اشعار ہین یا گوہرِ شہوار کی لڑیان
ترتیب کی تاریخ کہی مین نے یہ زاہد

یہ لطف لطافت کسی دیوان مین کہان ہے
دعویٰ ہوئی کیا چشمۂ کوثر سے زبان ہے

سید ولایت احمد صاحب شمیم خیر آبادی سب انسپکٹر سعد آباد ضلع متھرا

عشاق کی جان یہ صنمخانہ ہے
کہتا ہے شمیم دیکھکر حُسنِ کلام

معشوقون کی آن یہ صنمخانہ ہے
اللہ کی شان یہ صنمخانہ ہے
١٣١٢ھ

مولوی محمد مظفر حسین صاحب صبا خلف اکبر مولوی یوسف علی مرحوم

اک پھول ہے گلشن مین صنمخانۂ عشق
کیا حُسن دکھاتا ہے صبا آنکھون کو

اک لعل ہے معدن مین صنمخانۂ عشق
اعجاز کے دامن مین صنمخانۂ عشق
١٣١٣ھ

مولوی محمد عبد الواسع صاحب صفا خلف مولوی یوسف علی مرحوم

صفا نزاکتِ مضمون دکھا رہی ہے بہار
برنگِ لالہ ہے ہر شعر رنگ مین ڈوبا

سخن کے باغ مین ہے تازہ گل صنمخانہ
ڈھلا ہے حُسن کے سانچے مین گل صنمخانہ
١٣١٣ھ

سید مومن حسین صاحب صفی امروہوی

مداحِ امیرِ لکھنوی کے
دیوانِ دوم چھپا جو اُن کا
لفظون سے عیان رخِ معانی

ہین سارے سخن شناس انسان
ہر ایک کے تن مین پڑگئی جان
آئینہ ہے اس صفا سے حیران